UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188685
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩١٣٠٥٤٢ Accession No. ١٣٠٧٧

Author ع ن ح

Title تاريخ الشعر

This book should be returned on or before the date last marked below.

Digitized by 1976

هُوَ الْاَعْلٰی

الحمد للہ کہ حصہ دوم

کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ یا تذکرہ المآثر مرتضویہ

موسومہ بہ

تحفۂ حسن

فی ذکر

فضائل سیدنا ابی الحسن

مولف جناب بیت شہی عزیز دوراں حافظ علی سید ذوالفقار علی صاحب

حسب فرمائش

جناب نواب محمد عبدالکریم خانصاحب بہادر تعلقدار حیدرآباد دکن

دام اقبالہ

مدینہ پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر شائع ہوئی

بار اول یکہزار جلد — جنوری ۱۹۳۵ء — فی جلد دو روپیہ

السیرۃ العلویہ فی ذکر مآثر المرتضویہ

یہ کتاب نہایت جانفشانی اور انتہائی تحقیق وصحت کے ساتھ جناب مولانا حافظ شاہ علی حیدر صاحب علوی مدظلہ نے مرتب فرمائی ہے جو چھ جلدوں میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مکمل سیرت ہے۔ جہاں جناب امیر علیہ السلام کے لئے یہ دیس بہا تحفہ ہے جلدوں کی تفصیل مندرجہ ذیل کی طرح کتاب کا حسن نمایاں کر رہی ہے۔

(۱) جلد اول۔ اس میں آپ کے حالات ولادت وبعثت اسلام وغیرہ درج ہیں جنکا زمان ہجرت انسان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے۔ نیز دیگر واقعات سیاسی وغیرہ جو آپکے زمانہ خلافت میں پیش آئے۔ یہ جلد طبع ہو کر زینت بخش نظر ناظرین ہو چکی ہے قیمت فی جلد ۷ے، علاوہ محصول ڈاک

جلد دوم (۲) اس میں آپ کے فضائل علمی وعملی وزہد وتقوی وعبادات بہت تفصیل وتحقیق سے بیان کئے گئے ہیں یہ زیر طبع ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ۷ے ہے۔

جلد سوم (۳) اس میں آپکے وہ مناقب ہیں جو آیات قرآنی واحادیث نبوی وارشادات صحابہ سے ماخوذ ہیں۔

جلد چہارم (۴) اس میں محض آپکے مرویہ احادیث نبویہ بترتیب ابواب فقہ بلحاظ حروف تہجی ہیں یہ جلد درحقیقت آپکا مسند ہے۔

جلد پنجم (۵) اس میں آپ کے ارشادات ومواعظ وغیرہ درج ہیں۔

جلد ششم (۶) اس میں آپکے والدین وازواج واولاد وغیرہ کے حالات ہیں۔ نیز آپ سے انتساب سلاسل طریقت کا تذکرہ ہے

ملنے کا پتہ:۔ قاضی انتظام علی خاں۔ محلہ قاضی گڈھی قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ

نوٹ:۔ حصہ دوم دفتر مدینہ بجنور سے بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔

فہرست مضامین کتاب نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسنؑ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	حمد و نعت و دیباچہ	۳۰	بیان قسم اول فضائل علی
۳	مقدمہ در بحث فضیلت	۳۲	اثبات حدیث مدینۃ العلم
〃	اقسام فضیلت	〃	اسامی صحابہ کرامؓ رواۃ حدیث
۷	فضیلت قطعی ہے یا ظنی	۳۴	اسامی تابعین عظامؒ رواۃ حدیث
۸	اختلاف دربارۂ فضیلت و اقوال علماء	۳۵	اسامی محدثین و علمائے اعلامؒ جنھوں نے اپنی اپنے مؤلفات میں اس حدیث کو بروایت و تخریج و اثبات و تدریج ذکر کیا بہ ترتیب سنین
۱۱	صحابہ کا باہم ایک دوسرے کو فضیلت دینا		
۱۴	حضرت علیؑ کی حدیث سے فضیلت		
۱۷	فٹ نوٹ سید علی ہمدانیؒ کا حال	۳۹	اسامی شبہتین حدیث مدینۃ العلم
۱۸	فضلہم علی ترتیب الخلافت کا بیان	۴۱	اُن علماء کے نام جو اس حدیث کے حسن ہونے کے قائل ہیں
۲۳	احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے	۴۱	اسامی شعرا جنھوں نے اس حدیث کو نظم کیا
〃	فٹ نوٹ میر صالح کشفی کا حال	۴۱	موئیدات حدیث مدینۃ العلم
۲۵	حضرت علیؑ کے ذکر کا داخل عبادت ہونا	۴۲	فٹ نوٹ مصنف ینابیع المودۃ کا حال
〃	اکتساب فضائل	۴۲	بیان جرح و قدح حدیث مدینۃ العلم
〃	آپ کا جامع مدارج فضل ہونا	۴۳	فٹ نوٹ سید محمد بن آقبلؒ کی تحریر دربارۂ حدیث
۲۸	آپ کے فضائل و مناقب کا بے شمار ہونا	۴۵	دیگر احادیث دربارہ اعلمیت جناب امیرؑ
۲۹	فضائل میں سبقت	۴۹	فضائل علمیہ مشتملہ بر دو قسم تعلیمی و ذہنی
〃	بعض مخصوص فضائل	〃	قسم اول تعلیمی
۳۰	اقسام فضائل نفسی جسمی خارجی		
〃	فضائل نفسی مشتملہ بر دو قسم علمی و عملی		

صفحہ	مضامین
۴۹	علم بالقرآن
۵۰	متعلق بہ جمع قرآن
۵۴	علم بالتوراۃ والانجیل والزبور
۵۵	علم بالتفسیر
۵۶	علم بالقرأت
۵۸	علم بالحدیث
۵۹	روایت حدیث کے متعلق بحث
۶۰	لقائے حسن بصریؒ باجناب امیرؓ
۶۲	فٹ نوٹ حال مصنف روائح المصطفیٰ
۶۴	تقلیل وتکثیر روایت کا بیان
۶۵	اسمائے صحابہ کرامؓ
〃	اسمائے تابعین عظام
۶۶	علم بہ فقہ واجتہاد
۶۹	حضرت علیؓ کا عہدۂ قضا اور آپ کے فیصلے
۷۰	فیصلہ جات زمانِ نبوتؐ
۷۳	فیصلہ جات زمانہ خلفائے ثلثہؓ
〃	زمان حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
〃	زمان حضرت عمر فاروق رضؓ
۸۰	زمان حضرت عثمان غنی رضؓ
۸۱	فیصلہ جات زمان خلافت حضرت علی ع
۸۵	علم بالفرائض
〃	فٹ نوٹ حال مصنف مطالب السئول

صفحہ	مضامین
۸۷	علم بالحساب
۸۸	علم اسرار وحکم
۸۹	علم کلام
۹۵	علم الجفر والجامعہ
۹۷	علم ریاضی وہیئت
۹۸	علم نحو
۱۰۰	علم تصوف
۱۰۲	علم الکتابت
۱۰۳	قسم دوم فضائل ذہنی
〃	فصاحت وبلاغت
۱۰۵	خطبۂ بے الف
۱۱۱	تقریر وخطابت
۱۱۳	شاعری
۱۱۶	حاضر جوابی
۱۱۸	تعبیر رویا
۱۱۹	فراست
〃	حافظہ
۱۲۰	سرعت فہم
۱۲۲	اصابت رائے
۱۲۴	فضائل عملی مشتمل بر دو قسم صوری ومعنوی
۱۲۵	فائدہ متعلق بہ حرمت شراب
۱۲۷	فضائل صوری

صفحہ	مضامین
۱۲۷	حُسن خلق
//	شفقت علی الخلق
۱۲۹	تفقد برحال رعایا
//	قیدیوں کے ساتھ رعایت
۱۳۰	رعایت حقوق ناس
۱۳۱	حُسن سلوک
۱۳۲	حفظ حقوق
۱۳۳	معاملت وخشیت الٰہی
۱۳۴	مخالفین سے معاملت اور سلوک
۱۳۶	حمایت قوم
۱۳۷	وفا
//	امانت وديانت
۱۳۸	بذل وسخا وایثار
۱۳۹	فائدہ سائل کو نماز میں انگوٹھی دینے کے بیان میں
۱۴۲	مہمان نوازی
//	کرم
۱۴۳	فضائل منوی
//	زہد
۱۴۶	تقویٰ
۱۴۷	ورع
۱۴۸	تواضع
۱۴۹	انکسار
//	عفو عن المکافات
۱۵۱	حلم
//	صبر
۱۵۴	تحمل
//	عدل
۱۵۵	حیا وشرم
//	غیرت
۱۵۶	قناعت
//	خلوص
۱۵۷	توکل
//	صداقت
//	عصمت
۱۶۱	فضائل حسبی مشتمل بر دو قسم ظاہری وباطنی
//	فضائل ظاہری
//	حُسن صورت
//	وجاہت
۱۶۲	شرافت نسب
//	بنی ہاشم کے چند فضائل
۱۶۳	اون کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا
//	اون کی عیادت کا مسلمانوں پر فرض ہونا
//	اون کا بغض علامت نفاق وکفر ہونا

صفحہ	مضامین
۱۶۴	فضائل نبی عبد المطلب
۱۶۵	فائدہ آنحضرت و حضرت علیؑ کے جدات میں فواطم و عواتک کا ہونا
〃	شرف مصاہرت نبویؐ
۱۶۷	سیاست
۱۶۹	آداب الحرب
۱۷۲	قوت بدنی
۱۷۳	تعداد مقتولین
〃	کیفیت مقاتلۂ اعدا
۱۷۴	فضائل باطنی
〃	شجاعت
۱۷۷	سخی و دلیری
۱۸۰	طہارت
۱۸۴	مواخات
۱۹۱	نیابت
۱۹۲	فضائل خارجی متعلقہ دو قسم کسبی و وہبی
〃	فضائل کسبی
۱۹۳	حضرت علیؑ کی نماز
۱۹۵	کثرت صوم
۱۹۶	زکوٰۃ و صدقات
۱۹۷	حج
۱۹۹	جہاد

صفحہ	مضامین
۱۹۹	جہاد مع النفس
۲۰۰	جہاد مع الاعداء
〃	جہاد بالدعوت
۲۰۱	جہاد بالسیف
۲۰۵	فضائل وہبی
〃	مماثلت با انبیا علیہم التحیۃ والثنا
〃	اثبات حدیث تمثیل بروایت محدثین و علماء
〃	اسمائے صحابہ کرامؓ راویان حدیث تمثیل
۲۱۶	تمثیل باحضرت آدم علیہ السلام
۲۱۷	تمثیل باحضرت شیث علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت ادریس علیہ السلام
۲۱۸	تمثیل باحضرت نوح علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت ہود علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت صالح علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت ابراہیم علیہ السلام
۲۲۰	تمثیل باحضرت لوط علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت اسمٰعیل علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت اسحاق علیہ السلام
۲۲۱	تمثیل باحضرت یعقوب علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت یوسف علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت ایوب علیہ السلام
〃	تمثیل باحضرت شعیب علیہ السلام

صفحہ	مضامین
۲۲۲	تمثیل باحضرت موسیٰ علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت ہارون علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت خضر علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت یوشع علیہ السلام
۲۲۳	تمثیل باحضرت حزقیل علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت الیاس علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت الیسع علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت شموئیل علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت داؤد علیہ السلام
۲۲۴	تمثیل باحضرت سلیمان علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت شعیا علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت ارمیا علیہ السلام
۲۲۵	تمثیل باحضرت عزیر علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت یونس علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت لقمان علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت دانیال علیہ السلام
۲۲۶	تمثیل باحضرت ذکریا علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت یحییٰ علیہ السلام
//	تمثیل باحضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۲۷	تمثیل باحضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
۲۲۸	تمثیل مجازی

صفحہ	مضامین
۲۲۸	متعلق بہ دست مبارک
//	متعلق بہ تسمیہ
۲۲۹	متعلق بہ مال غنیمت
۲۳۰	متعلق بہ ارشاد لایؤدی الا انا وعلی
۲۳۳	تمثیل حقیقی
۲۳۴	حدیث تخلیق آنحضرتؐ کے جسم اور آپ کے جسم کا ایک مٹی سے ہونا
//	آپ کا خون وگوشت و آنحضرت کا خون وگوشت ایک ہونا
۲۳۵	حدیث شجرہ آپ کا اور آنحضرت کا ایک شجرہ سے ہونا
//	اسامی صحابہ و محدثین وعلما رواۃ حدیث معہ طرق مرویہ
//	حدیث شجرہ کا دوسرا طریقہ
۲۴۰	حدیث نور
//	اسمائے صحابۂ کرامؓ رواۃ حدیث نور
//	اسمائے تابعین عظامؒ رواۃ حدیث نور
//	اسمائے محدثین وعلمائے کبارؒ حدیث نور
۲۵۱	امامت
۲۵۸	ولایت
۲۶۰	خصائل حضرت علیؓ
//	امور معاش یعنی طرز زندگی

صفحہ	مضامین
۲۶۱	کیفیت طعام
۲۶۴	کیفیت لباس
//	کیفیت فرش
۲۶۸	خصائص حضرت علیؑ
۲۷۰	اوّلیات حضرت علیؑ
۲۷۲	مراتب حضرت علیؑ
//	محبوبیت حق
۲۷۵	محبوبیت رسول
۲۷۷	ظہور معجزات نبویؐ در حق حضرت مرتضویؑ
//	وقت روانگی بطرف یمن
۲۷۸	حفظ قرآن مجید
۲۷۹	حفظ احادیث
//	دفع درد چشم

صفحہ	مضامین
۲۷۹	دفع تکلیف صیف و شتا
۲۸۰	دفع درد پا
//	دفع اوجاع
۲۸۱	شفائے امراض
//	برکت اولاد
//	معجزہ رد آفتاب
۲۸۲	اس واقعہ کے متعلق علماء کے اقوال
۲۸۶	اخبار عن الغیب
//	حضرت علیؑ کی مشکلات
۲۸۷	اطلاع جنگ جمل
//	اطلاع جنگ صفین و شہادت حضرت عمار بن یاسرؓ
//	خوارج کی اطلاع
۲۸۸	شہادت کی اطلاع
۲۸۸	کرامات حضرت علیؑ

تم الفہرس

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر علی عبادۃ رواہ اللہ

بحمد خالق البریہ حصہ دوم کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل ابی الحسن

جسمیں حضرت ہارون منزلت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ذاتی حالات متعلق بہ فضیلت مثل فضائل علمی و عملی و خصائل و خصائص و کرامات وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے

مؤلفہ

جرعہ نوش بادۂ خم غدیر، مدہوش میخانۂ تولائے جناب امیر، غوشہ چین گلستان پیغمبر مخمور خُب ساقی کوثر مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر لازال کاسمہ مسمی الحیدر الصفدر

حسب فرمائش

مخزن صدق و صفا، معدن حب و ولا، صدف ارادت و عقیدت را، بے بہادر نواب محمد عبد الکریم خانصاحب بہادر دام بالمجد التفاخر تعلقدار باسط نگر متعلقہ شاہ آباد ضلع ہردوئی

باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر مدینہ برقی پریس بجنور طبع گردید

هو العلی الاعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی فضّل نبیّہ محمدًا علی سائر الانبیاء وفضّل نبیّہ علیًا علی جمیع الاولیاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وخیر خلقہ الذی قال فی حق وصیّہ وحبیبہ لحمک لحمی ودمک دمی وانت منی وانا منک للاستعلاء فیالہ العز والمجد والفضل والبہاء وعلی آلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء ما دام للشمس والقمر نورٌ وضیاءٌ۔

اما بعد بندۂ احقر محب اہلبیت النبی الاطہر علی حیدر حشرہ اللہ تعالیٰ فی زمرۃ موالی القنبر ابن حضرت قدر قدرت وحی حیدر الصفدر مولانا حافظ شاہ **علی انور** قلندر قدس سرہ الاطہر۔ وخوشہ چین خرمن فضل وفیض آگین حضرت وارث الانبیاء محب المرتضیٰ مولانا شاہ **حبیب حیدر** قلندر مدظلہ العالی عارض مدعا ہے کہ یہ جلد ثانی کتاب مستطاب **السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ** کی بیان فضائل جناب امیر المومنین **علی مرتضیٰ** کرم اللہ وجہہ میں بعد مبحث تفضیل ومفاضلہ واقسام فضائل مثل فضائل علمی وعملی تعلیمی وذہنی۔ صوری ومعنوی وفضائل جسمی ظاہری وباطنی وفضائل خارجی کسبی ووہبی وخصائل وخصائص وکرامات کو بالتفصیل مع بیان جرح وتعدیل حاوی ہے اس جلد میں مخصوص طور پر انہیں امور کا بیان ہے۔

ناظرین اس سے معلوم کرسکیں گے کہ ذات مجمع الصفات مولائے کائنات کیسی جامع فضائل تھی ان امور کو معلوم کرکے ہر عالم وجاہل شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ رسول برحق نے مولائے کائنات کو جس طرح کے فضائل وخصائص عطا فرمائے تو جناب ممدوح الشان اسی کے شایان شان بھی تھے باوجود اس قسم کے فضائل کے بنی امیہ کا سب وشتم عجب حالت رکھتا ہے سوائے اس کے کیا کہا جائے ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب ز روم ۔۔۔ ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

اس جلد کا نام **نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن** ہے اللہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم و اہلبیت ذوالفضل العظیم شرف قبولیت سے مشرف کرے اور اس کو باعث نجات و حسن خاتمت فرمائے واللہ علیٰ ما نقول وکیل وھو الھادی الیٰ سواء السبیل ۔

سریر آراست اندر دل جہاں پور شہنشاہے — علی نامے نبی شانے سلیماں عزت و جاہے
امیر فاتح باب ولایت مرجع دوران — علی مرتضیٰ قرآن ناطق حجۃ اللہ لہٗ
امام العارفین صفدر امیر المومنین حیدر — جہاں آرا بہادر افسر اعجب شاہے است فیجاہے
حبیب مصطفیٰ مولائے عالم راحت جانہا — درخشان زو ست قلب تیرہ ام مثل شب ماہے
فروزاں گشت جاں و دل گلستاں گشت آب و گل — نظر فرمود یک ساعت چو برمن عرش خرگاہے
ضیا بخشے گہر پاشے جمیل عشق افزاے — تصدق بر رخ پاکش ہمہ از مہر تا ماہے
بہ تمثیل صفات انبیا ضرب المثل ذاتے — علی مشکلکشا نفس نبی نور و یداللہ لہٗ
ہمہ دلہا گرفتارش ہمہ جانہا خریدارش — ہمہ عالم طلبگارش فتادہ بر سر راہے
وصالش عاشقان را نعمت کونین بخشاے — جمالش طالبان را فرح بخش و مشعل راہے
قلوب المومنین را عرش فرمود است پیغمبر — تراعرش قلوب عارفان گشتہ گذرگاہے
گدایان در اقدس شرف دارند بر شاہان — بہشتاقان ہمی بخشند خوش عیشے بہ یک آہے

تو لایش حیات من تمنایش نجات من
فدایش باد ذات من علیہ رحمۃ اللہ لہٗ

مقدمہ در بحث فضیلت

ایک شخص کو کسی خاص صفت کے یا صفات مختلفہ کے مجموعہ کے باعث دوسرے پر ترجیح حاصل ہونے کو فضیلت کہتے ہیں۔ جب یہ کہا جائے گا کہ زید عمرو سے افضل ہے تو اُس سے یہہ سمجھا جائیگا کہ زید کو ہر طرح پر اور ہر قسم کے صفات میں عمرو پر ترجیح حاصل ہے یعنی اگر کسی صفت میں زید اور عمرو کا موازنہ کیا جائے تو زید ہی عمرو سے افضل نکلے۔ بعضوں نے افضل کی یہہ تعریف کی ہے کہ افضل وہ ہے جو ہر طرح کی فضیلت اور ہر قسم کے اوصاف حمیدہ کا جامع ہو۔ ہر قسم کے علوم کا عالم اور تمام عبادت اور اخلاق اور شرافت اور حسب ونسب میں کامل ہو۔ اکثر بلا خیال موازنہ کل صفات کسی خاص صفت میں بھی تفضیل مراد لی جاتی ہے یعنی ایک شخص کو اگرچہ تمام اوصاف میں ترجیح ہوتی ہے لیکن دوسرا کسی خاص صفت میں اُس سے مرجح سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے افضل کی یہہ تعریف کی ہے کہ

اکثر ثواباً من عند اللہ بما کسب من خیر — نیکی کے ذریعہ سے خدا سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا

جسکو خدا کے نزدیک زیادہ ثواب ہو وہی افضل سمجھا جاتا ہے اگرچہ دوسرے امور میں وہ دوسروں سے کم ہی کیوں نہو۔

فضیلت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختصاصی دوسری جزئی۔ فضیلت اختصاصی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو یا کسی چیز کو محض اپنے فضل وکرم سے بلا کسی عمل وعبادت کے عطا فرمائے اور اُس کو اُس کے ہمجنس پر ترجیح بخشے۔ جس طرح کہ اُس نے ناقۂ حضرت صالح کو تمام اونٹوں پر اور کعبہ شریفہ کو تمام عالم کی مساجد پر فضیلت عطا فرمائی اس فضیلت کی وجہ کبھی عقل میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے جیسے حجر اسود کی فضیلت دوسرے احجار پر جس کی وجہ دریافت کرنے سے عقل انسانی قاصر نظر آتی ہے۔

فضیلت اختصاصی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اصلی جیسے حجر اسود کی فضیلت دوسرے طفیلی جیسے اُس مینڈھے کی فضیلت جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوا۔

فضیلت جزئی وہ ہے جو عمل کے صلہ میں کسی کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہو اُسکی کئی قسمیں ہیں

انواع فضیلت

یہی فضیلت محل تنازع ہوا کرتی ہے۔ فضیلت دینے میں اوس کے تمام اقسام پر اولاً نظر غائر ڈالنا چاہئے اور متنازعین میں جو حق بجانب ہو اُس کو اختیار کرنا چاہئے تفضیل بوجہ عمل سات وجہوں سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہی معیار فضیلت بھی قرار دئے گئے ہیں۔

(۱) ماہیت عمل۔ یعنی ایک شخص کا عمل دوسرے کے عمل سے ذاتاً افضل ہو جیسے فرائض ادا کرنے والے کا عمل نوافل ادا کرنے والے کے عمل سے افضل ہوا کرتا ہے۔

(۲) نیت عمل۔ یعنی دو آدمیوں کا عمل ایک ہی ہو لیکن اغراض مختلف ہوں۔ ایک محض بغرض رضائے الٰہی عمل کرے اور دوسرا لوگوں کو دکھانے کے لئے

(۳) کیفیت عمل۔ یعنی ایک شخص ایک عمل کو اُس کے پورے آداب کے ساتھ کرے اور دوسرا بے پروائی کے ساتھ تو عمل میں اگرچہ دونوں شریک ہونگے لیکن پہلے کو فضیلت حاصل ہوگی۔

(۴) مقدار عمل۔ یعنی عمل میں کمی یا زیادتی جیسے کہ ایک شخص متعدد حج کر چکا ہو اور دوسرے نے صرف ایک ہی کیا ہو۔

(۵) فضیلت زمانی۔ جو بوجہ تقدیم و تاخیر زمانہ کے حاصل ہو۔ اس لئے وہ شخص جس نے کہ ابتداء اسلام یا قحط سالی میں مسلمانوں کی دستگیری کی اُس سے افضل سمجھا جائیگا جس نے قوت اسلام یا قحط فرو ہونے کے بعد ایسا عمل کیا ہو اسکا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بہ ایں الفاظ فرما دیا۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح	تم میں سے کوئی اُن کی برابر نہیں ہیں جنہوں نے قبل فتح
وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین	خرچ کیا اور قتال کیا وہ لوگ اُن لوگوں سے زائد عظیم الشان
انفقوا من بعد وقاتلوا	ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور قتال کیا

اسی وجہ سے سابقین اسلام کو اور سب پر فضیلت حاصل ہوئی کہ

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار	سابقین اولین میں مہاجرین و انصار ہیں

(۶) مکان عمل۔ یعنی جگہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو جس طرح کہ ایک نماز حرم کعبہ یا مسجد

نبوی میں پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۷) کبھی امور خارجیہ کی اضافت سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھنا تنہا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے جو اعمال نیک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حضرات صحابہؓ سے واقع ہوئے وہ دوسرے اوقات کے اعمال سے بدرجہا بہتر اور افضل سمجھے گئے۔

فضیلت اختصاصی ہو یا جزئی اُس کا نتیجہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ اول فاضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہونا۔ دوسرے فاضل کا درجہ دنیا و آخرت میں بہ نسبت مفضول کے بلند ہونا۔ اگر فضیلت سے یہ دونوں نتیجہ نہ پیدا ہوں تو لفظ فضل محض بے معنی لفظ ہوگا۔

اگر کثرت ثواب معیار فضیلت قرار دیا جائے تو اُس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اول فضیلت اصلی یعنی ایک شخص میں وجہ فضیلت پائی جائے اور دوسرے میں نہو جیسے ایک عالم ہو دوسرا جاہل۔ دوسری فضیلت زائدہ یعنی ایک شخص بہ نسبت دوسرے کے وجہ فضیلت زائد رکھتا ہو مثلاً ایک عالم ہو دوسرا اعلم اس دوسری قسم کو مفاضلہ بھی کہیں گے۔ اور یہ اُس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ دو چیزیں ایک ہی امر میں ایک ہی حالت سے شریک ہوں۔ اگر وجہیں مختلف ہوں تو مفاضلہ ثابت نہیں ہوتا۔ غرضکہ مفاضلہ میں شرکت وجہ ضروری چیز ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس وصف میں دو شخص شریک ہوں اُن دونوں میں کون سا افضل سمجھا جا سکتا ہے۔ تو یہ بحیثیت اشتراک وجہ کہا جا سکتا ہے اگر وجوہ مختلف ہوں تو مفاضلہ کسی صورت میں ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ناقہ صالح علیہ السلام افضل ہے یا رمضان اسلئے کہ وجہ مفاضلہ متحد نہیں ہو سکتی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جناب امیرؓ افضل ہیں یا حضرت ابوبکرؓ کیونکہ وجہ مفاضلہ میں یہ دونوں شریک ہیں۔ اگر شرکت نہ ہوتی تو یہ بحث لائق بحث ہی نہ ہوتا۔ اور جب مفاضلت کے وجوہ ہفت گانہ میں تعارض واقع ہو تو آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ کے مطابق احق و اولےٰ بالاعتبار کی فضیلت پر یقین کرنا پڑیگا۔ یہ امر شریعت سے ثابت ہی ہے کہ عمل کی کمیت کا اعتبار کیفیت کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔ زمان عمل کے سامنے یہ دونوں باتیں غیر وقیع ہیں جس کے متعلق آیت قرآنی لا یستوی منکم

خود ناطق ہے۔

یہ امر بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے جو اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کئے وہ بوجہ معیت آنحضرتؐ اُن اعمال سے جو اوروں نے بعد رحلت آنحضرتؐ کئے بہت افضل اور اعلیٰ ہوئے۔ اسی وجہ سے انس ابن مالک۔ ابوامامہ باہلی۔ عبداللہ ابن بشر۔ عبداللہ ابن الحارث۔ سہل۔ ابن سعد ساعدی۔ جابر ابن عبداللہ انصاری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرصہ دراز تک زندہ اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔ خلفائے راشدین کے ہم پلہ نہیں ہوئے۔ جو ذوات مقدسہ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت افضل و اعلیٰ تھے وہی بعد وفات بھی بشرط اعمال صالحہ افضل و اعلیٰ رہے۔

صحابہ میں تقدیم و تاخیر اسلام بھی باعث فضیلت ہے ملاحظہ ہو آیات کلام اللہ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار اور السابقون السابقون اولئك المقربون فى جنات النعيم یعنی پیشقدمی کرنیوالے اسلام میں سبقت کرنیوالے ہیں اور وہی مقربین سے ہیں اور جنات نعیم میں رہنے والے ہیں اسی اعتبار پر حضرت خدیجہ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت زید ابن حارثہ جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ (حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق کے سبقت اسلام کے متعلق مفصل بحث کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ کے جلد اول احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں دیکھنا چاہیئے) اُن کے بعد وہ جلیل القدر اصحاب ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے پھر اہل عقبہ۔ پھر اہل بدر۔ پھر اُحد سے لے کر صلح حدیبیہ تک جن کے لئے نزول آیت سکینہ ہوا۔ اسکے بعد بالقطع پھر کوئی ایسا مشہد نہیں جو مدار فضل سمجھا جائے اس لئے کہ پھر اکثر منافق اور مؤلفۃ القلوب بھی مسلمان ہوگئے تھے۔ ملاحظہ ہو آیت کلام اللہ

وممن حولكم من الاعراب منافقون و	اور تمہارے گرد و نواح منافق ہیں اور بعض مدینہ والے
من اهل المدينة مردوا على النفاق	نفاق پر اصرار کر رہے ہیں۔

اُن لوگوں کی فضیلت قابل بحث نہیں خلفائے اربعہ میں باہمی فضیلت البتہ قابل بحث ہوسکتی ہے اس لئے کہ یہی لوگ بالاتفاق سابق الاسلام تھے۔

فضیلت دو طرح پر ثابت کی جا سکتی ہے عقلاً یا نقلاً۔ فضیلت (مافی البحث) کا عقلی کوئی ثبوت نہیں جو قطع حجت کر سکے۔ اب رہی فضیلت نقلی تو اس کے جانچنے کے دو طریقہ ہیں۔ اول نص شارع دوم تتبع احوال[1]۔ اس امر میں کہ فضیلت منصوص ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ یہہ بالاجماع ثابت ہے کہ افضیلت متعین نہیں اور نہ کوئی نص پائی جاتی ہے۔

افضیلت بمعنی کثرت ثواب پر بھی عقلاً طریق استدلال حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہہ مسئلہ نقل سے مستند سمجھا جا سکتا ہے۔ یہہ ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کے ساتھ عمل ہی کا لگاؤ ہوتا کہ مجرد ظن اس کے لئے کافی سمجھا جائے کیونکہ احکام عملیہ کے لئے ظن ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت یہہ مسئلہ علمی یعنی اعتقادی ہے جس میں جزم اور یقین مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن طرفین کے نصوص باہم متعارض ہونے کی وجہ سے قطعیت کا فائدہ نہیں بخشتے۔ قطع نظر متعارض ہونے کے وہ نصوص آحاد وظنی الدلالۃ بھی ہیں۔ نہایت امر یہہ ہے کہ وہ نصوص اسباب کثرت ثواب کے اختصاص پر دلالت کرتے ہیں لیکن کثرت ثواب کے اسباب کا مترتب ہونا قطعاً موجب ثواب نہیں ہو سکتا صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ اجر اور ثواب خدا کی مہربانی پر موقوف ہے نہ کسی خاص سبب پر۔ اگر خدا چاہے تو ایک غیر مطیع کو ثواب عطا فرمائے اور مطیع کو محروم رکھے۔

اب رہا یہہ امر کہ تفضیل قطعی ہے یا ظنی اس میں علما مختلف ہیں۔ ابوالحسن اشعری قطعیت کے قائل ہیں۔ اور ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین ظنی ہونے کے۔ علامہ سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ تفضیل ایک امر اجتہادی ہے اسکے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں۔ امام غزالی بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حقیقت فضل خدا کو معلوم ہے اور سوائے رسول اللہ کے اس پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔ شارح مواقف لکھتے ہیں کہ فضیلت کا مسئلہ ایسا نہیں جس سے جزم ویقین کا خیال کیا جائے امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے۔ مگر وہ بھی افضیلت کا قطعی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مفضول کی امامت افضل

[1] شروع سے لیکر یہاں تک یہہ تمام عبارت رسالہ سراالجلیل فی بحث التفضیل مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اقتباساً ماخوذ ہے سراالجلیل فتاوے حضرت شاہ صاحب میں تمام مطبع ہوگیا ملاحظہ ہو۔ جلد دوم فتاوے عزیزی صفحہ ۱۹۴ معہ ترجمۂ اردو سرور عزیزی اسکے علاوہ یہ رسالہ علیحدہ بھی طبع ہوا ملاحظہ ہو از صفحہ تا صفحہ ۱۲

کی موجودگی میں ہم اہلسنت والجماعت کے یہاں جائز ہے اس کا ناجائز ہونا قطعی نہیں۔ ہم نے سلف کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ۔ ہمارا سلف کے حق میں گمان نیک ہے اور یہ فعل اس امر کا مقتضی بھی ہے کہ اگر اُن کی پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ ہم کو اس اعتقاد کا حکم نہ دیتے ہم اُن کے پیرو ہیں اس امر میں ہم پر اون کا اتباع واجب ہے اور ہم اُس کی اصل حقیقت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ آمدی کا قول ہے کہ تفضیل سے مراد ایک شخص کی خصوصیت ہے دوسرے شخص سے کسی خاص صفت میں خواہ وہ اصلی فضیلت ہو یعنی ایک میں وہ فضیلت پائی جائے اور دوسرے میں نہ ہو جس طرح صفت علم کی وجہ سے عالم جاہل سے افضل ہوتا ہے کیونکہ صفت علم عالم میں پائی جاتی ہے نہ کہ جاہل میں۔ یا اُس کو بسبب کسی خاص وجہ کے زیادہ ہونے کے فضیلت حاصل ہو یعنی دونوں ایک ہی صفت میں شریک ہوں مگر وہ صفت ایک میں زائد ہو دوسرے میں کم جیسے علم عالم سے بوجہ صفت علم کے زیادہ ہونے کے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابۂ کرام میں کسی کی فضیلت کے بارہ میں کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے کیونکہ جو فضیلت ایک صحابی کے لئے ثابت کی جاتی ہے اکثر اُس میں دوسرا بھی شریک پایا جاتا ہے اگر بالفرض شریک نہیں پایا جاتا تو کسی اور ایسی فضیلت سے ممتاز نظر آتا ہے جس سے اُس کی فضیلت دوسرے کی فضیلت کے مقابل پڑ جاتی ہے۔ اور کثرت فضیلت سے ترجیح نہیں دیجا سکتی اس لئے کہ ممکن ہے ایک ہی فضیلت بہ باعث شرف بہت سی فضیلتوں پر راجح ہو اور اُسے منجانب اللہ زیادہ ثواب حاصل ہوا ہو لہٰذا افضلیت پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا اسلئے کہ سلف میں خلفائے اربعہ کی فضیلت کے بارہ میں متقدمین اہلسنت والجماعت مختلف تھے اکثر لوگ فضلہم علی ترتیب الخلافت کے قائل تھے اور ترتیب خلافت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے افضل سمجھتے تھے پھر حضرت عمر فاروق کو پھر حضرت عثمان غنی کو پھر حضرت علی مرتضیٰ کو۔ بعض لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو افضل سمجھتے تھے لیکن حضرت عثمان اور حضرت علی کو برابر سمجھتے تھے۔ امام مالک کا یہی عقیدہ تھا محقق دوانی علامہ جلال الدین شرح عقائد میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک افضلیت

اختلاف دربارۂ فضیلت

برترتیب خلافت ہے۔ امام مالک سے توقف مابین حضرت عثمان و حضرت علی منقول ہے۔ امام الحرمین کا قول ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں پھر ظنوں درمیان حضرت عثمان و حضرت علی باہم متعارض ہیں۔

فخر الاسلام حسن بزدوی کہتے ہیں کہ بعض اہلسنت والجماعت ان دونوں کو برابر سمجھتے ہیں چنانچہ امام ابی حنیفہ سے بھی یہی مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت نہیں دیتے تھے[1]

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ابوعمر کا قول ہے کہ اہلسنت نے مابین حضرت علی و حضرت عثمان توقف کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو فضیلت نہیں دیتے ہیں انہیں لوگوں میں سے مالک ابن انس و یحیٰی ابن سعید قطان بھی تھے۔ کوفہ کے اہلسنت والجماعت مثل سفیان ثوری کے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے۔ تدریب الراوی صفحہ ۲۰۷ میں بھی ہے کہ کوفہ کے لوگ جن میں سفیان ثوری بھی ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۸ میں بروایت ہارون ابن اسحاق یحیٰی ابن معین کا قول لکھتے ہیں کہ جو شخص ابوبکر و عمر و عثمان و علی کہتا ہو اور علی کی سابقیت و فضل کا معترف ہو وہ اہلسنت والجماعت سے ہے۔

تکمیل الایمان صفحہ ۴۰ میں ہے کہ ابوبکر ابن خزیمہ بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے امام یافعی کا مسلک ان کے قصیدہ مجادی الاطفان فی تفضیل علی علی عثمان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور امام مالک کا بھی ابتدا میں یہی مسلک تھا۔ اکثر علما نے لکھا ہے کہ امام مالک ابتدا میں تفضیل علی علی عثمان کے قائل تھے بعد میں توقف کی طرف مائل ہو گئے۔ امام یافعی لکھتے ہیں[2]

بعد تفضیلنا الشیخین معتقدی تفضیله قبل ذی النورین فی بالی

تفضیل شیخین کے بعد میرا قلبی اعتقاد تفضیل علی علی عثمان پر ہے

بستان المحدثین صفحہ ۴۱ مولفہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر محدثین مثل حاکم وغیرہ کے بھی اسی کے قائل تھے۔ اس سے زیادہ ثبوت ایک اور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر

---

[1] یہ عبارت ردالمحتار فصل امامت و مسئلہ تفضیل شیخین صفحہ ۳۴۲ سے ملتقط ہیں اور استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۰ میں بھی ہے ۲

[2] مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۲

کا بھی یہی مسلک تھا چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۸۶ میں ہے۔

عن سعد ابن عبیدۃ قال جاء رجل الی ابن عمر فسئلہ عن علی فذکر محاسنہ قال ھو ذاک بیتہ اوسط بیوت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال لعل ذاک یسوءک قال اجل قال فارغم اللہ بانفک انطلق فاجھد علیّ جھدک

سعد ابن عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (نافع ابن ارزق) عبداللہ ابن عمر کے پاس آیا اوس نے حضرت علی کے متعلق پوچھا آپ نے اُن کی خوبیاں بیان کیں اور کہا کہ علی ایسے تھے کہ اُن کا گھر آنحضرتؐ کے مکانوں کے درمیان تھا پھر کہا کہ شاید تجھ کو یہ بُرا لگتا ہے اُس نے کہا ہاں ابن عمر نے فرمایا اللہ تیری ناک خاک آلود کرے جا تجھ سے جو کچھ ہو سکے میرے لئے کرے اُس میں کچھ کمی نہ کرنا۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی فضیلت میں اسلاف مختلف المذاہب تھے۔ عبدالرزاق سے مروی ہے کہ معمر کا قول ہے اگر کوئی شخص حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر سے افضل کہے تو میں اُس کو مارنے نہ ہونگا اور نہ اُس پر سختی کروں گا۔ اسی طرح اگر حضرت علی کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر فضیلت دے تو بھی میں سختی نہ کرونگا بشرطیکہ ان سب سے محبت رکھے اور اُن کی مدح وثنا کرتا رہے۔ خطابی نے بھی اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ

ابوبکر خیر من علی وعلی افضل من ابی بکر۔ ابوبکر علی سے بہتر ہیں اور علی ابوبکر سے افضل ہیں[۱]

امیر محمد ابن اسمٰعیل یمانی رسالہ الروضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل ایسا مسئلہ ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ محدثین اور معتزلہ سے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ تفضیل برترتیب خلافت ہے اور حضرت علی کا فضل میں چوتھا مرتبہ ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جو حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتے ہیں اور اُن کو تیسرے مرتبہ پر قرار دیتے ہیں اور بعض ائمہ معتزلہ اور ایک جماعت ائمہ آثار مثل حاکم ونسائی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ حضرت علی بعد آنحضرتؐ کے افضل اُمت ہیں اور یہی حق ہے

[۱] تکمیل الایمان صفحہ ۴۰

حاکم و نسائی کو لوگوں نے بوجہ تعصب کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا۔ ابوعبداللہ حاکم مصنف مستدرک علی الصحیحین کے متعلق ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۴۸ میں لکھتے ہیں کہ ابوطاہر ناقل ہیں کہ میں نے ابواسمٰعیل انصاری سے حاکم کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگے کہ حاکم حدیث میں ثقہ ہیں مگر رافضی خبیث ہیں۔ پھر ابن طاہر کہتے ہیں کہ حاکم متعصب شیعہ تھے تقدیم اور خلافت میں تو اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے مگر معاویہ اور اُس کی اولاد سے منحرف تھے ذہبی کا قول ہے کہ میرے نزدیک شیعی تھے رافضی نہیں تھے امام نسائی کے حال میں ابن خلکان نے تاریخ میں لفظ وکان تشیع لکھا ہے حالانکہ اُن کی شیعیت یہی تھی کہ وہ حضرت علی کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اسی میں اُن کی جان گئی (ملاحظہ ہو بستان المحدثین صفحہ ۱۱۱)

علامہ تاج الدین سبکی شافعی طبقات الکبرے میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ مسلک تھا کہ حضرات حسنین کو بوجہ جزئیت بضعۃ الرسول کے خلفا سے افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی خصائص میں لکھتے ہیں کہ امام علم الدین عراقی کا قول ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ زہرا اور اُن کے بھائی ابراہیم ابن رسول اللہ بالاتفاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام مالک کا قول ہے کہ بضعۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایک کو فضیلت حاصل نہیں[1]۔

علامہ ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر میں اختلاف رہا کہ بعد الانبیاء افضل الناس کون ہیں بعض اہلسنت و معتزلہ و مرجیہ اور تمام شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ اس اُمت میں آنحضرتؐ کے بعد افضل ترین شخص علی ابن ابیطالب ہیں اس قول کو تصریحاً ہم نے بعض صحابہ اور جماعت تابعین و فقہا سے روایت کیا ہے۔ اور جمیع خوارج اور بعض اہلسنت و معتزلہ و مرجیہ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکر و حضرت عمر تمام صحابہ سے افضل تھے (جلد ۴ صفحہ ۱۱۲)

ان بیانات سے یہ امر ضرور واضح ہوتا ہے کہ مسئلہ تفضیل فی نفسہٖ جس کی یہ حالت ہے کہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہ حضرت جعفر ابن ابیطالب کو آنحضرتؐ کے بعد افضل الناس سمجھتے تھے۔ خالد ابن الخذاء عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ نے ابوہریرہ سے سُنا

[1] تکمیل الایمان صفحہ ۴۰ [2] یہ اموی یزیدی موالی یزید بن ابی سفیان سے تھے ان کا تفصیلی حال تذکرۃ الحفاظ الذہبی جلد ۳ صفحہ ۲۴۱ میں ہے جس سے انکا ثقہ و صدوق و معتبر و معتمد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کے بعد کسی کو جعفر ابن ابی طالب سے افضل نہیں پایا۔ اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا اسکے اسناد حسن ہیں یہہ واقعہ اصابہ جلد ا صفحہ ۲۲۸ واستیعاب جلد ا صفحہ ۸۲ میں بھی موجود ہے

حضرت عثمان حضرت زبیر ابن العوام کو تمام سب پر فضیلت دیتے تھے۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵ میں حضرت عثمان کا قول حضرت زبیر کے متعلق یوں مرقوم ہے کہ

انہ لاخیرھم واحبھم الی رسول اللہ	یہہ (زبیر) اُن لوگوں میں بہتر اور محبوب تر آنحضرتؐ کے
رواہ احمد والبخاری فی الصحیح	نزدیک ہیں اسکو امام احمد اور بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا

اس کے متعلق ابن حجر عسقلانی فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ داؤدی کا قول ہے کہ خیرۃ سے مراد حسن خُلق ہے۔ اگر یہ ظاہر الفاظ پر محمول کیا جائے تو اس میں قول حضرت عبداللہ ابن عمرؓ

ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ	پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرتے ہیں اور
وسلم لانفاضل بینھم۔	اُن میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے ہیں

نہیں وارد ہوگا۔ کیونکہ یہہ کل صحابہ کے لئے ہے بعضوں نے بعض کو تفضیل دی ہے جیسے حضرت عثمانؓ نے حضرت زبیر کو فضیلت دی۔ اگر حضرت ابن عمر کے قول سے تعمیم زمان آنحضرتؐ سمجھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اصابہ واستیعاب جلد ا صفحہ ۲۰۸ واسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ میں ہے کہ حسان ابن ثابت نے بھی حضرت زبیر کو تمام سب پر فضیلت دی۔ جس طرح حضرت ابوہریرہ نے جعفر ابن ابیطالب کو تفضیل دی۔ استیعاب جلد ا صفحہ ۲۰۸ میں بروایت محمد ابن بشار مرقوم ہے کہ ابواسحاق سبیعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں جس میں بیس سے زیادہ صحابہ تھے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے نزدیک سب سے بزرگ کون تھا سب نے کہا علی ابن ابیطالب اور زبیر ابن العوام۔ فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۱۶ میں ہے کہ تاریخ بخاری ومسند ابویعلی میں بطریق ابن اسحاق حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ انصار میں تین شخص تھے جن کو علاوہ کسی ایک پر بھی فضل کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا وہ تینوں بنی عبدالاشہل میں سے تھے سعد ابن معاذ اُسید ابن حضیر عباد ابن بشر۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی بھی فضل میں انکا ہم پلہ نہ تھا۔[۱] اُسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۹۲

[۱] اصابہ جلد ا صفحہ ۴۸ ترجمۂ اُسید و جلد ۳ صفحہ ۸۸

میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اُسید کی تعظیم کرتے اور کسی کو اُن پر مقدم نہ کرتے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ ۴۲۶ میں ہے کہ ابن جعفر جریر طبری و ابوالعباس محمد ابن اسحاق سراج بروایت عبداللہ ابن زبیر حضرت عائشہ کا قول لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد مسلمانوں میں کوئی سعد ابن معاذ و اُسید ابن حُضیر و عُبّاد ابن بشر سے افضل نہ تھا۔ مستد امام احمد[1] و اصابہ سے حضرت ام سلمہ کا قول وقت تزویج آنحضرت بعد انتقال ابوسلمہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابوسلمہ کو بہتر سمجھتی تھیں اُن کا قول کہ دمن خیر من ابی سلمۃ یعنی ابوسلمہ سے بہتر اور کون ہے اسی امر پر دال ہے۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ ابن مسعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ اُن کے شاگرد مسروق و تمیم و ابراہیم نخعی کسی صحابی کو اُن پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ حافظ عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ تمیم ابن حزام سے مروی ہے کہ میں اصحاب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن میں نے کسی کو ابن مسعود سے زیادہ زاہد و صالح نہیں پایا۔ اس حدیث کو علامہ بغوی نے بھی معجم میں روایت کیا[2]۔ طبرانی معجم اوسط میں بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو فاطمہ سے افضل علاوہ اُن کے باپ کے نہیں پایا یہ روایت زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں بھی موجود ہے۔ حاکم مستدرک میں اور بغوی معجم کبیر میں سعید ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس اس اُمت کے بہترین شخصوں میں سے ہیں آنحضرت کے وارث اور چچا ہیں۔ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی سندیں صحیح ہیں یہ روایت زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۸۳ میں بھی موجود ہے استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ میں ہے کہ مالک ابن انس کا قول ہے کہ مدینہ میں حضرت عمر کے بعد ہمارے نزدیک امام الناس زید ابن ثابت تھے اُن کے بعد عبداللہ ابن عمر۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶ و اُسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ حضرت عمر جب اُسامہ کو دیکھتے تو عبداللہ ابن عمر سے فرماتے کہ اے ابن عمر یہ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ آنحضرت کے حضور میں محبوب تھے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۷۶ و اُسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۶ میں ہے کہ حضرت عمر سالم مولے خذیفہ کی بہت تعریف کرتے تھے ایسا کہ اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ اگر

[1] مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ و صفحہ ۳۱۶ احادیث ام سلمہ [2] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۵ [3] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۰

سالم زندہ ہوتے تو میں مجلس شوریٰ نہ کرتا۔ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۶ میں ہے کہ حضرت عمر ابی ابن کعب کو سید المسلمین فرماتے تھے۔ اسی طرح کے اور بہت سے ارشادات ہیں جن سے تفاضل مابین اصحاب نبی ثابت ہوتا ہے

جناب علی مرتضیٰ کی فضیلت کا ثبوت احادیث صحیحہ و آثار صحابہ سے ملتا ہے سب سے قطع نظر کر کے حدیث منزلت

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ — تم میرے لئے بمنزلہ ہاروں کے ہو جو موسیٰ کے لئے تھے

جو ائمہ حدیث کے نزدیک اثبت الاخبار اصح الاسناد خبر متواتر متفق علیہ ہے جس کی شرح امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت کا اثبات بلا تعرض دیگر صحابہ پر ہوتا ہے اور اس سے اُن کی خلافت پر استدلال نہیں ہو سکتا (جلد ۲ شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۷۸)

خطیب تاریخ بغداد میں طریف ابن عبداللہ موصلی کے حال میں لکھتے ہیں کہ حکیم بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابو جحیفہ وہب ابن الخیر سے سُنا کہ آپکے جد حضرت علی نے برسر ممبر ارشاد فرمایا کہ بعد آنحضرتؐ کے اس اُمت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں جناب امام نے ارشاد فرمایا کہ ہم سے سعید ابن المسیب نے بیان کیا کہ آنحضرت نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ویسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ یہ کہہ کر امام نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ اپنی کسر نفسی کیا کرتا ہے (جلد ۹ صفحہ ۳۶۵)

صحابہ میں سے حضرت عباس کا قائل تفضیل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حافظ خطیب تاریخ بغداد میں قاضی شریک کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک مرتبہ مہدی عباسی کے پاس گئے۔ مہدی نے اِن سے پوچھا کہ تم علی کے حق میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا جو تمہارے اجداد حضرت عباس اور عبداللہ ابن عباس اون کے حق میں کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں پوچھا وہ کیا کہتے تھے کہا کہ حضرت عباس کا ہمیشہ یہی اعتقاد رہا کہ علی تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ وہ یہ دیکھتے تھے کہ اکابر مہاجرین کو عبادات میں جو مشکلیں پیش آتی تھیں وہ حضرت علی ہی سے حل کرتے تھے۔ اور عبداللہ ابن عباس تمام لڑائیوں میں حضرت علی کے تابع اور اُن کی فوج کے سردار رہے اگر اُن کی امامت جابرانہ سمجھتے تو سب سے پہلے وہی اُن کی شرکت سے کنارہ کش ہو جاتے۔ مہدی یہ سنکر خاموش ہو گئے (جلد ۹ صفحہ ۲۹۲)

عبداللہ ابن عباس کے متعلق استیعاب میں ہے کہ حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ تمہارے دوست علی خلق سے بہتر ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں میں یہ بوجہ سابقیت و علم و قرابت و صہریت کے کہتا ہوں (جلد ۲ صفحہ ۴۸۰)

فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی تفضیل کے قائل صحابہ میں سے عبداللہ ابن مسعود بھی تھے جیسا کہ اُن سے بسند صحیح مروی ہے ان علیا افضلهم یعنی حضرت علی اُن میں افضل ہیں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی موید وہ حدیث ہے جو بزّار نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہم کہا کرتے تھے اہل مدینہ میں افضل علی ابن ابیطالب ہیں۔ اس کے رجال موثق ہیں پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ امر بھی محمول ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس کو بعد شہادت حضرت عمرؓ فرمایا ہو (فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۹)

جیسا کہ محب طبری ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ میں بہ روایت امام احمد ابن حنبلؒ کتاب المناقب میں لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔ ابن حجر فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۹ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر والی یہ حدیث ہے۔

کنا نخیر[1] فی زمان رسول اللہ ابا بکر	ہم آنحضرت کے زمانہ میں سب سے اچھا ابوبکر کو جانتے تھے
ثم عمر ثم عثمان ثم نترک الخ	پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو پھر اس ذکر کو ترک کرتے

اس حدیث میں محدثین نے سخت اضطراب ظاہر کیا ہے اور اُس کی مختلف تاویلیں کی ہیں سب سے بہتر تاویل وہ ہے جو ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۵۲۶ میں لکھی ہے کہ نترک سے یہ مراد ہے کہ اہل بدر و اُحد و بیعت الرضوان تمام صحابہ سے افضل ہیں

[1] مولوی وحید الزماں خاں مخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت نکالنا قطعی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایک صحابی کا خیال ہے اور اعتقادیات میں خبر واحد مرفوع بھی کافی نہیں سمجھی جاتی تو خبر موقوف وہ بھی ایک اجتہادی رائے کیونکر کافی ہو گی علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس اثر سے دلیل لی ہے انہوں نے خود اس کے خلاف کیا ہے۔ یعنی اُن میں سے بعضوں نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دی ہے اسکے سوا عبدالرزاق نے اس اثر کو پورا نکالا اُس میں یہ ہے کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا پھر علی کدھر گئے انہوں نے کہا علی تو اہلبیت میں ہیں ہمارا مطلب اُن صحابہ سے تھا جو اہلبیت میں داخل نہیں ہیں ۱۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۔

اور یہہ تفاضل مابین اصحاب ہے نہ کہ اہلبیت اُن کا حکم ان سب سے مغائر ہے۔ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق بعض طرق سے یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ اور علی ابن عمر نے فرمایا کہ علی اہلبیت سے ہیں اُن پر اور کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علی ابن نعیم بصری کہتے ہیں کہ ابن عمر کے سکوت سے نفی فضیلت نہیں اگر اُس شخص کے دریافت کرنے پر بھی سکوت اختیار کرتے تو ممکن بھی تھا۔ علاوہ اس کے افضل الناس من اصحابہ ہے نہ کہ من اہلبیتہ۔ اس کو علامہ ابراہیم شافعی نے الاکتفار فی فضیلۃ اربعۃ الخلفا میں بھی لکھا ہے اور مودۃ اہلبیت القربے میں مرفوعاً حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ خیرہا لکم علی ابن ابی طالب۔ بہترین مردوں میں علی ابن ابیطالب ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ۔ ابو ذر غفاریؓ مقداد ابن الاسودؓ۔ عمار ابن یاسرؓ۔ خبابؓ ابن الارتؓ۔ حذیفہ ابن الیمانؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ زید ابن ارقمؓ بھی فضیلت کے قائل تھے۔ ان سب کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؑ وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے اُن پر دوسروں کو فضیلت نہیں (جلد ۲ صفحہ ۴۷۰)

ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع کے متعلق بھی علامہ ابن عبدالبر استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۵ میں لکھتے کہ یہہ حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے شیخین کی مدح و ثنا کرتے۔ حضرت عثمان کی سخت ہمدردی کیا کرتے۔

حضرت عائشہ کے ارشاد سے اُن کا خود بھی یہی خیال معلوم ہوتا ہے جب لوگوں نے اُن سے حضرت علی کے متعلق پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ وہ بہترین خلق سے ہیں ینابیع المودۃ میں ہے کہ امام احمد کتاب المناقب میں بروایت عقبہ بن سعد العوفی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر سے جب میں نے حضرت علی کے بارہ میں پوچھا تو اونہوں نے فرمایا کہ یہہ خیر البشر تھے (مودۃ ثالثہ صفحہ ۲۴۶ ینابیع المودۃ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲)

لہ ملاحظہ ہو قول المحسن صفحہ ۴۳۱

اِن امور سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتقاد تفضیل بہت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں موجود تھا چونکہ خیر القرون میں ایسا اعتقاد پایا جاتا تھا لہذا اس کو بدعت قرار دینا خود بدعت ٹھہریگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔ منقول ہے کہ خود آپنے حضرت فاطمہؓ سے بعد نکاح فرمادیا تھا کہ میں نے تمہارا نکاح اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے کیا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی کے جلد اول صفحہ ۲۶۸ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کے نکاح کے بیان میں طبقات ابن سعد سے لیکر لکھا ہے جس سے حضرت علی کا خاندان رسول میں افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور خاندان رسول یعنی بنی ہاشم کا تمام قبائل عرب سے افضل ہونا متعدد احادیث مروی مسلم و ترمذی وغیرہ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود و بریدہ ابن الحصیب و حذیفہ ابن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی خیر البشر ہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔ اس حدیث کو امام فخر الدین رازی نے اربعین میں اور ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں روایت کیا۔ سید علی ہمدانی نے رسالہ مودۃ القربیٰ میں اس حدیث کو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ لکھا ہے رسالہ مذکورہ کتاب ینابیع المودۃ مؤلفہ شیخ سلیمان رضوی حنفی قندوزی میں تمام و کمال منسلک ہے (ملاحظہ ہو از صفحہ ۲۴۲ تا صفحہ ۲۶۶)

سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر اپنے آبا کرام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت سے خیر الناس کے متعلق پوچھا گیا آپنے فرمایا کہ

خیرھا واتقاھا وافضلھا واقربھا الی	بہتر اور بڑا متقی اور افضل اور جنت میں قریب ہونیوالا
الجنۃ اقربھا منی ولا اتقی ولا اقرب الی	وہ ہے کہ جو مجھ سے قریب تر ہو اور مجھ سے قریب تر اور
من علی ابن ابی طالب (مودۃ ثالثہ صفحہ ۲۴۷)	بڑا متقی علی ابن ابیطالب سے زائد کوئی نہیں۔

اب رہا یہ امر کہ تفضیل ظنی ہے اور اُسکے ظنی ہونے پر سلف نے اتفاق کر لیا ہے۔ تفضیل بترتیب

لہ امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی ملقب بعلی ثانی نفحات میں ہے کہ یہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے انکے مصنفات بہت مشہور ہیں مرید یہ شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کے تھے تعلیم طریقت شیخ قتی الدین علی سے پائی انکا تفصیلی حال کفوی نے اعلام الاخیار میں لکھا ہے روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضیٰ صفحہ ۲۰۱ میں بھی انکا حال موجود ہے ۱۲ مولف

خلافت قطعی نہیں تو علما اسکے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو بدعتی وغیرہ کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اس کا اثر سلف صالحین تک پہونچیگا۔ لوگوں کا یہ قول کہ فضیلت کے ظنی سمجھنے سے اجماع کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور جو روایتیں کہ فضیلت کے ظنی ہونے کے بارہ میں نقل ہوئیں وہ شاذ ہیں ان کی طرف چنداں توجہ نہیں کیجاسکتی۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اجماع ہوچکا ہے اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہی لہذا افضلیت کو بھی قطعی سمجھنا چاہیئے۔ یہہ امر راستی سے دور ہے اس لئے کہ اجماع کا دلیل قطعی ہونا تو ضرور صحیح ہے۔ لیکن اجماع کے تمام اقسام قطعی نہیں کتب اصول فقہ میں اسکی مفصل بحث موجود ہے۔ قطعی اُس کو کہتے ہیں جس میں بالکل اختلاف نہ ہو اور جسمیں اختلاف ہوا گرچہ وہ اختلاف شاذ ہی ہو وہ ظنی ہی قطعیت کے حد سے نکل جاتا ہے اگرچہ شاذ ہونے کی وجہ سے اختلاف چنداں قابل اعتماد بھی نہو لیکن اس اجماع کا درجہ قطعیت سے گھٹا رہتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر اجماع بھی ہوا ہے تو ظن ہی پر ہوا ہے۔ صاحبان اجماع نے اس کی قطعیت پر حکم نہیں لگایا چنانچہ ہم سابقاً ابوبکر باقلانی امام الحرمین۔ امام غزالی وغیرہ کا اقوال نقل کرچکے ہیں (منقول از روض الازہر صفحہ ۳۵۲)

فضیلت علی در خلافت

اُن بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلہ فضیلت میں بعد از اجماع نہایت امر یہہ ہے کہ اجماع سے ترتیب خلافت کا ثبوت ملتا ہے نہ فضل برترتیب خلافت کا۔ چنانچہ اس سے قبل ثابت ہوچکا ہے کہ سلف کا حضرت عثمان کے احق بالخلافت ہونے پر اجماع اور افضل ہونے پر اختلاف رہا ہے اس سے ثابت یہہ ہوتا ہے کہ قطعیت خلافت سے قطعیت افضلیت ہرگز لازم نہیں آتی ہے۔

طالوت ایک مومن بادشاہ خلیفۂ وقت تھا۔ حضرت داؤد و دیگر انبیا علیہم السلام اس کے عہد میں موجود تھے اور اوسکے تابع حکم تھے کیا کوئی یہہ کہہ سکتا ہے کہ طالوت اِن انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل تھا۔

یہاں پر ایک اعتراض یہہ ہوسکتا ہے کہ جب افضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہوئی تو ہر واجب التعظیم افضل ہوگا۔ کافر و مشرک والدین بھی واجب التعظیم ہیں۔ اسلئے وہ بھی افضل مانے جائینگے۔ کافر کو افضل سمجھنا خلاف شریعت ہے جس کا جواب یہہ ہوسکتا ہے کہ کفار والدین کی تعظیم عرف شرع میں

تعظیم کہلاتی ہے اصطلاح میں اس کو برّ و احسان کہتے ہیں شرع میں کفار والدین کی تعظیم جائز نہیں بلکہ اس سے برأت واجب ہے شرعی تعظیم وہی ہے جو محبت للہ پر مبنی ہو (سراج الجلیل صفحہ)

خلافت و امارت میں فاضل و مفضول کی بحث فضول ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیات میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر عمرو ابن العاص اور اسامہ ابن زید کو امیر مقرر فرمایا تھا حضرت جعفر طیار پر زید ابن حارثہ کو امیر کیا۔ مدینہ سے اپنی غیبت میں بارہا عبداللہ ابن ام مکتوم اور دیگر اصحاب کو خلیفہ کیا حالانکہ اون سے بہتر لوگ موجود تھے۔ عمر ابن العاص۔ اسامہ ابن زید۔ زید ابن حارثہ کو کسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت جعفر طیار پر فضیلت نہیں ہوسکتی ہے جب آنحضرتؐ نے خود افضل کی موجودگی میں مفضول کو امیر و خلیفہ بنایا تو بعد میں اگر مسلمانوں نے مجتمع ہوکر ایسا کیا تو کیا حرج و نقصان ہوا۔ یہ سب اوس صورت میں ہے کہ جب حضرت علی اور خلفائے ثلاثہ میں سے کسی ایک کو دوسرے سے افضل ماننا ضروری سمجھا جائے۔ حالانکہ یہ خود ہی قابل غور ہے کہ ان لوگوں میں باہم افضلیت کی بحث بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کو افضل جب ہی کہہ سکتے ہیں جب حیثیتیں متحد ہوں ورنہ فضل جزئی تو قابل توجہ نہیں ہوا کرتا یہاں یہ حیثیتیں واقع ہوئی ہیں کہ دو خسر دو داماد۔ داماد دوں میں ایک بھائی جو بخیال حقوق تربیت بمنزلہ اولاد کے ہے دوسرا محض غیر۔ جب حیثیت ہی متحد نہ ہو تو افضلیت اور غیر افضلیت کا سوال کیونکر پیدا ہوسکتا ہے ایک کو آنحضرتؐ سے سرمایہ عینیت حاصل ہے۔ دوسرے کو مایۂ ناز فضل معیت ہے ایک نفس نبی ہے دوسرا اعز اولاد احباب باہم افضلیت و مفضولیت کی گفتگو ختم کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر سب سے افضل تھے اور اہلبیت میں حضرت علی اہلبیت میں حضرت علی کا ہونا احادیث نبوی اور ارشادات ابوبکر مثل روز روشن واضح و لائح ہے۔ اہلبیت و صحابہ میں باہم تفضیل کی گفتگو بالکل بیکار ہے جمہور کا یہ عقیدہ کہ ترتیب فضیلت بحیثیت ترتیب خلافت ہے یہ غالباً عوام اور جہلا کو فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔ جن کو یہ معلوم کرکے کہ حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے افضل ہیں خلفائے ثلاثہ سے بدعقیدگی پیدا ہوجاتی ہے اور یہ معلوم کرکے کہ حضرت ابوبکر افضل ہیں اون کی

خلافت پر اطمینان ہو جاتا ہے ورنہ افضل نہ ہونے کی حالت میں وہ ان کو کسی طرح مستحق خلافت ہی نہیں سمجھتے۔

یہہ تفضیل جو مختار اہل حق ہے وہ چند اعتبارات سے ہے نہ من جمیع الوجوہ یعنی نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ میں حضرت علی کو تمام سب پر فضیلت یقینی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی رسالہ حسن العقیدہ صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

وابوبکر افضل الناس بعد رسول اللہ ثم عمر	اور ابو بکر بعد آنحضرتؐ کے افضل الناس ہیں ان کو بعد عمر
ولا نعنی الا فضلیۃ من جمیع الوجوہ حتی یعم	اور یہہ فضیلت من جمیع الوجوہ ہم نے مراد نہیں لی ہے جو
النسب والشجاعۃ والقوۃ والعلم وامثالہا	نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ کو بھی حاوی ہو بلکہ
بل بمعنی عظم نفعہ فی الاسلام	اس سے عظیم النفع فی الاسلام مراد ہے۔

حضرت ابو بکر پر حضرت علی کی تفضیل بحیثیت جہاد سیفی و سنانی و فن قضا و کثرت روایت حدیث و ہاشمیت خصوصاً زوجیت حضرت فاطمہ قطعی و یقینی ہے۔ جس میں کچھ بھی محل انکار نہیں اور اگر تفضیل من کل الوجوہ سمجھی جائے تو شیخین میں سے کسی کو حضرت علی پر من کل الوجوہ تفضیل نہیں

لہ امام بخاری نے صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ صفحہ ۵ میں ایک باب باب این عنوان مدون کیا کہ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ آنحضرت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کو دوسرے صحابہ پر فضیلت ہے اسکی شرح میں مولوی وحید الزماں خاں المخاطب بہ نواب وقار الدولہ جنگ نیز ایاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے جو یہہ باب بنایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی جمہور علماء کے موافق ابو بکر صدیق کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے اکثر سلف کا یہی قول ہے اور خلف میں سے بھی اکثر نے یہی کہا ہے لیکن بعض محققین کا یہہ قول ہے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی میں باہم ایک دوسرے پر من جمیع الوجوہ فضیلت دینے میں کوئی نص قطعی وارد نہیں ہے اور بغیر نص قطعی کے افضلیت من جمیع الوجوہ جو ایک عقائدی بات ہو ثابت نہیں ہو سکتی اور ایسی افضلیت پر اجماع کے منعقد ہونے میں کلام ہے البتہ یہہ صحیح ہے کہ ابو بکر صدیق کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا لیکن خلافت ایسی افضلیت کو مستلزم نہیں ہے اور ہمارے مشائخ میں سے شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں بہت زور سے شیخین کی افضلیت تمام صحابہ پر ثابت کی مگر سب اشارات اور کنایات سے جو اعتقادیات میں حجت نہیں ہو سکتے اور احادیث اور آیات کے اشارات متعارض ہیں مثلاً حدیث یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اور آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا سے حضرت علی کی تفضیل سب پر نکلتی ہے اس طرح اس حدیث سے یا فاطمۃ انت وھذا نائمۃ یعنی علیا وانا فی مکان واحد یوم القیامۃ اسی لئے منصف متبع سنت کا یہہ طریقہ ہونا چاہئے اور یوں کہے کہ تمام صحابہ میں آنحضرت کے بعد یہہ چاروں افضل ہیں ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور ان کی خلافتیں بھی اسی ترتیب سے صحیح اور حق ہیں واللہ علیٰ ما نقول شہید ۱۲

حاصل ہوسکتی۔

اب رہی تفضیل بحیثیت خلافت رسول جس کی قائل حضرت امام احمد بن حنبل بہ ایں الفاظ ہیں جیساکہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ

وعن احمد بن حنبل وقد سئل عن تفضیل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر خیر الناس بعد رسول اللہ ثم عمر ثم عثمان ثم علی ابن ابی طالب فی الخلافۃ	اور مروی ہے احمد بن حنبل سے کہ اُن سے اصحاب رسول اللہ کی تفضیل کے متعلق پوچھا گیا اُنہوں نے کہا خلافت بعد آنحضرت کے بہترین خلق ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی بن ابیطالب

تو درحقیقت خلافت رسول خود ہی ایک خاص فضیلت و شرف ضرور ہے جو باعث عطائے اعزاز و اکرام بیحد سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ منصب خلافت بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تکمیل نظام عالم خلفائے راشدین کے سپرد ہوا جو حضرت امام حسن علیہ السلام پر ختم ہوگیا پھر خالص حکومت دنیا رہگئی۔

خلافت نہ تو منصوص من اللہ تھی نہ مستلزم فضیلت کلی کیونکہ استحقاق من حیث النبوت تو کسی کو جب ہوتا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت نہ بند ہوئی ہوتی۔ خلفائے راشدین جامع ظاہر و باطن تھے ان میں سے ہر ایک ہدایت و اصلاح ظاہر کرسکتا تھا۔ نسبتاً ایک سے دوسرے کو تفوق اور تفضیل حاصل ہونا امر آخر ہے۔ ابقائے ملت۔ اصلاح امت۔ نظام شرائع۔ اقامت اوامر و نواہی میں تبلیغ و توسیع اسلام کا استحقاق چاروں خلفا کو برابر تھا اس میں تقدیم و تاخیر سے کسی کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان امور میں درحقیقت حضرات شیخین کامیاب ہوئے اگر چاروں خلافتوں کا موازنہ کیا جائے تو جو کام ابقائے ملت و اصلاح امت کا حضرت ابوبکر نے اپنے مختصر دو سالہ عہد میں کیا وہ کسی سے باوجود درازی عہود نہ ہوسکا اور جو توسیع فتوحات و اشاعت اسلام حضرت عمر نے کی وہ اور کسی کو نصیب نہ ہوئی جمع و اشاعت آیات قرآنی میں حضرت عثمان کا کوئی نظیر نہ ہوسکا اور جو باطنی اصلاح۔ تصفیۂ قلوب۔ تزکیۂ نفس۔ تعلیم زہد و اتقاد

ترک مکروہات دنیا حضرت علی نے کیے اس امر میں اُن کا کوئی ہم پلہ نہو اخلاصہ کلام یہہ کہ محققین اہلسنت کے نزدیک فضیلت کی اصلیت خدا ہی کو معلوم ہے کسی کو اس پر پوری اطلاع نہیں ملی خلفاے اربعہ کے مناقب میں حدیثیں وارد ہیں اور باہم متعارض ہیں سلف کا افضلیت کے بارہ میں اختلاف بھی ہے اس بات پر قطعی اجماع نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل و اعلیٰ ہے۔ زیادہ تر افضلیت سے اکثریت ثواب مراد لیا جاتا ہے جس کا ثبوت صرف مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مل سکتا ہے۔ احادیث میں تعارض واقع ہے۔ جب تعارض واقع ہو تو جانب اولیٰ کو ترجیح دینا چاہیے اور احادیث قوی وضعیف کو خیال رکھنا چاہیے۔

ایک کو افضل سمجھنے والا دوسرے کے افضل سمجھنے والے کو گمراہ اور بیدین نہیں سمجھ سکتا۔ ہر شخص اس امر میں آزاد خیال ہے اس بارہ میں کسی پر کوئی پابندی منصوص من اللہ و مامور من الرسول عائد نہیں ہوتی۔ خود حضرت علی کا ارشاد اس بارہ میں ہے کہ مجھکو ابوبکر و عمر پر فضیلت نہ دو۔ یا آنحضرتؐ کے بعد ابوبکر افضل ہیں یہہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے یونسؑ ابن متیٰ پر فضیلت ندو۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی تفضیل حضرت یونس بن متی کیا تمام انبیا علیہم السلام پر ثابت ہے۔ یہہ ارشاد آپ کا بجز انکسار کے جو خاصۂ نبوت ہے اور کس چیز پر محمول کیا جا سکتا ہے

لہ مولوی وحید الزماں خاں شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے اس قول سے اُن لوگوں نے دلیل لی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کو آنحضرت کے بعد سب سے افضل کہتے ہیں پھر اُنکے بعد حضرت عمر کو جیسے جمہور اہلسنت کا قول ہے عبد الرزاق محدث فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے خود تعیین کو اپنی اوپر فضیلت دی لہذا میں بھی فضیلت دیتا ہوں ورنہ کبھی فضیلت نہ دیتا دوسری روایت میں حضرت علی سے منقول ہے کہ جو کوئی مجھکو تعیین کے اوپر فضیلت دے میں اوس کو مفتری کی حد لگاؤنگا مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت علی نے یہہ کسر نفسی اور تواضع سے فرمایا کیا کوئی آدمی خود اپنی فضیلت بیان کرتا ہے اسکی مثال حدیث میں موجود ہے آنحضرت نے یہ فرمایا مجھکو یونس بن متی پیغمبر سے افضل نہ کہو دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو باوجودیکہ ہمارے پیغمبر صاحب سب پیغمبروں سے افضل ہیں تو حضرت یونس سے بطریق اولیٰ افضل ہونگے علاوہ حضرت علی کا قول ہی ایک حدیث موقوف ہے اوس سے اعتقادی مسئلہ ثابت ہونا مشکل ہے خصوصاً ایسی حالت میں جب یہہ معاملہ اوسکی ذات سے متعلق ہو اور کسر نفسی جو لازمۂ انسانیت ہے اوس میں محتمل بلکہ یقینی ہو اور دلیل اوسکی خود اوسی روایت سے ہو جو کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک تعیین کے بعد یا حضرت عثمان یا حضرت علی باقی صحابہ سے افضل ہیں حالانکہ اس میں یہہ مذکور ہے کہ حضرت علی عوام مسلمانوں کے مثل ہیں پس واجب ہوا اوس کا پیرایہ ظاہر سے اور دیدیا جائے تاویل کی گنجایش نکل آوے تو تعیین کے متعلق جو مضمون ہو اوسمیں بھی تاویل ہو سکتی ہے اب رہا وہ اثر حضرت علی کا کہ جو مجھکو تعیین پر فضیلت دی ہیں اوسکو مفتری کی حد لگانا یہہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم اسکے قائل نہیں ہیں کہ حضرت علی تعیین سے افضل تھے ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل حل نہیں ہوا اور دلائل متعارض ہیں لہذا اسمیں سکوت بہتر ہے واللہ خوب جانتا ہے کہ کون اسکے نزدیک افضل ہے اگر شارع سے کوئی نص صاف صریح آجاتا تو اور بات تھی ۱۲ بارہ ۱۲ صفحہ

ایسا ہی حضرت علی کے ارشاد کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ بریں حضرات شیخین نے بھی تو اپنے اوپر حضرت علی کو فضیلت دی ہے۔

مسئلہ فضیلت کے متعلق جو بحث ہم نے اوپر درج کی ہے اوس سے ناظرین کو اس کے متعلق اسلاف کے اقوال وعقائد صحابہ وتابعین کے ارشادات واحادیث نبوی کا علم ہوگیا ہوگا۔ اب ہم ناظرین کے سامنے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل حمیدہ وخصائل پسندیدہ کا ایک تفصیلی تذکرہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود اس امر کا اندازہ کرلیں کہ حضرت علی کی فضیلت من جمیع الوجوہ روز روشن کی طرح واضح ہے اور کسی دلیل وحجت کی محتاج نہیں۔ نہ خلفائے ثلثہ کے فضائل ترتیبی کو اوس سے کوئی تعارض ہے۔

افضلیت بہ اعتبار اقسام تین قسموں پر منحصر ہے۔ فضیلت نفسی۔ فضیلت جسمی۔ فضیلت خارجی مگر قبل اسکے کہ ہم فضائل نفسی وجسمی وخارجی کو تفصیل وار لکھیں اور خصائص واسباب کثرت ثواب کو لکھ کر افضلیت کو ثابت کریں ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین کے سامنے تمہید کے طریقہ سے حسب ذیل امور بھی پیش کردیں (۱) احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے (۲) حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا (۳) اکتساب فضائل (۴) آپکا جامع مدارج فضل ہونا (۵) آپ کے فضائل ومناقب کا بیشمار ہونا (۶) فضائل میں سبقت (۷) مخصوص فضائل۔

احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے

۱ طبری ریاض النضرۃ ۲ وزرقانی شرح مواہب ۳ ومناقب مرتضوی ۴ وصواعق محرقہ ۵ واستیعاب ۶ ومستدرک ۷ للحاکم ۸ وتفسیر ثعلبی

۱ جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۳ ۲ زرقانی شرح مواہب جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ ۳ باب ۵ صفحہ ۲۷۹ ۴ فصل فی الاحادیث صفحہ ۱۷ ۵ اس کے مصنف میر صالح کنتی ہیں انکے متعلق روائح المصطفےٰ صفحہ ۳۸۹ میں ہے کہ یہ صاحب انوار جلیہ مدارج عالیہ جامع علوم دینی ودنیوی تھے انکے خوارق وکرامات مشہور ہیں سلسلہ قادریہ میں انکو شاہ نعمت اللہ سے بیعت تھی دیگر سلاسل کی اجازت بھی اونہیں سے حاصل تھی حالت ذوق میں یہ اشعار خوب کہتے انکا دیوان بھی تھا انہوں نے ۱۰۶۰ھ میں انتقال کیا انکی کتاب مناقب مرتضوی غیر مطبوع موجود ہے ۱۲ مؤلف ۶ فصل ثانی صفحہ ۷ ۷ جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ ۸ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹

ہیں ہے کہ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت علی مرتضیٰ کے برابر کسی کے فضائل وارد نہیں ہوئے سند جید کے ساتھ۔ قاضی اسمٰعیل ابن اسحاق۔ اور ابو علی نیشاپوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام نسائی کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں حضرت علی سے زائد حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔

عبداللہ ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھتے ہیں کہ ہمدان کا ایک باشندہ برنامی کسی کام سے معاویہ کے پاس گیا اوس نے سنا کہ عمرو ابن العاص حضرت علی کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ برد کہنے لگا اے عمرو ہمارے بزرگوں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اوسکے مولا ہیں آیا یہہ بات سچ ہے یا جھوٹ۔ عمرو ابن العاص نے کہا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھکر بات سناؤں کہ آنحضرتؐ کے کسی صحابی کے اتنے مناقب نہیں ہیں جتنے کہ علیؑ کے مناقب ہیں۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے[1] (جلد ۱ صفحہ ۹۳ قبل امارت مصر دوستی معاویہ عمرو ابن العاص کے خیالات اچھے تھے۔ معاویہ نے جب حضرت علی سے جنگ کرنا چاہی تو اپنے بہائی عتبہ ابن ابی سفیان کے مشورہ سے عمرو ابن العاص کو لالچ دیکر اپنی طرف ملا لیا۔ یہہ امر اوس خط و کتابت سے جو معاویہ و عمرو ابن العاص میں ہوئی اور جس میں معاویہ نے حضرت علی پر بھی الزام لگایا اور اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور عمرو ابن العاص کو مصر کا لالچ دیکر ملانا چاہا۔ جس کے جواب میں عمرو ابن العاص نے حضرت علی کی برات بھی ظاہر کی اور حضرت علی کے مناقب میں حدیث منزلت۔ حدیث ثقلین۔ حدیث طیر حدیث مدینۃ العلم و آیت تطہیر کو لکھا بخوبی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مناقب خوارزمی کے سولہویں

---

[1] عمرو ابن العاص کا یہ فقرہ کہاں تک صحیح ہے اسکا اندازہ کتاب ہذا کے جلد اول حسن الانتخاب کے مطالعہ سے بالتفصیل ہو سکتا ہے۔ معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو ابن العاص نے حضرت علی پر بہتان باندھا اسکے ذریعہ سے لوگوں کے قلوب کو برانگیختہ کیا اور حضرت علی سے لڑائی ٹھان لی اور اُن کی امارت و خلافت کو اسطرح سے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ برد نے چونکہ برا کہنے پر ٹوکا تھا اور حدیث پیش کی تھی لہذا اوس کے جواب میں اونہوں نے یہہ غلط الزام لگا دیا۔ تاکہ وہ یعنی معاویہ و عمرو ابن العاص جو بدگوئی کر چکے ہیں۔ جائز ہو جائے ۱۲ مولف

باب کی تیسری فصل صفحہ ۱۴۲۔ اخطب خوارزم مصنف مناقب خوارزمی و مناقب امام اعظم سنند فضلای زمانہ سے تھے جیسا کہ ذہبی و سیوطی و ابن حجر مکی و سمہودی و کفوی و ابن الصباغ مالکی وغیرہم کی تحریرات سے واضح ہے۔

حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے تمام بھائیوں سے بہتر علی ہیں اور تمام چچاؤں میں بہتر حمزہ ہیں اور علی کا ذکر عبادت ہے (فردوس الاخبار دیلمی و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے (دیلمی)

اکتساب فضائل

حضرت علی کے مثل کسی نے اکتساب فضائل نہیں کیا۔ حضرت عمر کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی نے علی کے مثل فضائل حاصل نہیں کئے وہ اپنے دوست کو ہدایت کا راستہ دکھلاتے ہیں اور اوسکو برائی سے بچاتے ہیں (ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۴)

آپکا جامع مدارج فضل ہونا

مدارج فضل کے متعین کرنے میں اگرچہ لوگوں نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں جن مدارج کا ذکر کیا ہے درحقیقت وہی مدارج فضل ہیں۔ انسانی قیاس سے ایسے مدارج کا مقرر کرنا صرف ایک امر اعتباری ہے آیت کلام اللہ

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے نعمتیں بخشیں وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے ہیں۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً مدارج فضل چار ہیں مرتبۂ انبیاء۔ مرتبۂ صدیقین۔ مرتبۂ شہداء۔ مرتبۂ صالحین اس امر پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں صدیقین۔ شہدا۔ صالحین انبیا سے مغائر ہیں۔ لیکن ان صفات ثلثہ میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان تینوں اوصاف سے موصوف واحد مراد ہے۔ .....

..... اور بعض کے نزدیک ہر صفت سے جداگانہ موصوف مراد ہے۔ یعنی صدیقین اور ہیں۔ شہدا اور ہیں۔ صالحین اور۔ حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات میں بجز منصب نبوت

یہہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔

(۱) صدیق یعنی جس میں صدق غالب ہو۔ صدق صفات فاضلہ میں سے ایک متماز صفت ہے کیونکہ ایمان کی تکمیل تصدیق بالقلب کے سوا نہیں ہوسکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ صدیق وہ ہے جو تمام امور دین کی تصدیق کرے اور کسی امر میں شک نہ کرے چنانچہ آیت

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون۔	جو لوگ اللہ کے اور اوسکے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہ صدیقین میں سے ہیں۔

سے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ مفسرین نے صدیقین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضل اصحاب مراد لئے ہیں۔ بعض کے نزدیک صدیق وہ ہے جو اسلام لانے میں سب پر سبقت رکھتا ہو اور سب سے پہلے رسول کی تصدیق کرے[1]۔ حضرت علی مرتضیٰ کیا بوجہ سبقت اسلام اور کیسا بہ اعتبار تصدیق امور دین سرگروہ صدیقین تھے۔ مؤفق ابن احمد خوارزمی و حافظ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء و حموینی و حافظ ابوبکر ابن مردویہ مناقب میں اور سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

میں حضرت علی کی معیت مراد ہے اسی لئے وہ سید الصادقین ہوئے (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۹ محب طبری ریاض النضرۃ میں بروایت حاکی حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم وہ شخص ہو کہ جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی (جلد ۲ صفحہ ۱۵) امام احمد مناقب میں امام نسائی خصائص میں حاکم مستدرک میں اور حافظ ابوزید عثمان ابن ابی شیبہ اور ابن عاصم سنن میں اور حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں اور عقیلی عباد ابن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی فرماتے تھے میں خدا کا بندہ

[1] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۵

اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں میں صدیق اکبر ہوں میرے سوا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا[۱] صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن النجار ابن عباس سے اور ابونعیم ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ حبیب نجار حواریین حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے۔ حزقیل آل فرعون میں حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے اور علی ابن ابی طالب جو اُن سب سے افضل ہیں۔

(۲) شہید۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہید اور شاہد کے معنی ایک ہیں یعنی رسالت پر شہادت دینے والا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقتول فی سبیل اللہ مراد ہے (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶) یہ دونوں باتیں حضرت علی میں پائی جاتی ہیں (۱) شہید بمعنی شاہد۔ ابن مردویہ اور فقیہ ابن المغازلی و ابن ابی حاتم و ابن عساکر و سیوطی در منثور میں اور ثعلبی اپنی تفسیر میں اور واحدی و ابن جریر طبری و ابن المنذر و ابوالشیخ و صاحب تفسیر معالم التنزیل بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے ممبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی آپ نے غصہ سے فرمایا اگر تو نے سب کے سامنے نہ دریافت کیا ہوتا تو میں ہرگز نہ بتاتا کیا تو نے سورۂ ہود نہیں پڑھی افمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ آیا وہ شخص جو اپنے رب کے یہاں سے دلیل روشن پر ہے اور اُسی کے قریب ایک گواہ اُسی طرف سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو علیٰ بیّنۃ من ربہ ہیں اور یتلوہ شاھد منہ میں ہوں (تفسیر ثعلبی میں بروایت حضرت ابن عباس ایسا ہی مروی ہے (۲) شہید بمعنی مقتول فی سبیل اللہ ابویعلیٰ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ نے حضرت علی کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ بابی الوحید الشہید یعنی میرا باپ قربان ہو اکیلا شہید ہونے والا ہے حضرت علی کی شہادت کے متعلق آنحضرت نے بہت سی پیشینگوئیاں فرمائی تھیں جو بیان شہادت میں درج کی جائیں گی۔ ملاحظہ ہو جلد اول

(۳) صالح۔ جو شخص اپنے اعتقاد و اعمال میں صالح ہو اُس کو صالحین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جہل سے فساد فی الاعتقاد ظاہر ہوتا ہے اور معصیت سے فساد فی العمل[۲]۔ حضرت علی باب مدینۂ علم و حکم تھے اس لئے فساد فی الاعتقاد و العمل سے محفوظ تھے اور آلودگی معصیت سے طاہر ہونے کی وجہ سے فساد فی العمل سے معصوم تھے

---

[۱] ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷

[۲] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶

جس کو اللہ تعالےٰ اپنے کلام مجید میں صالح المومنین کا لقب عطا فرمائے۔ اُس سے فساد فی الاعتقاد و فساد فی العمل کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ ابن مردویہ و ابن عساکر حضرت ابن عباس سے اس آیت "ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی ہیں[1] امام احمد مناقب میں حضرت ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو دنیا و مافیہا سے زائد مجھے محبوب ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ مجھے ہرگز اس بات کا خوف نہیں کہ علی پارسا ہونے کے بعد زنا کی طرف اور ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف عود کریگا۔

آپ کے فضائل و مناقب کا بے شمار ہونا

سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کس قدر زائد ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے کہا تین ہزار تو کیا تیس ہزار ہوں گے۔ پھر کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علی کے فضائل شمار نہ کر سکیں۔ خوارزمی و محمد بن یوسف گنجی شافعی و حافظ ہمدانی مناقب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین اپنے والد حضرت امام حسین اور اپنے جد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے میرے بھائی علی کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا جو شخص اُن کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو مقر ہو کر لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے تو جب تک وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اُس کے گناہوں کے لئے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو کوئی اُن کی کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے کان کا گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی اُن کی کسی فضیلت کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھ کا گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر فرمایا علی ابن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اُس کا ذکر خدا کی بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی مومن کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، مگر علی کی دوستی اور اُن کے دشمنوں سے بیزار ہونے کی وجہ سے۔ یہ روایت ینابیع المودۃ میں بھی ہے۔

[1] روائح المصطفےٰ صفحہ ۱۴

غالب ندیم دوست آتی ہے بوئے دوست — مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں

فضائل میں سبقت نفس فضائل میں حضرت علی مرتضیٰ سے متقدمین نہ سبقت لے گئے نہ اب متاخرین اُن فضائل تک پہنچ سکیں گے۔ امام احمد مسند میں نسائی سنن میں دولابی مناقب میں طبرانی معجم کبیر میں اور ابن جریر طبری و ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن نے خطبہ میں فرمایا کہ آج تم سے ایک ایسا آدمی جدا ہو گیا کہ اگلے لوگ اُس سے کسی بات میں زیادہ نہ تھے اور نہ اب پچھلے اُس تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ روایت کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۲ بروایت عاصم ابن ابی ضمرہ سنن ابن ابی شیبہ سے مرقوم ہے اس روایت میں اس قدر زائد ہے کہ آنحضرتؐ آپ کو جس جنگ میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنی جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل ہوتے اور آپ بغیر فتح واپس نہ ہوتے۔

بعض مخصوص فضائل معاویہ ابن ابی سفیان نے ضرار ابن الازور اسدی سے حضرت علی کے اوصاف بیان کرنے کی فرمائش کی۔ ضرار کہنے لگے اے امیر مجھے اس سے معاف رکھو۔ معاویہ کہنے لگے کہ تمہیں اُن کے اوصاف ضرور بیان کرنا ہوں گے۔ ضرار نے کہا آپ مجھ کو مجبور کرتے ہیں تو سنئے واللہ وہ نہایت قوی اور بلند حوصلہ تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے۔ علم کا دریا اُن کے دل میں موجزن تھا۔ حکمت کا دریا اُن کی زبان سے جوش زن ہوتا وہ دنیا کی خوبیوں سے گریز کرتے۔ اندھیری رات کی وحشت سے مانوس ہوتے نہایت رونے والے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ حقیر لباس، موٹا اناج پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری ہی طرح رہتے جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے جب انتظار کی درخواست کرتے تو انتظار کرتے۔ باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے سے قریب کر لیتے اور خود بھی ہم سے قریب ہو جاتے لیکن خدا کی قسم ہم اُن کی ہیبت سے گفتگو نہ کر سکتے وہ اہل دین کی عزت کرتے، غریبوں کو اپنا مقرب بناتے۔ قوی کو اُس کے باطل میں حرص کرنے کا موقع نہ دیتے۔ اُن کے انصاف سے ضعیف ناامید نہ ہوتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اُن کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گذر چکی ہے ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے اس طرح مضطرب ہیں جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا مضطرب ہو غمگین آدمی کی طرح روتے اور کہتے کہ اے دنیا مجھ کو فریب نہ دے دوسرے کو دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے میں نے تجھ کو تین طلاقیں دی ہیں جن سے رجعت نہیں ہو سکتی ہے تیری عمر اور حکم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ افسوس زاد راہ کم اور سفر دور دراز درپیش ہے اور راستہ

وحشت خیز ہے۔ معاویہ یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے خدا ابوالحسن پر رحم کرے بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار اُن کے انتقال سے تم کو کیسا رنج ہوا ضرار کہنے لگے کہ جیسے کسی عورت کی گود میں اسکا بچہ ذبح کیا جائے۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کے فضائل ایسے مسلم تھے کہ جن کے تسلیم کر لینے پر معاویہ ایسے مخالف نے بھی اپنے کو مجبور پایا۔ ع والفضل ما شھدت بہ الاعداء فضیلت وہ ہے کہ جس کی شہادت مخالف بھی دیں۔

امام احمد مناقب میں اور علامہ مخلص ذہبی سعید ابن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس ابن ربیعہ سے کہا کہ مجھ سے حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا حال بیان کرو۔ حضرت ابوبکر ممر تھے۔ سابق الاسلام تھے۔ پھر لوگ حضرت علی کے گرویدہ کیوں تھے۔ عبداللہ ابن عباس ابن ربیعہ کہنے لگے کہ حضرت علی میں حسب ذیل اوصاف تھے۔ نسباً عالی تھے۔ رسول اللہ سے قرابت قریبہ تھی۔ آنحضرت کے داماد تھے۔ اسلام میں اُن کو سبقت حاصل تھی۔ قرآن کا علم تھا۔ سنت میں تفقہ حاصل تھا۔ حرب میں بہادری بخشش میں جود تھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

امام احمد مناقب میں بروایت حضرت ابن عباس لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اُن سے حضرت علی کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے تھے ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی قرابت کے ساتھ اُن کا پیٹ علم و حکمت و ہیبت و شجاعت سے بھرا ہوا تھا۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

فضائل جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ فضائل تین قسم کے ہوا کرتے ہیں (۱) نفسی (۲) جسمی (۳) خارجی

فضائل نفسی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق نفس ناطقۂ انسانی سے ہوتا ہے جو اخلاق حسنہ سے بھی تعبیر کیے جاتے ہیں۔ اصل الاصول فضائل یہی ہیں اسی سے انسان درجۂ بہیمیت سے نکل کر مرتبۂ ملکوتیت پر فائز ہوتا ہے

فضائل جسمی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے جسم سے ہوتا ہے جیسے حسن و خوبصورتی جسم کا معتدل ہونا قوت بدن وغیرہ

فضائل خارجی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے ساتھ قدرتی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمجنسوں سے افضل ہو جاتا ہے۔ جیسے حسب و نسب کا کھرا پن۔ قرابت کا اعلیٰ ہونا۔ اولاد صالح ہونا۔ بیوی کا نیک ملنا۔

فضائل نفسی مشتمل بر دو قسم علمی و عملی!

بیان قسم اول فضائل علمی حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فطرتاً ذکی الطبع تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو علمی استعداد اور قابلیت اعلیٰ درجہ کی عطا کی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سرآمد انبیاء و حکما و عقلا تھی۔ حضرت علی نے سن تمیز بلکہ یوم ولادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں تربیت پائی۔ حصول علم میں اُن کی طبیعت خود ہمیشہ سے راغب تھی کبھی مثل دیگر اطفال لہو و لعب کی طرف راغب نہ ہوئے۔ آنحضرت اُن کی تعلیم و تربیت میں ہمیشہ سعی بلیغ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کو وہ علم حاصل ہوا جس سے تمام عقلاء زمانہ حیران رہ گئے۔ علم میں آپ کو آنحضرت کا معجزہ سمجھنا چاہیے۔ حضرت علی کو ہر علم میں دستگاہ تام تھی۔ یہ مرتبہ دیگر اصحاب کبار کو حاصل نہ تھا۔ آپ پانچ سال کی عمر سے آنحضرت کے حضور میں رہے۔ مصاحبت شبانروزی سفر و حضر میں حاصل رہی۔ دوسرے اصحاب اس شرف دائمی سے معذور تھے۔ کبھی ان کو حضور نبوی میں باریابی ہوتی اور کبھی نہ ہوتی برخلاف آپ کے کہ آپ ہر وقت حاضر ہو سکتے تھے اور حاضر رہتے۔ بچپن ہی سے درسگاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا آپ کو موقع ملا اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خود حضرت علی سے مروی ہے کہ میں روزانہ صبح کو ایک خاص وقت میں معمولاً آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا یہ درجہ تقرب کا میرے سوا اور کسی کو حاصل نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ رات دن میں آپ کو دو مرتبہ ایسا موقع حاصل ہوتا (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۷ و صفحہ ۸۵ و صفحہ ۸۰) غالباً یہ حاضری تخلیہ میں ہوتی۔ مکان سے مکان ملا ہوا تھا دیگر اوقات میں بلا تخلیہ ہر وقت موجود ہی رہتے تھے۔ سفر میں رفاقت کی وجہ سے بہت سے شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع حاصل ہوتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ کو کلام اللہ کی تعلیم دیتے تھے اور اُس کی آیتوں کی تفسیر کرتے تھے

چند مخصوص حدیثیں بھی آپنے قلمبند فرمائی تھیں۔ ظاہری نوشت وخواند میں آپ کو پورا ملکہ حاصل تھا کاتبین وحی میں آپ کا نام بھی داخل ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کی طرف سے جو مکاتیب وفرامین لکھے جاتے تھے ان میں بیشتر آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ صاحب استیعاب جلد ا صفحہ ۲۶۔ میں کاتب عہود مخصوص طور پر آپ ہی کو لکھا ہے۔

وکان الکاتب لعھودہ اذا عھد وصلح۔	آنحضرت کے عہود کے جب کہ معاہدہ کرتے یا صلح کے جب
اذا صلح علی ابن ابی طالب	کہ مصالحت کرتے علی ابن ابی طالب کاتب ہوتے۔

احادیث وسیر میں صلحنامہ حدیبیہ کا آپ کے دست مبارک سے لکھا جانا مذکور ہے۔ غرضکہ آپ ابتدار ہی سے علم وفضل کے گہوارہ میں تربیت پاکر غیر معمولی تبحر اور فضل وکمال کے مالک اور طغرائے خاص "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" سے ممتاز ہوئے۔ حدیث مدینۃ العلم سے زائد کوئی دلیل آپ کے فضل وکمال علمی کی نہیں ہوسکتی۔ بعض علماء ومحدثین مثل یحییٰ ابن معین وبخاری وترمذی وابن جوزی وتقی الدین ابن دقیق العید ونووی وذہبی وجزری اس کے بے اصل ومنکر وغریب وموضوع ہونے کے قائل ہوگئے تھے مگر اُن میں سے بیشتر اشخاص نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ متاخرین نے بلا تحقیق جرح وقدح شروع کردی اس لئے ہم اولاً اس حدیث کو کما حقہ ثابت کریں گے اور اُس کے بعد جو لوگ اُس کے منکر وغریب موضوع ہونے کے قائل ہوئے تھے اُنہیں کے اقوال درج کریں گے۔ جن سے ناظرین کو اس امر کا پتہ چل جائیگا کہ اس حدیث کی کیا حیثیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

محمد عربی کابروئے ہردوسراست	کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو
شنیدہ ام کہ تکلم نمود ہیچو مسیح	خوشا حدیث لب لعل روح پرور او
کہ من مدینۂ علمم علی درست مرا	عجب خجستہ حدیثے است من سگ دراو

اثبات حدیث مدینۃ العلم

اسامی صحابۂ کرام روات حدیث

(۱) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کی مرویہ روایت کو محدثین میں سے سوید ابن سعید احمد ابن حنبل۔ عباد ابن یعقوب۔ ترمذی۔ ابوبکر باغندی۔ محمد ابن مظفر بغدادی۔ ابن شاذان

ابوعبداللہ حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابونعیم۔ ابن بشران۔ ابن المغازلی۔ احمد بن محمد عاصمی۔ ابن اثیر جزری ابن النجار۔ سبط ابن الجوزی۔ محمد ابن یوسف گنجی۔ محب الدین طبری۔ جلال الدین سیوطی۔ نورالدین سمہودی ابن حجر مکی۔ علی متقی۔ عبدالحق دہلوی۔ ابراہیم کردی۔ مرزا محمد بدخشانی۔ ابراہیم وصابی شیخ ابن عبداللہ العیدروس۔ احمد مکی۔ شیخانی قادری۔ شیخ صبان مصری۔ عبدالقادر عجیلی۔ ملا مبین فرنگی محلی۔ ولی اللہ فرنگی محلی۔ حسن علی محدث۔ نورالدین سلیمانی۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ سلیمان قندوزی نے لکھا

(۲) حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کی روایت کو سلیمان قندوزی نے بروایت ابوسعید بحتری لکھا

(۳) حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کی روایت کو ابن مردویہ و ابن بشران و ابن المغازلی و عاصمی و ابن النجار و سلیمان ابن ابراہیم قندوزی نے نقل کیا۔

(۴) عبداللہ ابن عباس ان کی روایت کو یحییٰ ابن معین۔ ابن فہم بغدادی۔ ابوالعباس الاصم۔ ابن تمیم قنطری ابن جریر طبری۔ ابوالقاسم طبرانی۔ ابوالشیخ اصبہانی۔ حاکم نیشاپوری۔ ابن مردویہ۔ ابوبکر بیہقی۔ خطیب بغدادی ابن عبدالبر قرطبی۔ ابن المغازلی۔ ابوعلی بیہقی۔ عاصمی۔ اخطب خوارزم۔ ابن اثیر جزری۔ محمد ابن یوسف گنجی۔ حموی۔ مزی۔ زرندی۔ علائی۔ مجدالدین فیروز آبادی۔ شمس الدین جزری۔ عسقلانی۔ سیوطی سمہودی علی متقی۔ وصابی۔ جمال الدین شیرازی۔ مناوی۔ علی عزیزی۔ مرزا محمد بدخشانی۔ صدر عالم۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ محمد مبین لکھنوی۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ ولی اللہ لکھنوی۔ نورالدین سلیمانی۔ سلیمان قندوزی نے لکھا۔

(۵) جابر ابن عبداللہ انصاری۔ ان کی روایت کو عبدالرزاق۔ بزار۔ طبرانی۔ قفال شاشی۔ ابن السقار حاکم۔ ابوالحسن شافعی۔ خطیب۔ ابومحمد عندجانی۔ ابن المغازلی۔ شیرویہ دیلمی۔ شہردار دیلمی۔ ابن عساکر ابوعبداللہ گنجی۔ علی ہمدانی۔ شمس الدین جزری۔ عسقلانی۔ سیوطی۔ سمہودی۔ ابن حجر مکی۔ علی متقی۔ عیدروس یمنی۔ جمال الدین شیرازی۔ مناوی۔ عزیزی۔ کردی۔ بدخشانی۔ ولی اللہ محدث دہلوی۔ صبان مصری۔ محمد مبین۔ ثناء اللہ۔ حسن علی محدث نے لکھا۔

(۶) عبداللہ ابن مسعود ان کی روایت کو سید علی ہمدانی و سلیمان قندوزی نے لکھا۔

(۷) حذیفہ ابن الیمان ان کی روایت کو سلیمان قندوزی نے بروایت ابن المغازلی لکھا۔

معروف بہ ابن الجحابی تمیمی بغدادی (مناقب للعلامہ ابن شہر آشوب) (۶) سلیمان ابن احمد طبرانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۵) (۷) ابوبکر محمد بن علی بن اسمٰعیل شاشی معروف بہ قفال (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) (۸) ابومحمد عبداللہ ابن جعفر معروف بہ ابوالشیخ (مقاصد الحسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷) (۹) ابن السقا ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عثمان واسطی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب میں بروایت حضرت جابر لکھا ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳) (۱۰) ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی حنفی (انھوں نے کتاب المجالس میں لکھا یہ کتاب غیر مطبوع ہے) (۱۱) ابوالحسین محمد ابن المظفر بغدادی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب میں لکھا) (۱۲) ابوحفص ابن شاہین عمر ابن احمد بغدادی (علامہ ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حدیث مدینۃ العلم کو چار طریقہ سے لکھا) (۱۳) ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد طالقانی (ان کے اشعار متعلقہ بمدینۃ العلم علامہ ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں لکھی) (۱۴) ابوالحسن علی بن عمر معروف بہ ابن شاذان (انھوں نے کتاب الامالی میں بسند اس حدیث کو لکھا) (۱۵) ابو عبداللہ عبیداللہ مشہور بہ ابن بطہ عکبری (ان کے متعلق علامہ شہر آشوب لکھتے ہیں کہ انھوں نے چھ طرق سے اس حدیث کو لکھا)

مائۃ خامسہ یعنی پانچویں صدی

(۱) ابوعبداللہ محمد ابن عبداللہ ضبی معروف بہ حاکم (مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۲۶) (۲) ابوالقاسم حسن ابن شرف شاہ فردوسی (شاہنامہ منظوم ؎ کہ من شہر علم علیم درست۔ درست ایں سخن قول پیغمبر است) (۳) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ (کتاب المناقب بروایت ابن عباس) (۴) ابونعیم احمد ابن عبداللہ اصبہانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶) (۵) ابوالحسن احمد ابن مظفر عطار فقیہ شافعی (مناقب ابن المغازلی بروایت ابن السقا) (۶) ابوالحسن علی ابن محمد ماوردی بصری شافعی (مناقب ابن شہر آشوب) (۷) ابوبکر احمد ابن الحسین بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) (۸) ابوغالب محمد ابن احمد نحوی معروف بہ ابن بشران (مناقب ابن المغازلی) (۹) ابوبکر احمد ابن علی معروف بہ خطیب بغدادی (جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۹ تاریخ بغداد) (۱۰) ابوعمر یوسف معروف بہ ابن عبدالبر نمری قرطبی (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۴) (۱۱) ابومحمد حسن ابن احمد بن موسیٰ خندجانی (مناقب ابن المغازلی) (۱۲) ابوالحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن المغازلی (مناقب جناب امیر) (۱۳) ابوالمظفر منصور سمعانی (مناقب شہر آشوب)

مائۃ سادسہ یعنی چھٹی صدی

(۱) شیخ القضاۃ ابوعلی اسمٰعیل بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) (۲) ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی (فردوس الاخبار) (۳) احمد بن محمد بن علی العاصمی (زین الفتیٰ ذکر اسماء) (۴) ابوالمجد مجدود بن آدم مشہور بہ حکیم سنائی (حدیقہ حکیم سنائی) (۵) ابومنصور شہردار ابن شیرویہ دیلمی (مسند الفردوس کتاب المناقب) (۶) عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (کتاب الانساب تحت ترجمہ شہید) (۷) ابوالمؤید موفق ابن احمد خوارزمی مکی معروف بہ اخطب خوارزم (کتاب المناقب انقاب حضرت علی وبیان علم صفحہ ۴۹) (۸) ابوالقاسم علی ابن حسن معروف بہ ابن عساکر (کفایۃ الطالب محمد ابن یوسف گنجی) (۹) افضل الدین خاقانی (تحفۃ العراقین ؎ بودہ در شہر علم حیدر۔ دین سید دین کلید آں در) (۱۰) ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی معروف بہ ابن الشیخ (کتاب الف یا جس کا ذکر کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں ہے)

مائۃ سابعہ یعنی ساتویں صدی

(۱) ابوالسعادت مبارک ابن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (جامع الاصول جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ قلمی) (۲) شیخ فریدالدین عطار ہمدانی (اسرار نامہ ؎ کہ باب شہر علم وحلم وفتویٰ۔ امیرالمومنین باشد بہ تقویٰ۔ الٰہی نامہ ؎ چناں در شہر دانش باب آمد۔ کہ جنت رابحق بواب آمد) (۳) ابوالحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن الاثیر جزری (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ صفحہ ۳۹) (۴) محی الدین ابن عربی طائی اندلسی (کتاب الدر المکنون مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۱۴) (۵) ابن النجار محب الدین محمد بغدادی (ذیل تاریخ بغداد بروایت امام رضا علیہ السلام) (۶) کمال الدین ابوسالم محمد ابن طلحہ شافعی (درر نظم مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۳ ومطالب السئول صفحہ ۴۴) (۷) ابوالمظفر شمس الدین یوسف ابن قزغلی معروف بہ سبط ابن الجوزی (خواص الامہ صفحہ ۳۹ بروایت امام احمد) (۸) ابوعبداللہ محمد ابن یوسف گنجی شافعی (کفایۃ الطالب باب ۵۸) (۹) شیخ عزالدین بن عبدالسلام ابی القاسم سلمی (توضیح الدلائل قلمی) (۱۰) مولانا روم جلال الدین محمد بلخی (مثنوی مولانا روم دفتر اول ؎ چو نقوبابی آں مدینہ علم را بچوں شعاعی آفتاب حلم را) (۱۱) ابوزکریا محی الدین یحیی النووی (توضیح الدلائل میں آپ کے اشعار موجود ہیں) (۱۲) شرف الدین مصلح ابن عبداللہ سعدی (میر ملا ابن سالار بخشی خلاصۃ المناقب میں آں کے اشعار لکھتے ہیں ؎ کہ بعد از مصطفےٰ در جملہ عالم ؎ نہ بود افضل تر و بہتر ز حیدر ؎ بسلم آمد ز سلونی تفقنی ۔ اور اباد کہ علم مصطفےٰ را بود او در)

(۱۳) سعید الدین فرغانی (شرح فارسی قصیدۂ تائیہ ابن الفارض قلمی سمی بمنتہی المدارک جس کا ذکر کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۵۴۱ میں بھی ہے) (۱۴) احمد بن منصور گاذرونی (مفتاح الفتوح شرح مصابیح (۱۵) محب الدین احمد طبری شافعی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ و ذخائر العقبیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۱)

مائۃ ثامنہ یعنی آٹھویں صدی

(۱) امیر حسینی سادات فوزی (نزہۃ الارواح قلمی) (۲) صدر الدین ابراہیم حموی جوینی (فرائد السمطین منقول از ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰) (۳) سلطان نظام الدین اولیاء (سیر الاولیاء ملفوظ آنحضرت صفحہ ۵) (۴) جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی (تہذیب الکمال) (۵) جمال الدین محمد ابن یوسف زرندی (درر السمطین قسم ثانی سمط اول معارج الوصول) (۶) صلاح الدین ابو سعید کیکلدی دمشقی شافعی (مقاصد حسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷ و لالی مصنوعۃ للسیوطی صفحہ ۲۰۱) (۷) علی بن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ فی القربیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۴ و کتاب السبعین صفحہ ۲۳۴ و روضۃ الفردوس) (۸) امیر ملا نور الدین جعفر خلیفہ سید علی ہمدانی (خلاصۃ المناقب قلمی) (۹) بدر الدین زرکشی شافعی (فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی و قول المستحسن صفحہ ۲۷۶) (۱۰) فخر الدین قبطی مصری (خزانۃ الادب تقی الدین حموی)

مائۃ تاسعہ یعنی نویں صدی

(۱) کمال الدین محمد دمیری (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵) (۲) مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی (نقد الصحیح قلمی) (۳) امام الدین ہجردی (توضیح الدلائل) (۴) یوسف اعور واسطی (رسالہ در رد روافض) (۵) شمس الدین محمد جزری (اسنی المطالب) (۶) زین الدین خوافی (ان کا قول توضیح الدلائل میں مرقوم ہے) (۷) شہاب الدین ملک العلماء دولت آبادی (ہدایت السعداء قلمی) (۸) شہاب الدین ابن حجر ابو الفضل احمد عسقلانی (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷ لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ترجمہ جعفر ابن محمد عن ابی معاویہ) (۹) شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل باب مدینۃ العلم قلمی) (۱۰) نور الدین علی بن الصباغ مالکی مکی (فصول المہمہ صفحہ ۱۸) (۱۱) عبد الرحمن ابن محمد بسطامی حنفی (درۃ المعارف الالہیہ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۰) (۱۲) شمس الدین محمد بن یحییٰ جیلانی لاہجی نوربخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز صفحہ ۱۰۱)

مائۃ عاشرہ یعنی دسویں صدی

(۱) ابو الخیر شمس الدین محمد سخاوی (مقاصد الحسنہ صفحہ ۴۷) (۲) ملا حسین واعظ کاشفی (روضۃ الشہداء قلمی) (۳)

ابوبکر جلال الدین سیوطی (قول الجلی فی فضائل علی حدیث ۱۶ وجمع الجوامع والدر المنتشرہ صفحہ ۴۳ وترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۹ وکتاب تعقبات علی الموضوعات صفحہ ۵۶ ولآلی مصنوعہ صفحہ ۲۰۱ وقوت المغتذی علی جامع الترمذی وجزء فی طرق حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا) (۴) نور الدین علی سمہودی (جواہر العقدین) (۵) فضل ابن روزبہان شیرازی (کتاب ابطال قلمی بجواب نہج الحق للحلی) (۶) عز الدین ابن فہد ہاشمی مکی (غایۃ المرام ذکر جناب امیر علیہ السلام) (۷) جلال الدین دوانی (رسالہ زوراء قلمی) (۸) کمال الدین حسین میبذی (فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی) (۹) غیاث الدین ابن ہمام خواند امیر (حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۲) (۱۰) عبد الوہاب ابن محمد بخاری (تفسیر انوری قلمی) (۱۱) محمد بن یوسف شامی (سبل الہدیٰ والرشاد قلمی) (۱۲) ابو الحسن علی ابن محمد کنانی (تنزیہہ الشریعۃ قلمی) (۱۳) احمد بن محمد بن حجر ہیتمی مکی (صواعق محرقہ حدیث ۹ صفحہ ۷۵ ومنح مکیہ وتطہیر الجنان وفتاوی ابن حجر صفحہ ۱۲۶) (۱۴) علی بن حسام الدین متقی جونپوری مکی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱) (۱۵) ابراہیم ابن عبد اللہ وصابی یمنی (اکتفاب باب تاسع فضل علم) (۱۶) محمد طاہر فتنی (تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۹۶) (۱۷) میرزا مخدوم جرجانی شیرازی (نواقض الروافض فصل ثانی) (۱۸) شیخ عبید روس یمنی (رسالہ عقد نبوی وسر مصطفوی قلمی) (۱۹) جمال الدین محدث شیرازی (کتاب اربعین وتحفۃ الاحباب روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۳۳۴) (۲۰) محمد معصوم سمرقندی (رسالہ فصول اربعہ قلمی)

مائۃ حادی عشر یعنی گیارہویں صدی

(۱) ملا علی قاری (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۶ ومرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۵۷۱) (۲) عبد الرؤف مناوی (کنوز الحقایق صفحہ ۳۸ فیض القدیر وتیسیر شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۶) (۳) ابو العباس احمد مقری اندلسی (نفح الطیب جلد ۴ صفحہ ۴۰۴ ذکر وزیر لسان الدین بن الخطیب) (۴) احمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل قلمی) (۵) محمود شیخانی قادری (صراط السوی قلمی) (۶) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۷۴۲ واخبار الاخیار صفحہ ۲۹۵) (۷) سید محمد بخاری (تذکرۃ الابرار قلمی) (۸) الہدیا بن عبد الرحیم عثمانی (سیر الاقطاب صفحہ ۴) (۹) عبد الرحمن چشتی مداری (مراۃ الاسرار قلمی) (۱۰) شیخ ابن علی علوی (کنز البراہین قلمی) (۱۱) علی ابن احمد عزیزی (سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۶۳) (۱۲) تاج الدین سنبھلی (رسالہ اشغال مشمولہ انتباہ صفحہ ۳۶)

مائۃ ثانی عشر یعنی بارہویں صدی

(۱) ابراہیم کردی (نبراس لکشف الالتباس قلمی) (۲) اسمٰعیل کردی جلاء النظر لرد شبہات ابن حجر قلمی) (۳) محمد ابن عبد الباقی زرقانی (شرح مواہب لدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳) (۴) سالم بن عبد اللہ بصری (امداد بمعرفۃ علو الاسناد صفحہ ۷۰) (۵) محمد ابن عبد الرسول کردی (رسالۃ الاشاعہ قلمی) (۶) مرزا محمد بدخشانی (نزل الابرار صفحہ ۱۹ و مفتاح النجا وتحفۃ المجیبن) (۷) صدر عالم (معارج العلی قلمی) (۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (قرۃ العینین صفحہ ۱۴۱ ترجمۂ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۰۳) (۹) قمر الدین اورنگ آبادی (نور الکوکبتین ذکر بیت نبوت ان کا ذکر سبحۃ المرجان میں ہے) (۱۰) محمد بن اسمٰعیل یمانی صنعانی (روضۂ ندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۷۹) (۱۱) محمد ابن علی الصبان (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۵۴) (۱۲) شیخ سلیمان جمل (فتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ)

مائۃ ثالث عشر یعنی تیرہویں صدی

(۱) شہاب الدین عجیلی (ذخیرۃ المال قلمی) (۲) ملا مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۳۶) (۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (سیف مسلول قلمی) (۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ترجمۂ فتاوی شاہ عبد العزیز جلد ۱ صفحہ ۳۲۲) (۵) امیر عاشق علی خان بہادر (ذخیرۃ العقبیٰ صفحہ ۳۵ و کلمۃ الحق قلمی) (۶) سید صدر الدین احمد (روائح المصطفیٰ صفحہ ۲۳) (۷) شیخ جواد سباط حنفی (کتاب البراہین برہان سابع) (۸) عمر ابن احمد خربوتی حنفی (شرح قصیدہ بردہ قلمی) (۹) قاضی محمد ابن علی شوکانی (فوائد المجموعہ صفحہ ۱۲۶) (۱۰) مولوی رشید الدین خاں دہلوی (ایضاح لطافۃ المقال قلمی) (۱۱) میرزا حسن علی محدث (تفریح الاحباب صفحہ ۳۵) (۱۲) مولانا ولی اللہ فرنگی محلی (مراۃ المومنین قلمی) (۱۳) نور الدین سلیمانی (دو یتیم قلمی) (۱۴) شہاب الدین محمود آلوسی زادہ (تفسیر روح المعانی جلد ۸ تحت بیان لوح محفوظ صفحہ ۳۳۶) (۱۵) سلیمان ابن ابراہیم بخی قندوزی (ینابیع المودۃ جلد ۱ صفحہ ۷) (۱۶) مولانا سلامت اللہ بدایونی (معرکۃ الآراء قلمی) (۱۷) شاہ تقی علی قلندر (روض الازہر صفحہ ۳۷۹) (۱۸) مولوی حسن الزماں ترکمانی (قول المستحسن صفحہ ۲۷۶) (۱۹) مولوی ابو المحسن حسن بخش علوی کاکوروی (تفریح الاذکیا جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) (۲۰) علی ابن سلیمان مغربی (قوت المقتدی علی الترمذی (۲۱) عبد الغنی آفندی (قرۃ الاعیان) (۲۲) شاہ علی انور قلندر کاکوروی (شہادت نامہ صفحہ ۱۲) (۲۳) مولوی عبید اللہ سنبھلی امرت سری (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۴) (۲۴) شاہ معین الدین ندوی (خلفائے راشدین

صفحہ ۲۲۸) (۲۵) حکیم مظہر الحق قنوجی (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۷۵) (۲۶) حافظ عبدالرحمن پنجابی (المرتضیٰ صفحہ ۵۳)

اسامی مشبتین حدیث مدینۃ العلم | یحییٰ ابن معین۔ ابوجعفر جریر طبری۔ حاکم نیشاپوری۔ محمد بن طلحہ قرشی۔ سبط ابن الجوزی۔ صلاح الدین علائی۔ شمس الدین جزری۔ امام سخاوی۔ سیوطی۔ فضل اللہ شیرازی۔ علی متقی۔ سید محمد بخاری۔ مرزا محمد بدخشانی۔ صدر عالم۔ محمد ابن اسمٰعیل یمانی۔ ثناء اللہ پانی پتی۔ مولوی حسن الزماں ترکمانی

اُن علماء کے نام جو اس حدیث کے حسن ہونے کے قائل ہیں | امام ترمذی۔ ابوعبداللہ محمد ابن یوسف شافعی۔ صلاح الدین علائی۔ ابن حجر عسقلانی۔ امام سخاوی۔ سیوطی۔ سمہودی۔ محمد ابن یوسف شامی۔ ابوالحسن علی۔ ابن حجر ہیتمی۔ ملا علی قاری۔ عبدالرؤف مناوی۔ عبدالحق محدث دہلوی۔ علی ابن احمد عزیزی۔ علامہ زرقانی۔ صبان مصری۔ امام شوکانی

اسامی شعراء جنھوں نے اس حدیث کو نظم کیا۔ | ابوالقاسم اسمٰعیل طالقانی۔ ابوالقاسم حسن طوسی معروف بہ فردوسی۔ حکیم سنائی۔ اخطب خوارزم مکی۔ افضل الدین خاقانی۔ فریدالدین عطار۔ مولانا روم امام نووی۔ شیخ سعدی۔ شمس الدین مالکی۔ فخرالدین قبطی۔ عزالدین ابن فہد ہاشمی۔ محمد بن اسمٰعیل یمانی۔ شہاب الدین بکری

مؤیدات حدیث مدینۃ العلم | (۱) انا دار الحکمۃ وعلی بابھا (ترمذی شریف صفحہ ۵۳۲ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

(۲) انا دار العلم وعلی بابھا (بغوی و طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

(۳) انا میزان العلم وعلی کفتاہ (ولیمی و ہمدانی (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

(۴) انا مدینۃ الجنۃ وعلی بابھا (ابن المغازلی و سلیمان قندوزی (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳)

(۵) انا مدینۃ الفقہ وعلی بابھا (ابن بطہ عکبری و سبط ابن الجوزی) (خواص الامہ صفحہ ۲۹)

(۶) انا میزان الحکمۃ وعلی لسانہ (غزالی و حسین میبذی) (فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی)

(۷) انا المدینۃ وانت الباب۔ ولا یوتی المدینۃ الا من بابھا (عاصمی)

(۸) ھو باب علمی یا ھو مدینۃ علمی (جناب علی مرتضیٰ کیلئے ارشاد ہوا (ابن المغازلی و خوارزمی) (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۱)

(۹) علی باب علمی و مبیّنٌ لامتی (ہمدانی و بلخی و دیلمی و سیوطی و علی متقی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۱۰) انت باب علمی (ابونعیم خوارزمی وغیرہ) (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۳)

(۱۱) علی عیبۃ علمی (ابونعیم و خوارزمی وغیرہ (ینابیع المودۃ بروایت کنوز الدقائق صفحہ ۱۸)

(۱۲) علی ابن ابی طالب باب حطہ (دارقطنی و دیلمی سیوطی ابن حجر مکی۔ علی متقی وغیرہ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

(۱۳) علی ابن ابی طالب باب الدین (دیلمی و ہمدانی) (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

(۱۴) یا علی انت باب اللہ (ینابیع المودۃ[۱] صفحہ ۴۹۶)

بیان جرح و قدح حدیث مدینۃ العلم حسب ذیل حضرات اس حدیث کی موضوعیت کے قائل ہوئے ہیں یحییٰ ابن معین۔ بخاری۔ ابن الجوزی۔ تقی الدین ابن دقیق العید۔ نووی۔ ذہبی۔ جزری ہم فرداً فرداً ان میں سے ہر ایک کے متعلق ناظرین کے سامنے خود انہیں کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ناظرین خود اندازہ کرلیں گے کہ ان میں سے بیشتر حضرات نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا بقیہ حضرات کے اقوال ان وجوہات سے جو کہ ہم نے آگے چل کر درج کئے ہیں لائق استدلال نہیں رہتے۔

(۱) قال یحییٰ بن معین لا اصل لہ یعنی یحییٰ ابن معین کا قول ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں علامہ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱ میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ ابن معین سے اس کے متعلق پوچھا گیا یعنی حدیث ابن عباس کے متعلق انھوں نے کہا صحیح ہے۔ خطیب تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ قاسم کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ ابن معین سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا صحیح ہے۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ ملاحظہ ہو سوال و جواب عثمان ابن محمد دوری و یحییٰ ابن معین دربارہ حدیث مدینۃ العلم و ابوالصلت ہروی و قول صالح ابن محمد بن حبیب حافظ جزرہ۔ ان اسناد سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ ابن معین نے اپنے قول اول

---

[۱] مصنف ینابیع المودۃ شیخ سلیمان ابن خواجہ کلاں حسینی قندوزی بلخی ۱۲۲۰ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے بلخ اور بخارا میں تحصیل علم کی افغانستان اور ہندوستان کا سفر کیا یہ حنفی عالم عابد متورع متقی کبار مشائخ نقشبندیہ سے بہت بڑی مدرس و صاحب خانقاہ ہوئی چند دنوں موصل و دیار بکر و حلب و قونیہ وغیرہ میں بھی قیام رہا علم تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے اور ارشاد و ہدایت میں عمر گذاری ان کی کتاب ینابیع المودۃ مناقب اہلبیت میں نہایت جامع ہے کتب معتبرہ مشہورہ سے انھوں نے فضائل و مناقب جمع کئے۔ وفات ان کی ۱۲۶۳ھ میں ہوئی ان کا بسیط حال صدر ینابیع المودۃ صفحہ اول میں مصدقہ سید عبدالقادر آفندی ابن مؤلف موجود ہے۔ ۱۲۔ علی حیدر

"لا اصل له" سے رجوع کر لیا تھا ابتدا میں ان کو صحت نہ ثابت ہوئی ہوگی لہذا یہ کہہ گذرے ہوں گے بعد اثبات حدیث کی صحت کے قائل ہوئے

(۲) (قال البخاری انه منکر ولیس له وجه صحیح یعنی بخاری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور کسی وجہ سے بھی صحیح نہیں۔ خود بخاری کے استاد عبدالرزاق صنعانی نے دو سندوں سے اس کو روایت کیا (ملاحظہ ہو مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) امام احمد بن حنبل نے جو اجلۂ مشائخ بخاری سے ہیں اُنھوں نے اس حدیث کو بطرق متعدد روایت کیا (ملاحظہ ہو تذکرۂ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی قلمی) یحییٰ ابن معین شیخ بخاری نے تصحیح کی (ملاحظہ ہو مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ و تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۱ صفحہ ۴۹) ایسی صورت میں بخاری کی جرح و قدح لائق حجت نہیں ہو سکتی حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی بر شرط شیخین (بخاری و مسلم) بطرق متعددہ تخریج بھی کی۔

(۳) قول ترمذی انه منکر غریب یعنی یہ حدیث منکر غریب ہے۔ ابن طلحہ شافعی۔ ابن حجر ہیتمی مکی۔ ابراہیم کردی۔ زرقانی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ اُن کی تخریج ان علماء کے نزدیک صحیح نہیں ثابت ہوتی ورنہ اس حدیث کو اثبات میں نہ لاتے جرح و قدح ترمذی کو ابن جوزی نے موضوعات میں بیان کیا۔ جس کو سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات میں واضح کیا ہے۔

(۴) ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات یعنی ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا۔ موضوعات ابن الجوزی خود مقدوح ہے جس کا تعقب سیوطی و سبط ابن الجوزی و ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے کیا۔ علماء کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ یہ حدیث کے موضوع کہنے میں بہت عجول تھے توہم اور تخالف سے زیادہ متاثر ہوتے (ملاحظہ ہو تاریخ ابن اثیر وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ ابوالفداء وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ الخمیس جلد ۲ و تاریخ یافعی) ابن حجر کا قول ہے کہ ان کے موضوع کہہ دینے پر اعتماد نہ کرنا چاہئے (ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ شامہ بن الاشرس البصری) غرضکہ علماء مثل ابن حجر و سیوطی و زرقانی وغیرہ ابن الجوزی کی جرح و قدح کو بوجہ اُن کے تشدد کے معتبر نہیں مانتے [۱]

[۱] سید محمد ابن اسمٰعیل بن صلاح الامیر تحفہ علویہ کی شرح روضۂ ندیہ صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں کہ ترمذی کا قول بعض نسخوں میں غریب لکھا ہے۔ محمد ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مالک کا قول ہے کہ ابن عباس کی حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا میں کہتا ہوں کہ آئمہ حدیث نے حدیث صحیح کی سات قسمیں لکھی ہیں (بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

(۵) قال تقی الدین ابن دقیق العید هذا الحدیث لم یثبت یعنی تقی الدین ابن دقیق العید کا قول کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ علامہ سخاوی و سیوطی و ملا علی قاری و بدرالدین زرکشی نے اس قول کو لائق توجہ نہیں سمجھا نہ اس طرف انھوں نے اعتنا کی بجائے اس کے حدیث کی صحت و تحسین کی طرف متوجہ ہوئے (ملاحظہ ہو لآلی منثورہ و مقاصد حسنہ و درر منتثرہ و مرقاۃ)

(۶) قال الشیخ محی النووی و شمس الدین الذهبی و شمس الدین الجزری انه موضوع یعنی نووی و ذہبی و جزری کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (۱) امام نووی نے خود اس حدیث کو حضرت علی مرتضیٰ کی مدح میں بطور اثبات نظم کیا جیسا کہ شیخ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب توضیح الدلائل میں لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً بموافقت ابن الجوزی موضوعیت کے قائل ہوئے ہوں گے جیسا کہ خود اپنی کتاب تہذیب الاسماء و اللغات میں جناب علی مرتضیٰ کے حال میں لکھا بعد کو جب اس حدیث کا حسن ہونا ثابت ہوا تو اسوقت اشعار مدح میں لکھے جس کو صاحب توضیح الدلائل نے لکھا (۲) ذہبی کے قول کی تردید بھی صلاح الدین علائی و زرکشی و سخاوی و سیوطی و علی متقی و ملا علی قاری و مناوی و محدث دہلوی نے کی (ملاحظہ ہو قوت المغتذی درر المنتثرہ و مقاصد الحسنہ و لآلی مصنوعہ و کنز العمال و فیض القدیر و مرقاۃ وغیرہ) اس سب کے علاوہ خود ذہبی نے میزان الاعتدال میں حدیث مدینۃ العلم کو لبند متصل سوید ابن سعید شیخ امام مسلم سے روایت کر کے اس سند کو عوالی میں شمار کر کے جرح و قدح کو بالکل اڑا دیا ہے (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۹۲ ترجمہ سوید ابن سعید) (۳) شمس الدین جزری نے اپنی کتاب اسنی المطالب میں حضرت علی کے فضائل میں خود اس حدیث کو روایت کیا اور صدر اسنی المطالب میں اس امر کو لکھدیا کہ اس میں احادیث مستند متواتر صحیح و حسن مناقب حضرت علی میں مسلسل و متصل لکھے جاتے ہیں جو معتمد علیہ ہیں (ملاحظہ ہو اسنی المطالب)

فضائل علمیہ کے بیان سے قبل ہم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اعلمیت کا وہ ثبوت جو دیگر احادیث

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اول قسم یہ ہے کہ شیخین کے علاوہ آئمہ حدیث میں سے کوئی امام اس کے صحیح ہونے کی تصریح کرے۔ اس حدیث کی تصریح دو امام حافظ کبیر ابو عبداللہ حاکم و علامہ محمد ابن جریر نے کی ان کے متعلق خطیب بغدادی کا قول ہے کہ ابن جریر آئمہ سے جامع علوم تھا ان کے زمانہ میں انکا کوئی مثل نہیں ہوا ابن خزیمہ کا قول ہے کہ روئے زمین پر ابن جریر سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہوا۔ حاکم کے حق میں تو ذہبی خود محدث حافظ کبیر امام المحدثین لکھتے ہیں۔ ان دونوں کی تصریح کے مقابلہ میں ابن جوزی وغیرہ کا قول کیا وقعت رکھ سکتا ہے ابن جوزی میں وہ ضبط و اتقان کہاں ہے ۱۲۔

واقوال صحابہ تابعین سے ملتا ہے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں تاکہ آپ کی فضیلت کے متعلق صحیح اندازہ ناظرین کو ہو سکے۔

دیگر احادیث دربارۂ اعلمیت جناب امیرؑ

(۱) موفق ابن احمد بسندہٖ عن سلمانؓ عن النبیؐ انہ قال اعلم امتی من بعدی علی (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۱) موفق ابن احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والے علی ہیں۔

(۲) ابن المغازلی و موفق خوارزمی دونوں اپنی اپنی سندوں سے علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کے حضور میں حاضر تھا۔ حضرت علی کے متعلق تذکرہ ہوا آنحضرت نے فرمایا کہ حکمت دس حصوں میں منقسم کی گئی علی کو نو حصے دیئے گئے بقیہ لوگوں کو ایک حصہ ملا اور وہ اس بقیہ دسویں حصہ کا بھی عالم ہے۔

(۲) ابن المغازلی و موفق الخوارزمی اخرجا بسندہما عن علقمۃ عن ابن مسعود قال کنت عند النبیؐ فسئل عن علم علی فقال قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علی تسعۃ اجزاء والناس جزءًا واحدا وھو اعلم بالعشر الباقی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۳) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم کئے۔ ہر باب سے ہزار باب میرے لئے کھل گئے۔

(۳) عن علی قال علمنی رسول اللہ الف باب کل باب یفتح الف باب رواہ ابونعیم فی الحلیۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

(۴) جناب امیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہو اللہ میرا رب ہے۔ پھر اس پر استقامت کرو پھر میں نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے اور نہیں ہے مجھ سے توفیق مگر اللہ سے اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تجھ کو علم خوشگوار ہو تو نے علم کو اچھی طرح

(۴) وعن علی قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال قل ربی اللہ ثم استقم فقلت ربی اللہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب قال لینھنک العلم ابا الحسن لقد شربت العلم شربا اخرجہ ابن النجری والرازی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ بروایت حلیۃ الاولیاء

لابی نعیم)

(۵) عن معقل ابن یسار قال وصب رسول اللہ ؐ فقال ھل لك فی فاطمۃ تعود فقلت نعم فقام متوکئاً علیّ حتی دخلنا علی فاطمۃ علیھا السلام فقلنا کیف تجدینك قالت لقد اشتدت حزنی واشتدت فاقتی وطال سقمی قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل وجدت بخط ابی فی ھذا الحدیث قال اوما ترضین الی زوجتك اقدمھم سلماً واکثرھم علماً واعظمھم حلماً اخرجہ احمد واخرجہ الثعلبی وقال زوجتك سیدا فی الدنیا والاخرۃ۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صہ ۱۹۳ وارجح المطالب صہ ۱۰۷)

پی لیا اور سیراب ہو گیا۔ ابن النجری اور رازی نے اس حدیث کی تخریج کی۔

(۵) معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت کو وضو کرایا۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر فاطمہ کی عیادت کر آؤ میں نے کہا ہاں۔ آنحضرت میرے اوپر ہاتھ رکھکر اٹھے اور چلے یہانتک کہ حضرت فاطمہ کے پاس پہنچے آنحضرت نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ ہم تم کو بہت کمزور پاتے ہیں حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ میرا الم بڑھ گیا اور فاقوں کی مجھ پر شدت ہے عبد اللہ ابن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس حدیث میں اتنا اور دیکھا کہ آنحضرت نے فرمایا کیا تم اس امر سے خوش نہیں ہو کہ ہم نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا کہ جو اس امت میں اسلام کی وجہ سے سب سے سابق ہے اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم۔ اس حدیث کی تخریج احمد و ثعلبی نے کی اور اتنا زیادہ کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

(۶) وعن بریدۃ قال قال رسول اللہ ؐ لفاطمۃ زوجك خیر امتی اعلمھم علماً وافضلھم حلماً واولھم سلماً رواہ الخطیب فی المتفق۔

(کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۹۸)

(۶) بریدہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تمہارا شوہر میری امت میں سب سے بہتر ہے سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ حلیم اسلام میں سب سے مقدم ہے۔ خطیب نے اس کو متفق میں روایت کیا۔

(۷) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ علی عیبۃ علمی رواہ ابن عدی (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳)

(۷) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علی میرے علم کا خزانہ ہے۔ ابن عدی نے اس کو روایت کیا۔

اقوال صحابہ و تابعین در ثبوت اعلمیت حضرت علی

(۱) عن عبد اللہ قال علماء الارض ثلثۃ عالم بالشام وعالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم بالشام فهو ابو الدرداء واما عالم اهل الحجاز فهو علی ابن ابی طالب واما عالم العراق فاخر لکم وعالم اهل الشام وعالم

(۱) عبد اللہ (ابن مسعود) کا قول ہے کہ روئے زمین پر تین عالم ہیں ایک شام میں دوسرے حجاز میں تیسرے عراق میں عالم شام ابو الدرداء عالم حجاز علی ابن ابی طالب ہیں اور عالم عراق تمہارا بھائی (عبد اللہ ابن مسعود) عالم شام وعالم عراق دونوں عالم حجاز کے محتاج ہیں (علی ابن ابیطالب کے) اہل حجاز کو کسی کی احتیاج نہیں۔

(۲) عن ابن عباس قال واللہ لقد اعطی علی ابن ابی طالب تسعۃ اعشار العلم وایم اللہ لقد شارکم فی العشر العاشر (استیعاب جلد ۲ ص ۴۷۵)

(۲) ابن عباس کا قول ہے کہ خدا کی قسم علی کو علم کی (۹) نو دہائیاں دی گئیں اور بقیہ ایک دہائی میں تم سب شریک کئے گئے۔

(۳) وعنہ قال علم النبی من علم اللہ وعلم علی من علم النبی وعلمی من علم علی وما علمی وعلم الصحابۃ فی علم علی الا کقطرۃ فی سبعۃ البحر

(ینابیع المودۃ ص ۷۰)

(۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت کا علم اللہ کے علم سے ہے اور حضرت علی کا علم آنحضرت کے علم سے ہے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ میرا علم اور صحابہ کا علم حضرت علی کے علم کے مقابلہ بمنزلہ قطرہ کے ہے جو سات دریا کے مقابلہ میں ہو۔

(۴) وعنہ قسم علی الناس خمسۃ اجزاء فکان لعلی اربعۃ اجزاء ولسائر الناس جزء شارکهم علی فیہ فکان اعلمهم اخرجہ البزار

(ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵)

(۴) اور مروی ہے کہ لوگوں کا علم پانچ حصوں میں تقسیم ہوا۔ چار حصے صرف حضرت علی کو دیئے گئے اور ایک حصہ تمام سب کو اس حصہ میں بھی سب سے زائد علم کا حصہ اُن کو ملا۔ بزار نے اس کی تخریج کی۔

(۵) عن عبد الملک ابن سلیمان قال قلت لعطاء

(۵) عبد الملک ابن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عطا ابن یسار

اکان فی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احد اعلم من علی قال لا واللہ اعلم۔

استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵

سے پوچھا کہ کیا آنحضرت کے اصحاب میں کوئی شخص حضرت علی سے زیادہ عالم تھا عطا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہوتا جو آپ سے زیادہ عالم ہو

(۶) عن مسروق قال شامت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمهم انتهی الی عمر و عبد اللہ ابن مسعود و ابی الدرداء و معاذ ابن جبل و زید بن ثابت و علی بن ابی طالب ثم شامت هؤلاء فوجدت علمهم انتهی الی الرجلین علی و عبد اللہ بن مسعود ثم شامت الاشیاخ فوجدت بفضل علی علی عبد اللہ اخرجہ الخوارزمی

(ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵ و مناقب خوارزمی صفحہ ۵۲)

(۶) مسروق کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کے اصحاب کے بارے میں غور کیا معلوم ہوا کہ ان کا علم حضرت عمر، حضرت علی، عبد اللہ ابن مسعود، ابو الدرداء، معاذ ابن جبل، زید ابن ثابت کی طرف منتہی ہوتا ہے، پھر میں نے ان سب کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ دو آدمیوں کی طرف منتہی ہوتا ہے حضرت علی و عبد اللہ ابن مسعود کی طرف پھر ان دونوں میں غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ جناب علی مرتضیٰ ہی عبد اللہ ابن مسعود پر فضیلت رکھتے ہیں اس کی تخریج خوارزمی نے کی۔

(۷) اخرج الحضرمی عن ابی الدرداء العلماء ثلثة رجل فی الشام یعنی نفسه و رجل بالکوفة هو عبد اللہ ابن مسعود و رجل بالمدینة و هو علی ابن ابی طالب و هو اعلم بالسنة منا (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵)

(۷) حضرمی ابو الدرداء سے ناقل ہیں کہ عالم تین ہیں ایک شام میں (اپنے کو مراد لیا) دوسرے کوفہ میں وہ عبد اللہ ابن مسعود ہیں تیسرے مدینہ میں وہ علی ابن ابی طالب ہیں وہ ہم سے زیادہ آنحضرت کی سنت جاننے والے ہیں۔

(۸) وعن ابی حازم قال جاء رجل الی معاویة فسأله عن مسئلة فقال سل عنها علی بن ابی طالب فهو اعلم قال یا امیر المومنین اجوابک فیها احب الی من جواب علی قال بئس ما قلت لقد کرهت رجلا کان رسول اللہ یغزه بالعلم غزها و لقد قال له انت منی بمنزلة هارون

(۸) ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے کہا حضرت علی کے جاکر پوچھو کیونکہ وہ زیادہ عالم ہیں وہ کہنے لگا اے امیر المومنین مجھکو تمہارا جواب اُن کے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے یہ اچھی بات نہ کہی ایسے شخص سے تو نے کراہت ظاہر کی جس کے پیمانے کو آنحضرتؐ نے علم سے بھرا اور

من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وکان عمر اذا اشکل علیہ شئ اخذہ منہ اخرجہ احمد فی المناقب (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

اُن کے لئے فرمایا کہ تم میرے ساتھ بمنزلہ ہارون موسےٰ کے ہو لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے حضرت عمر کو جب کوئی مشکل بات پیش آتی تو اُن سے دریافت کرتے۔

(۹) عن سعید بن المسیب انہ قال لم یکن احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سلونی الا علیا اخرجہ احمد فی المناقب والبغوی فی المعجم وابو عمر ولفظہ ما کان احد من الناس یقول سلونی غیر علی بن ابی طالب ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸

(۹) سعید ابن المسیب سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی اس لفظ کو کہ مجھ سے پوچھو نہیں کہتا تھا۔ امام احمد نے مناقب میں لکھا اور بغوی نے معجم میں اور ابو عمر بھی ناقل ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لوگوں میں سوائے حضرت علی کے اور کوئی نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو

فضائل علمیہ مشتمل بر دو قسم تعلیمی و ذہنی

حضرت علیؓ کے فضائل علمی کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کی دونوں قسموں (یعنی تعلیمی و ذہنی) کو علیحدہ علیحدہ درج کیا جائے۔

قسم اول — تعلیمی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو تعلیم و تعلم میں حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہت حاصل ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں جناب باری نے ارشاد فرمایا وعلم آدم الاسماء کلہا حضرت علی مرتضیٰ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات بہذا الباب یعنی میں شہر علم ہوں اور علی باب علم ہیں جو شخص علم حاصل کرنا چاہے وہ اُس دروازہ سے داخل ہو۔ گویا آنحضرت نے حصول علم کے لئے جناب علی مرتضیٰ کے توسط کو لازمی و ضروری قرار دیا۔

علم بالقرآن

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ کلام پاک ہے۔ حضرت علیؓ اس سرچشمہ سے ایسی اچھی طرح

سیراب تھے کہ اس پر زیادتی محال تھی۔ آپ اُن اصحاب میں سے تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کی حیات ہی میں پورا کلام مجید حفظ کر لیا تھا نہ صرف لفظی طور سے حافظ تھے بلکہ اُس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے بھی واقف تھے۔ آنحضرت کو کلام مجید سُنایا اور سب سے پہلے اُس کو جمع کیا۔ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے قرآن کو جمع کیا اور آنحضرتؐ کے حضور میں پیش کیا۔ محمد ابن سیرین روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کرنے میں ذرا توقف کیا حضرت ابوبکرؓ نے وقت ملاقات پوچھا کیا آپکو میری بیعت میں تامل ہے آپنے کہا نہیں میں نے اس امر کی قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کر لوں گا بجز نماز کے وقت کے چادر نہ اوڑھوں گا یعنی اور کوئی کام نہیں کروں گا بعد جمع قرآن آپنے بیعت کی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ و ترجمہ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۹۷) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے جب لوگوں نے بیعت کی اور جناب علی مرتضیٰؑ خانہ نشین ہوئے تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؑ نے آپ کی بیعت سے کراہت ظاہر کی تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ سے کہلا بھیجا کہ کیا آپکو مجھ سے بیعت کرنے میں کراہت ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں۔ پھر اُنھوں نے پوچھا کہ خانہ نشین کیوں ہو گئے آپنے فرمایا کہ میں یہ سمجھا کہ کلام مجید میں کچھ نہ کچھ زیادتی ضرور کی جائے گی۔ لہٰذا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اپنی ردا سوائے نماز کے اور کسی وقت نہ اوڑھوں اور جب تک کلام اللہ جمع نہ کر لوں اور کوئی کام نہ کروں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ کی رائے مناسب ہے۔ فہرست ابن الندیم صفحہ ۴۱ میں بروایت عبد خیر حضرت علی سے مروی ہے کہ وقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کا اختلاف حضرت علیؑ نے دیکھا تو قسم کھائی کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کر لوں گا کوئی کام نہ کروں گا۔ چنانچہ تین دن تک گھر میں بیٹھکر آپنے قرآن کو جمع کیا۔ عبد خیر کہتے ہیں کہ سب سے اول یہ قرآن جمع ہوا یہ قرآن حضرت جعفرؑ کے یہاں تھا۔ ابن الندیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ابو یعلیٰ حمزہ حسنی کے یہاں دیکھا جس کے چند اوراق تھے یہ بطریق وراثت بوحسن کے یہاں تھا اُس میں سورتوں کی ترتیب اس مصحف کی طرح تھی۔ مناقب خوارزمی میں بھی بروایت عبد خیر بعد انتقال آنحضرت جمع قرآن فرمانا مرقوم ہے۔ ترتیب قسم آن کے متعلق

فصل
متعلق جمع قرآن

ارجح المطالب صفحہ ۱۱ میں بروایت ابو عمر عثمان مرقوم ہے کہ حضرت علیؓ نے سب سے پہلے سورۂ علق لکھی پھر سورۂ مدثر پھر مزمل پھر تبت یدا پھر تکویر اسی طرح تمام مکی سورتیں پہلی تھیں اُس کے بعد مدنی سورتیں تھیں مولوی حاجی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲۸۹ میں لکھتے ہیں کہ" ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چھ مہینہ تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے تنہا بیٹھکر قرآن مجید کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے" فہرست ابن الندیم مقالہ اولیٰ فن ثالث صفحہ ۳۶ لغایت صفحہ ۴۰ میں ترتیب قرآن کے متعلق روایات لکھی ہیں صفحہ ۳۹ میں مصحف عبداللہ ابن مسعود کی ترتیب قرآن کا ذکر ہے اُس کے بعد مصحف ابی بن کعب کی ترتیب کا جن میں سورتوں کے نام بہ ترتیب نزول مرقوم نہیں۔ ابن الندیم نے ترتیب نزول کی جہاں فہرست دی ہے وہ بروایت نعمان ابن بشیر لکھی ہے۔ حضرت علیؓ کا وہاں کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷ اور حضرت علیؓ کے مصحف کا جہاں پر تذکرہ کیا ہے وہاں پر کہیں ترتیب نزول کے متعلق کچھ نہیں لکھا ملاحظہ ہو روایت عبد خیر صفحہ ۴۱ کتاب الفہرست۔ ترتیب نزول کا تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹۷ میں اس طور پر کرتے ہیں کہ" لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس طرح کہ نازل ہوا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہمارے پاس تک پہنچتا تو علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوتا۔ یہ روایت البتہ ابو عمر عثمان والی روایت کی مؤید ہو سکتی ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو علم ناسخ و منسوخ میں بھی کمال حاصل تھا اس امر کو آپ پورے طور پر جانتے کہ کون آیت ناسخ اور کون منسوخ ہے اس امر میں آپ کو بہت غلو تھا جس کو اس امر میں درک نہ ہوتا اُس کو آپ درس اور وعظ سے روک دیتے چنانچہ جامع مسجد کوفہ میں جو شخص وعظ و تذکیر کرنا چاہتا تھا تو آپ اُس سے دریافت کر لیا کرتے تھے کہ تم کو ناسخ و منسوخ آیات کا بھی علم ہے اگر وہ نفی میں جواب دیتا تو آپ اُس کو تنبیہہ فرماتے اور درس و وعظ کی اجازت نہ دیتے۔

اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کو ظاہری علوم کے علاوہ آنحضرتؐ نے کچھ اور خاص باتیں بتائی تھیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ قرآن کے علاوہ آپ کے پاس اور بھی کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ الا فھم یؤتیہ اللہ عزوجل رجلا فی القرآن اوما فی الصحیفۃ

(مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۹ و ۱۰۰ و بخاری کتاب الآیات)

قسم اُس ذات کی جو دانہ سے درخت اُگاتا ہے اور جان کو جسم میں پیدا کرتا ہے قرآن کے سوا میرے پاس کچھ نہیں لیکن قرآن کو سمجھنے کی قوت یعنی فہم البتہ ہے اور یہ ایسی دولت ہے کہ خدا جس کو چاہے دے اور چند حدیثیں بھی میرے پاس ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت علیؑ نے جو قسم کھائی اُس میں خاص نکتہ مضمر ہے۔ قرآن کی آیتوں کی تشبیہ تخم اور جسم سے دی اور اس کے معانی اور مقاصد کی تشبیہ درخت سے دی ہے۔ درخت تخم ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جان جسم ہی میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے عظیم الشان درخت ظاہر ہوتا ہے جو حقیقتاً اُسی تخم کے اندر مخفی ہوتا ہے اسی طرح سے روح بھی جسم کے اندر مخفی رہتی ہے۔ جس سے تمام اعمال و افعال انسانی ظاہر ہوتے ہیں۔ کلام مجید کے ظاہری الفاظ سے بھی ہر صاحب فہم اپنے استعداد کے موافق معانی و مطالب اخذ کر سکتا ہے۔

طبقات ابن سعد و تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے بوجہ کمال موہبت مجھے عقل کامل و لسان ناطق عطا فرمائی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۹۶)

ابو الطفیل عامر ابن واثلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے حضور میں حاضر ہوا وہ فرما رہے تھے کہ مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم تم لوگ جو بات مجھ سے دریافت کرو گے میں تم کو اُس سے مطلع کروں گا مجھ سے کتاب اللہ کے بارہ میں پوچھو بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو کہ یہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، زمین ہموار میں یا پہاڑ پر (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ و ترجمہ تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۱۹۶)

عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ کلام مجید سات حرفوں پر نازل ہوا اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کے لئے ظاہر و باطن نہ ہو۔ اُس کا ظاہر و باطن درحقیقت حضرت علی کے پاس ہے[1] ملا مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجاۃ

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۷۔

صفحہ ۱۴۰ میں بعد اس ارشاد کے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (سب تر و خشک اس کتاب میں ہے)۔ حضرت علیؑ کو ہفت بطن (حرف) قرآن کا علم تھا اور ہر رطب و یابس جو قرآن میں نازل ہوا وہ امام العالمین کے حیطۂ علم میں تھا۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ستر سورتیں قرآن شریف کی آنحضرتؐ سے پڑھیں اور بہترین خلق علیؑ ابن ابی طالب نے پورا کلام مجید ختم کیا۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ میں بروایت حضرت ام سلمہ مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے۔ کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں (حدیث القرآن مع علیؑ) کے متعلق روایات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں مذکور ہو چکے۔

امام احمد مناقب میں بروایت عبداللہ ابن عیاش زرقی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ حضرت علیؑ کے حال سے ہمیں مطلع کرو وہ کہنے لگے ہم کو اس کی ممانعت ہے اور اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے اور ہم کو یہ برا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہم وہ بات کہیں جو ہمارے بنی عم (بنی امیہ) کہہ رہے ہیں۔ علی ایسے تھے جو مزاح بھی کرتے تھے اور جب ڈراتے تھے تو لوہے کے دانتوں سے ڈراتے تھے اُن سے پوچھا گیا کہ لوہے کے دانتوں سے کیا مراد ہے۔ عبداللہ نے کہا قرأت قرآن فقہ فی الدین شجاعت و سماحت مراد ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

حضرت علی کو کلام مجید سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں ید طولیٰ حاصل تھا چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں جب خوارج نے آپ پر اعتراض کیا کہ فیصلہ کا حق سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ان الحکم الا للہ تو آپ نے تمام حفاظ اور واقف کاران کلام مجید کو جمع کر کے فرمایا کہ زوج و زوجہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا جائز نہ ہو اس کے کیا معنی کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

علم بالتوراۃ والانجیل والزبور!

شیخ سلیمان حنفی کی ینابیع المودۃ صفحہ میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے اور میں اُس پر بیٹھوں تو اہل توراۃ کے لئے اُن کی توراۃ سے اور اہل انجیل کے لئے اُن کی انجیل سے اور اہل زبور کے لئے اُن کی زبور سے اور اہل قرآن کے لئے اُن کے قرآن سے حکم دے سکتا ہوں۔ اس لئے صحابۂ کرام کتاب اللہ کے احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے اور فتوے اُن سے اخذ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے متعدد مرتبہ فرمایا لولا علی لھلک عمر اور آنحضرت نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ شرح کبریت الاحمر میں اس ارشاد کے بعد تحریر ہے کہ حضرت علی کی جامعیت علم خاتم الرسل اور علوم شرائع انبیاء سابقین سے دیکھنا چاہئے یہ جامعیت مطالعہ کتب سے نہ تھی بلکہ یہ جامعیت وراثت نبوی وعلم لدنی والہامات الٰہیہ سے تھی یہی مرتبۂ انسان کامل ہے جو آخر تنزلات خمسہ سے ہے جس کو صوفیہ کے یہاں حضرات خمسہ کہتے ہیں اور انسان کامل تمام مظاہر الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور وہ ہمارے آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ تھے۔

حضرت علیؓ کے اس ارشاد پر ابو ہاشم نے اعتراض کیا کہ توریت منسوخ ہو چکی اُس کے موافق حکم کیونکر جاری ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض ابو ہاشم کا محض فضول ہے اس لئے کہ حضرت علی کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں جو ابو ہاشم نے سمجھا۔ بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ احکام منسوخہ توریت اور احکام ناسخہ کلام مجید ان سب کا تفصیلی علم مجھ کو حاصل ہے اور میں اُن کتابوں کے احکام کے مطابق ذمی اور یہود اور نصاریٰ کے قضایا کا فیصلہ کر سکتا ہوں اور اُن کتابوں کے نصوص سے واقف ہوں جو آنحضرتؐ کی بعثت پر دلالت کرتے ہیں اور انہیں سے ان لوگوں پر حجت قائم کر سکتا ہوں۔ بہرصورت یہ ارشاد مرتضوی ہرگز قابل اعتراض نہ تھا ابو ہاشم نے معلوم نہیں کہ کیا سمجھکر اعتراض کیا ملاحظہ ہو ذیل کا واقعہ جو اس ارشاد کی سب سے بہتر تشریح ہے۔

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک یہودی نے آکر پوچھا کہ ہمارا رب کب سے تھا لوگ اُسے مارنے کے لئے اُٹھے آپنے روکا پھر اُس سے فرمانے لگے جو کچھ میں کہوں اُسے یاد رکھنا اور اپنی توریت میں جاکر اُسے دیکھ لینا۔

یقال متی کان ربنا الم یکن ثم کان فاما من لم یزل بلا کیف یکون بلا کیونونۃ کائن کان لم یزل قبل القبل وبعد البعد لا یزال بلا کیف ولا غایۃ ولا منتھی الیہ انقطعت دونہ الغایات فھو غایۃ کل غایۃ۔	کہتا ہے کہ ہمارا رب کب سے تھا تو کیا تیرے خیال میں وہ نہیں تھا پھر ہو گیا وہ ہمیشہ سے تھا بلا کیف اور بلا کسی ثبوت کے ثابت تھا ہمیشہ قبل سے قبل تھا اور بعد سے بعد تک رہیگا ہمیشہ بلا کیف بلا غایت اور بلا انتہا رہیگا اُسی کی طرف غایات کا انقطاع اُس کے علاوہ ہو جاتا ہے وہی ہر غایت کی غایت ہے۔

یہ سن کر یہودی رونے لگا اور کہنے لگا واللہ اے امیر المومنین توریت میں حرف بہ حرف اسی طرح ہے میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندہ اور رسول ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۱۱)

اس واقعہ کو مختصراً بلاذکر راوی شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی نے بھی مطالب السئول فی مناقب آل الرسول صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔

علم بالتفسیر

حضرت عبداللہ ابن عباس رئیس المفسرین و ترجمان القرآن حضرت علی مرتضیٰؑ کے خاص شاگردوں میں ہیں ان سے سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب ہم کو حضرت علی سے کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے تو ہم پھر اور کسی سے نہیں دریافت کرتے (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۷۵) اور فرماتے تھے کہ ایک رات ہم لوگوں کو حضرت علیؑ نقطۂ بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی شرح فرمانے لگے تو صبح ہو گئی۔ درالمنظم میں ہے کہ تمام اسرار کتب سماویہ قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بابسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بابسم اللہ میں ہے وہ نقطۂ بار میں ہے حضرت علیؑ کا قول ہے۔

انا النقطۃ التی تحت الباء۔ العلم نقطۃ کثرھا الجاھلون والالف وحدۃ عرفھا	میں وہ نقطہ ہوں جو ب کے نیچے ہے۔ علم ایک نقطہ ہے ناواقفوں نے اُس کو بڑھا دیا اور الف میں یکتائی

۱۱۰۶۶

الراسخون ۔ سلونی عن اسرار الغیوب فانی وارث علوم الانبیاؑ والمرسلین وانا قرآن الناطق (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۹)

ہے جس کو راسخین نے پہچانا غیبی اسرار مجھ سے پوچھو میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں اور میں قرآن ناطق ہوں یہ آپنے جنگ صفین میں جب اہل شام نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تھے تب فرمایا تھا۔

ابن طلحہ حلبی شافعی الدر المنظم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کا ارشاد ہے اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی اتنی بسیط تفسیر کروں کہ ستر اونٹوں پر ہو یعنی کتابی صورت سے اتنی جلدیں اُس کی ہوں کہ جو ستر اونٹوں پر رکھی جاسکیں ۔ اور فرماتے ہیں

لقد حزت علم الاولین وانی ؛ ظنین بعلم الاخرین کتوم ؛ وکاشف اسرار الغیوب بأسرها ؛ وعندی حدیث حادث وقدیم ؛ وانی لقیوم علی کل قیم ؛ محیط بکل العالمین علیم (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۵)

بیشک میں نے علم اولین کو گھیر لیا اور میں علم آخرین کو پوشیدہ رکھنے والا ہوں ۔ میں کل اسرار غیبی کا کھولنے والا ہوں میرے پاس نئی اور پرانی باتیں دونوں ہیں میں ہر چیز قائم رکھنے والی کا قیوم ہوں اور اپنے علیم ہونے کی حیثیت سے کل عالم کا احاطہ کرنے والا ہوں ۔

مناقب میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ کرتے اور حضرت سلیمانؑ چڑیوں کی بولیاں سمجھتے تھے کیا آپ میں بھی یہ قدرت ہے ۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ ہُدہُد پر ناخوش ہوئے تھے اُس کو جب حاضر ہونے میں دیر ہوئی تھی ۔ وہ پانی تلاش کرتا اور لوگوں کو بتاتا تھا حضرت سلیمانؑ اس امر کو نہیں جانتے تھے کہ ہوا کے نیچے پانی ہے یا نہیں باوجودیکہ ہوا اور چیونٹی اور جن و انس اور شیاطین اور دیو اُن کے مطیع تھے ۔ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے

ولو ان قرآنا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی (پ ۱۳ رعد)

اور اگرچہ کوئی قرآن ہوتا کہ چلائے جاتے اس کے ساتھ پہاڑ یا کاٹی جاتی اُس کے ساتھ زمین یا بلوائے جاتے اس کے ساتھ مُردے

وما من غائبة فی السماء والارض الا فی

اور کوئی چیز آسمان و زمین میں پوشیدہ نہیں ہے مگر کتاب

کتاب مبین (پ نمل)	مبین میں ہے۔
ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (پ فاطر)	پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اُن لوگوں کو جن کو ہمنے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس قرآن کے وارث ہیں جس سے پہاڑ چلائے گئے اور شہر کاٹے گئے اور مردے زندہ کئے گئے اُسی سے ہم پانی کو پہچانتے ہیں اور ہم اُس کتاب کے وارث ہوئے ہیں جس میں ہر چیز کا بیان ہے (ینابیع المودۃ صفحہ)

یحییٰ بن ام الطویل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قرآن اور اُس کی تفسیر کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔ نزول آیت کے وقت اگر میں موجود نہ ہوتا تو آنحضرت اُس کو اپنے حافظہ میں رکھتے اور جب میں آتا تو مجھ کو پڑھاتے اور فرماتے کہ اے علیؓ تمہاری غیر موجودگی میں یہ یہ آیتیں نازل ہوئیں اُن کی تاویل یہ ہے (ینابیع المودۃ صفحہ)

غرضکہ حضرت علیؓ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں سوائے حضرت ابن عباسؓ کے جو خود اس خیاباں کے خوشہ چیں تھے اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ تفاسیر میں (مثلاً ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن کثیر و در منثور جلال الدین سیوطی وغیرہ) آیات کی شرح و تفسیر کے متعلق حضرت علی کی روایات و ارشادات اس کثرت سے منقول ہیں کہ اگر اُن کا استقصا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ مرویات و ارشادات متعلق بہ تفسیر ناظرین جلد پنجم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

علم بالقرأت

اس امر میں تمام ارباب سیر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں تمام کلام مجید حفظ کر کے آنحضرتؐ کو سنا دیا تھا۔ تمام آئمہ قرأت مثل ابو عمر بن العلاء و عاصم ابن ابی النجود وغیرہ ابو عبد الرحمٰن قاری سلمی کے شاگرد ہیں اور اُنہی سے سند لیتے ہیں اور یہ حضرت علی کے شاگرد ہیں۔ تابعین کی ایک جماعت نے قرآن کو حضرت علی سے روایت کیا ہے

کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۹۸ میں لکھتے ہیں کہ علم قرأت میں مشہور امام الکوفیین عاصم ابن ابی نجود تھے جن سے عالم میں قرأت بہت پھیلی اور قراء مشہور ابوبکر وحفص کے ذریعہ سے اُن کی روایت اخذ کی گئی وہ اس امر میں ابوعبدالرحمٰن سلمی کے شاگرد تھے اور ابوعبدالرحمٰن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اُنھوں نے آپ سے نقل بھی کیا اور اخذ بھی کیا اور آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا اور استفادہ حاصل کیا اس وجہ سے عاصم حضرت علیؓ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے

استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ شیخ القراء ابوعبدالرحمٰن سلمی کا قول ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی قاری نہیں دیکھا میں نے ایک مرتبہ اُن کی اقتدا میں نماز پڑھی اُن کو ایک جگہ متشابہ پڑگیا تو وہ برزخ پڑھ گئے یعنی ایک حرف چھوڑ گئے جب قرآن شریف پڑھتے پڑھتے دور نکل گئے تو وہاں سے پھر اُس متشابہ کے مقام پر لوٹے اور اس کو پڑھا اور پھر اپنے مقام پر لوٹ گئے اور سلسلۂ قرأت نہ توڑا[1]

علم بالحدیث

حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے تقریباً تیس سال آغوش نبوی میں تعلیم پائی اور بیشتر حصۂ عمر رفاقت نبوی میں بسر کیا یہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے کہ احکام وفرائض و ارشادات نبوی کا ان سے زیادہ کوئی واقف کار نہیں ہوسکتا تھا۔ وفات نبوی کے بعد اکابر صحابہ میں سے سب سے زائد عمر انہیں نے پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس سال تک مسند ارشاد وہدایت پر جلوہ گر رہے یعنی خلفائے سابقین کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی اور اُن کے بعد جب خود مسند خلافت پر مامور ہوئے تب بھی یہ فیض جاری رہا۔ اس لئے تمام خلفا میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا اور اسی لئے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تاہم اس بنا پر کہ احادیث کی

[1] اس طرح لوٹ کر پڑھنے کو برزخ کہتے ہیں۔ برزخ سے مراد علم قرات میں یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اگر متشابہ لگنے یا کچھ چھوٹ جانے کا خیال آجائے تو اُسی جگہ کو دُہرا کر جہاں اس کو حرف ساقط ہوجانیکا متشابہ لگا ہے پھر اُس جگہ سے چھوڑ کر لے جہاں کہ پڑھ رہا ہو اگرچہ درمیان میں کلام مجید کا بہت بڑا حصہ ہی کیوں نہ آجائے۔ برزخ شک اور یقین کے درمیان کو کہتے ہیں کیونکہ دراصل برزخ دو شے کے درمیان کے معنوں میں آتا ہے۔ ۱۲

روایت میں آپ بھی دیگر خلفا اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے عام کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپکی روایتیں ضرور بہت کم ہیں جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔ تقلیل روایت کا سب سے بڑا سبب اُس زمانہ میں لوگوں کا حضرت علیؓ سے بغض تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر نمری قرطبی استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ میں ثوری سے اور وہ ابو القیس ازدی سے ناقل ہیں کہ میں نے لوگوں کو تین گروہ پر منقسم پایا اول اہل دین جو حضرت علی کے دوست تھے۔ دوسرے محب دنیا جو معاویہ بن ابی سفیان کو دوست رکھتے تھے تیسرے خوارج

کتب تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کی جماعت چار گروہ پر منقسم ہوگئی تھی۔ پہلا گروہ بنی امیہ کا تھا جو ابتداء خلافت سے حضرت علیؓ کا مخالف تھا اس کی بڑی جماعت شام میں تھی یہ گروہ بوجہ خصومت حضرت علیؓ سے بالکل روایت نہیں کرتا تھا اور اسی گروہ کے بدولت حضرت علیؓ پر لعن وطعن سب وشتم بر سر محراب ومنبر ہوتا رہا۔ سو اتفاق سے اسی گروہ کو حضرت علیؓ کے بعد حکومت ملی یہ خوب کھل کھیلا۔ ان میں سرگروہ معاویہ۔ عمرو ابن العاص۔ ابو الاعور۔ مروان حریز ابن عثمان۔ ابراہیم جوزجانی وغیرہ تھے۔ بنی امیہ نے تو اپنے بغض وعناد کو اس درجہ ظاہر کیا کہ جو حضرت علی کی تعریف کرتا اُس کو زدوکوب کرتے امام نسائی محدث کی اسی میں جان گئی اس گروہ کا نام نواصب ہوا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؓ کے خلاف تو نہیں تھا لیکن بظاہر طرفدار بھی نہیں تھا بنی امیہ کے رعب کی وجہ سے حضرت علیؓ کا نام زبان پر نہ لاسکتا تھا۔ چہ جائیکہ ان سے روایت حدیث علی الاعلان کرتا۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ وانجاعۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ ومسند امام احمد ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں تو یہانتک موجود ہے کہ معاویہ اور اُن کے بیٹے یزید عبداللہ ابن عمرو بن العاص کو بوجہ ذکر فضائل حضرت علیؓ بیان حدیث سے ممانعت کرتے تھے۔

تیسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؓ کے متبعین کا تھا لیکن جنگ صفین کے بعد اس گروہ کے دو فریق ہوگئے تھے ایک فریق آپ کا دشمن ہوگیا جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ گروہ بہ نسبت پہلے گروہ کے زیادہ خصومت رکھنے لگا اور جنگ نہروان کے بعد خون کا پیاسا ہوگیا اسی گروہ کے ہاتھ سے حضرت علیؓ شہید بھی ہوگئے یہ لوگ بوجہ شدت خصومت حضرت علیؓ سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے روایت کرنا تو درکنار حضرت

علی کے متعلق نعوذ باللہ کفر تک کے قائل تھے۔

چوتھا گروہ وہ تھا جو جان و دل سے حضرت علیؓ کی محبت پر ثابت قدم تھا اول تو اس کی تعداد کم تھی دوسرے بخوف بنی امیہ یہ لوگ مخفی طور سے حضرت علیؓ کی روایت کو بیان کرتے تھے۔ ظاہری طور پر نام زبان پر نہیں لاتے تھے۔

شیخ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن موسیٰ الجرشی نے بیان کیا کہ ہم سے شمامہ بن عبیدہ نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ہم نے عطیہ ابن محارب سے نقل کیا کہ یونس ابن عبید کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ اے ابوسعید تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ حالانکہ تم نے آنحضرت کو نہیں دیکھا ہے۔ حسن بصری نے کہا تو نے اس وقت مجھ سے ایسی بات پوچھی جواب تک کسی نے نہیں پوچھی اگر تیری قدر و منزلت میرے نزدیک نہ ہوتی تو میں ہرگز تجھ سے نہ بیان کرتا تو دیکھتا ہے کہ میں کس زمانہ میں ہوں (یہ حجاج کی امارت کا زمانہ تھا) تو نے جو مجھ سے قال رسول اللہ سنا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت علیؓ سے سنا ہے چونکہ میں ایسے وقت میں ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر نہیں کر سکتا اس لئے قال رسول اللہ کہتا ہوں (قول المستحسن فی شرح فخر الحسن صفحہ ۹۶ و رواح المصطفےٰ صفحہ ۸)

علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ اثبات سماع الحسن البصری عن علی میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے حضرت علی سے حسن بصری کی سماعت حدیث کی نسبت انکار کیا ہے اور بعض متاخرین نے اسی کے ساتھ تمسک کر کے طریق خرقہ پوشی میں خدشہ نکالا ہے۔ اور ایک جماعت نے اس کو ثابت کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارات میں اسی کا رجحان بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن ابن ابی الحسن بصری نے حضرت علی سے حدیث سنی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سنی ہے۔ حافظ ابن حجر نے مختارات کے حاشیہ میں سماع کا اتباع کیا ہے۔

سماع بچند وجوہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ علماء فن اصول نے جس جگہ ترجیح کے وجوہ ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے کہ مثبت کو نافی کی بات پر تقدم ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا علم بہ نسبت نافی کے زیادہ ہوتا ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے دو برس قبل حضرت حسن بصری پیدا ہوئے ان کی والدہ خیرہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خادمہ تھیں۔ حضرت ام سلمہ حسن بصری کو صحابہ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں تاکہ وہ اُن کے حق میں برکت کی دعا کریں۔ حضرت ام سلمہ نے حسن بصری کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُن کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے خدا اسکو دین سکھا اور لوگوں میں محبوب کر۔ حافظ جمال الدین مزّی نے اس حدیث کو تہذیب الکمال میں روایت کیا ہے اور عسکری نے بھی کتاب المواعظ میں اس کی سند بیان کی ہے حافظ مزّی لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حسن بصری مدینہ طیبہ میں موجود تھے اُس وقت اُن کی عمر چودہ سال کی تھی۔ حسن بصری اُن لوگوں میں سے تھے جو سات برس کی عمر میں صاحب تمیز اور بالغ ہو گئے تھے اور نماز کا حکم اُن پر جاری ہو گیا تھا وہ جماعت میں حاضر ہوا کرتے اور حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کی شہادت تک حضرت علیؓ مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ اُن کی شہادت کے بعد کوفہ تشریف لے گئے۔ پس یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے حدیث نہیں سُنی حالانکہ روزانہ وہ حضرت علی کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خود حضرت علیؓ امہات المومنین کے یہاں جایا کرتے تھے اور حسن بصری اپنی والدہ کے ساتھ حضرت ام سلمہ کے بیت الشرف میں رہا کرتے تھے سیر و حدیث کی کتابوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں جس قدر حضرت ام سلمہ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی اور کسی کو نہیں تھی۔ حضرت علی بھی بہ نسبت اور ازواج مطہرات کے حضرت ام سلمہ کے یہاں زائد آتے جاتے ہوں گے اور بوجہ آمد و رفت حسن بصری جس قدر حضرت علی سے مانوس ہوں گے اتنا اور کسی سے ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ عدم سماع اور ملاقات کی بحث فضول سی معلوم ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو حدیثیں حضرت حسن بصری سے منقول ہیں وہ بھی اُن کی سماعت پر دلالت کرتی ہیں۔ حافظ مزّی نے تہذیب الکمال میں بطریق ابو نعیم اُن کو روایت کیا ہے اور جو حدیث کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے روایت کی اُسے امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں یوں لکھا ہے کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا کہ یونس حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے (۱) لڑکے

سے جب تک کہ بالغ نہ ہو (۲) سوتے ہوئے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو (۳) دیوانے سے جب تک کہ اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی۔ نسائی نے اس حدیث کو حسن لکھا۔ حاکم نے مستدرک میں اور ضیا نے مختارات میں اس کی تصحیح کی۔ حافظ زین الدین شرح ترمذی میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ جس روز حضرت علیؓ سے بیعت کی گئی تھی اس روز حسن بصری کی عمر چودہ سال کی تھی انھوں نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت علیؓ بصرہ و کوفہ تشریف لے گئے اس وقت سے حسن بصری نے پھر حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں کی۔ خود حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا۔ ممکن ہے کہ نافی کے قول سے یہ مراد ہو کہ حسن بصری نے حضرت علی کو مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے کے بعد سے نہ دیکھا ہو۔ اس بیان سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری حجاج کے خوف سے حضرت علی کے مرویات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرکے بیان کرتے تھے اور حضرت علیؓ کا نام نہیں لیتے تھے۔ لہٰذا اس سے یہ خیال کرلینا چاہئے کہ دوسرے راویوں کو بھی اس قسم کا خوف تھا۔ جس کی وجہ سے وہ علی الاعلان حضرت علیؓ کے مرویات نہیں بیان کرسکتے تھے۔

ذیل میں ہم چند شواہد استناد میں پیش کرتے ہیں۔

مولانا سید صدرالدین[1] احمد روائح المصطفےٰ صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے زمان بنی امیہ میں حضرت امام جعفر صادق سے کوئی حدیث روایت نہیں کی یہانتک کہ بنی العباس کا زمانہ آیا اُس زمانہ میں البتہ اُن سے روایت کی اُس میں اوروں کو شریک کرلیا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ذہبی اوزاعی اور زہری صرف ایک ایک حدیث مناقب اہلبیت میں روایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی بنی امیہ سے مخوف تھے ملاحظہ ہو اسد الغابہ۔ غور کرنا چاہئے کہ امام شافعی و امام احمد ابن حنبل کو اہلبیت سے کس قدر عقیدت تھی یہ دونوں حضرات آئمہ کے زمانہ میں ایک ہی شہر میں رہتے تھے مگر جتنی تاریخیں کہ اس وقت پیش نظر ہیں اُن سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی یا نہیں ان لوگوں نے جب دیکھا کہ امام ابوحنیفہ بسبب محبت و

[1] مولوی صدرالدین احمد نے اپنا مفصل حال روائح المصطفےٰ کے خاتمہ میں دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسنی و حسینی سید حضرت مولانا بحرالعلوم فرنگی محلی کے تین واسطے سے شاگرد تھے تحدثاً للنعمۃ انھوں نے اپنا سلسلۂ تلمذ بھی لکھا ہے۔ ۱۲۵۹ھ میں یہ پیدا ہوئے اور ۱۳۰۳ھ میں انھوں نے یہ کتاب تالیف کی۔ ۱۲ مولف۔

اعتقاد ہلاک ہوئے اور امام مالک بھی متاذی ہوئے یہ لوگ بھی بوجہ خوف غالباً ملاقات کو نہیں گئے اور اگر مخفی گئے بھی ہوں گے تو اظہار نہ فرمایا ہوگا گویا علماء سلطنت کی طرف سے صراحتاً ہو یا کنایتاً آئمہ اہلبیت کی ملاقات و آمد و رفت سے روکے گئے تھے۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک نے نفس زکیہ سے بیعت کی تھی اور بھی بہت سے اکابر نے بیعت کی تھی۔ منصور عباسی نے سب کو متاذی کیا امام ابوحنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا اُنھوں نے کہا کہ حضرت علیؓ اور اُن کے اصحاب سے یہی امر باعث غضب منصور عباسی ہوا اس لئے مقتدایان اہلسنت میں سے جس شخص نے ان سے مخفی طور پر اخذ علم کیا وہ بوجہ خوف اُس کو ظاہر نہ کرسکا جیسے کہ حضرت حسن بصری کے مراسیل ہیں اور میرے خیال میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے جو بات اِن سے سنی وہی اور دیگر ثقات سے بھی سُنی ہوگی۔ روایت کرتے وقت اہلبیت کا نام ترک کردیا ہوگا ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف آٹھ ہی حدیثیں اپنے جد سے روایت کی ہیں اور دیگر صحابہ سے اس سے بہت زائد مروی ہیں باوجودیکہ آپنے اتنی عمر پائی اُن سے اس قدر قلیل روایت ہونے کی بجز مذکورہ بالا وجوہ کے اور کوئی وجہ موجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

مکثرین اصحاب سے حضرت علیؓ کے مرویات میں کمی کے اسباب قوت حافظہ کی قلت یا عدم توجہ دربارۂ حفظ احادیث نہ تھی۔ حسب معجزۂ دعائے نبوی آپ اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں فرد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت نزول آیہ کریمہ وتعیہا[1] اذن واعیہ فرمایا تھا سألت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی حافظہ بہت قوی تھا کسی بات کو کبھی بھولتے نہیں تھے اس کے علاوہ آپ لوگوں کو اس کی ہدایت بھی کرتے رہتے تھے کہ دین کی وہی باتیں بیان کرو جس کو عوام سمجھ سکیں کیا تم اس امر کو دوست رکھتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں جھٹلائی جائیں بفحوا حدیث کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم حضرت علی اسرار و معارف بہت کم بیان فرماتے تقلیل روایت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے ورنہ حضرت ابوہریرہ و دیگر صحابہ سے کہیں زیادہ حضرت علی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر رہے اور بہت کچھ سنا تعلیم و تربیت حاصل کی ایسا کہ حامل مرتبۂ ولایت و باب مدینۂ علم ہوئے۔

---

[1] ترجمہ اور یاد رکھے اُسے کان سننے والا ۱۲۔
[2] ترجمہ۔ اے علی میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہو جائیں۔ ۱۲

تکثیر و تقلیل روایت باعث فضل نہیں ہوا کرتی جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کی روایات خلفائے ثلثہ سے بھی کم ہیں وہ اقوال اُنکی نافہمی و جہالت و حق پوشی کے سوا اور کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

ذیل میں ہم حضرات خلفائے اربعہ کے مرویات کی تعداد کتب حدیث و اسماء الرجال سے لکھتے ہیں جس سے ناظرین خود حقیقت کا اندازہ کر سکیں گے۔

مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک سو بیالیس (۱۴۲)

مرویات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پانچ سو اُنچاس (۵۳۹)

مرویات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک سو چھیالیس (۱۴۶)

مرویات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پانچسو چھیاسی (۵۸۶)

ان پانچسو چھیاسی (۵۸۶) حدیثوں میں سے بیس حدیثیں متفق علیہ بخاری و مسلم میں ہیں اور نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں اور پندرہ یا دس صرف مسلم میں ہیں۔ غرضکہ صحیحین میں چوالیس یا اناچالیس حدیثیں حضرت علیؓ کی مرویہ ہیں اس کے علاوہ اگر مرفوعات بھی مرویات سے ملائے جائیں تو ایک ہزار سے زیادہ تعداد ہو جائے۔ احادیث کو تحریری صورت میں لانے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہوا اُس میں حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات بھی ہے۔ فہم قرآن مجید کے سلسلہ میں جو روایت اوپر گذری ہے اُس میں حدیثوں کا بھی ذکر ہے جس میں وہی حدیثیں ہیں جن کو حضرت علی نے آنحضرتؐ سے سُن کر ایک طویل کاغذ پر لکھ لیا تھا یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکتی رہتی تھی اسی کا نام حضرت علی نے صحیفہ رکھا تھا۔ اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آیا کرتا ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابت العلم و کتاب الاعتصام و مسند امام احمد ابن حنبل جلد اول احادیث حضرت علی ابن ابی طالب صحیفہ میں فقہی احکام سے متعلق چند حدیثیں تھیں۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ حدیث ۱۱ صفحہ ۷۵ اور علامہ حسام الدین علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ بہ نسبت دیگر صحابہ کے حدیث زائد روایت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب میں آنحضرتؐ سے پوچھتا تو مجھ سے بیان کرتے اور جب میں چُپ رہتا

تو آنحضرتؐ خود ابتداء کلام فرماتے۔ طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر احادیث آپ سے روایت ہوئیں اوتنی کسی اور سے روایت نہیں ہوئیں۔ آپ نے علاوہ آنحضرتؐ سے براہ راست حدیثوں کے نقل فرمانے کے اپنے رفقا و ہمعصروں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ اپنی اہلیہ مقدسہ جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ و حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ و حضرت مقدادؓ ابن الاسود سے بھی احادیث روایت فرمائی ہیں

آپ سے جن لوگوں نے احادیث روایت کئے اُن میں آپ کی عترت مطہرہ و اولاد امجاد سے حسب ذیل حضرات ہیں۔

حضرت امام حسنؑ۔ حضرت امام حسینؑ۔ حضرت محمد بن الحنفیہ۔ حضرت عمر بن علی۔ حضرت فاطمہ بنت علی۔ محمد بن عمر بن علی۔ علی ابن حسین ابن علی۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ جدہ ابن ہبیرہ مخزومی پسر ام ہانی بنت ابی طالب۔

عام اصحاب میں سے جن حضرات نے آپ سے روایت کی اُن کے اور تابعین کے اسماء تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۴ و نزل الابرار وغیرہ سے حسب ذیل ماخوذ ہیں۔

اسمائے صحابۂ کرام

عبداللہ ابن مسعود۔ براء بن عازب۔ ابو ہریرہ۔ ابو سعید خدری۔ بشر ابن سحیم غفاری۔ زید ابن ارقم سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صہیب رومی۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ جابر ابن عبداللہ۔ جابر بن سمرہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی۔ عمر بن حریث۔ نزال بن سبرہ۔ ہلال۔ ابو جحیفہ۔ ابو امامہ باہلی۔ ابو لیلیٰ انصاری۔ ابو موسیٰ اشعری۔ مسعود ابن حکم۔ ابو الطفیل عامر ابن واثلہ۔ حذیفہ بن اُسید۔ طارق ابن اشیم۔ عبدالرحمٰن ابن اشیم۔ عمارہ ابن رویبہ۔ طارق ابن شہاب۔ عبدالرحمٰن بن ابزی۔ زبیر ابن ارقم۔ عبداللہ ابن ثعلبہ۔ ابو رافع۔ ابو سریحہ۔ عبیداللہ بن ابی رافع۔ ام موسیٰ وغیرہ۔

اسامی تابعین عظام

زر بن حبیش۔ زید بن وہب۔ ابو الاسود ظالم بن عمرو دُئلی۔ حارث بن سوید تیمی۔ حارث بن عبداللہ

الاعور۔ حرملہ مولیٰ اُسامہ بن زید۔ ابو ساسان۔ حصین بن منذر۔ حجبہ بن عبداللہ کندی۔ ربعی بن حراش شریح بن ہانی۔ قیس بن حازم۔ مالک بن اوس۔ احنف بن قیس۔ عبید بن عمیر۔ سعید بن المسیب۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ عبداللہ بن شداد بن الہاد۔ مطرف بن عبداللہ۔ کمیل بن زیاد نخعی۔ قاضی شریح بن حارث۔ عبیدہ سلمانی۔ مسروق۔ شعبی۔ حسن بصری۔ ابو وائل۔ شقیق بن سلمہ اسدی۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی قاری۔ ابو عمر شیبانی۔ ابو رجاء عطاری۔ شیث بن ربعی۔ سوید بن غفلہ۔ عاصم بن ضمرہ۔ عامر بن شراحیل عبداللہ بن سلمہ۔ عبداللہ شقیق۔ عبداللہ بن معقل بن مقرن۔ عبد خیر ہمدانی۔ علقمہ ابن قیس نخعی۔ عمر بن سعید نخعی۔ قیس بن عباد بصری۔ مروان بن حکم اموی۔ نافع بن جبیر بن مطعم۔ ہانی بن ہانی۔ یزید بن شریک تیمی۔ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری۔ ابو حیہ وداعی۔ ابو الخلیل حضرمی۔ ابو الصالح حضرمی۔ ابو صالح حنفی۔ ابو عبید مولیٰ ابن ازہر۔ ابو الیباج اسدی۔

شاہ ولی اللہ محدث نے ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۵ میں حضرت علیؓ کی تمام احادیث پر ایک اجمالی نظر ڈالکر یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ اقدس۔ نماز و مناجات۔ دعا و نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روائتیں حضرت علیؓ ہی سے مروی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقت نبوی میں رہتے تھے اور اُن کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرویات بہ ترتیب ابواب فقہی بصورت مسند علی اس کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ کی جلد رابع ہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد بتوفیق الٰہی و امداد حضرت رسالت پناہی و توجہ مرتضوی نظر افروز ناظرین ہوگی۔

علم بہ فقہ و اجتہاد

حضرت علی مرتضیٰؓ کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل قدرت حاصل تھی۔ اگر علم و اطلاع کی وسعت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اُن کی متحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننا پڑیگی۔ ائمہ اربعہ یعنی امام ابی حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل۔ جن پر فقہ کا دارومدار سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے دو اصل الاصول اور مستند مانے جاتے ہیں اوّل امام ابی حنیفہ۔ دوم امام مالک اور یہ دونو

سلسلہ حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں۔

امام ابی حنیفہ نے علم فقہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے حاصل کیا علامہ ذہبی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر سے اُن کے بیٹے حضرت امام جعفر صادقؑ و اوزاعی و ابو حنیفہ نے روایت کی۔ خود امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر میں دو سال امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہو جاتا۔

امام مالک ابن انس ربیعہ رائی کے شاگرد تھے اور وہ فقہ و حدیث میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کے اور عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے اور حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔

امام شافعی کے فقہ میں دو سلسلہ ہیں ایک سلسلہ سے تو وہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد تھے اور وہ امام ابی حنیفہ کے یہ سلسلہ امامین سے ہوتا ہوا حضرت علیؓ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا سلسلہ امام شافعی کا امام مالک بن انس پر منتہی ہوتا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا۔

امام احمد بن حنبل یہ بھی امام شافعی کے شاگرد تھے (روضۂ ندیہ شرح تحفۂ العلویہ صفحہ ۹۱)

غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سلسلہ دو حضرات پر منتہی ہوتا ہے حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعود ان دونوں حضرات میں حضرت علی کو حضرت عبداللہ بن مسعود پر فضیلت حاصل ہے خود حضرت ابن مسعود کہا کرتے تھے کہ ہم صحابہ کا یہ قول تھا کہ تمام مدینہ والوں میں صحیح فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۱۸)

بڑے بڑے صحابہ یہانتک کہ حضرت عمر فاروقؓ و حضرت عائشہؓ کو بھی اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا ممنون ہونا پڑا۔ فقہ و اجتہاد کیلئے کتاب و سنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم۔ دقیقہ سنجی۔ اتقال ذہنی اور کثرت معلومات کی ضرورت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ دولت خداداد بدرجۂ اتم حاصل تھی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا مگر حضرت علی اسکی تہ کو بہ آسانی پہنچ جاتے اور صحیح جواب دیتے تھے۔ اجتہادی قوت اور وقت نظر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ

حضرت علیؓ کے حریف معاویہ بھی دقیق اور مشکل مسائل میں انکی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے تھے فقہی مسائل میں وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو بات آپ نہیں جانتے تھے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرماتے تھے۔ بعض ایسے مسئلہ جو شرم وحیا و باہمی رشتہ کی وجہ سے وہ براہ راست نہ پوچھ سکتے تھے کسی دوسرے سے کہتے تھے وہ جاکر آنحضرتؐ سے دریافت کرتا اور جو کچھ جواب ملتا اُس سے حضرت علیؓ کو مطلع کر دیتا۔ متعدد مسائل میں آپکی رائے حضرات صحابہ کے خلاف تھی۔ حضرت عثمانؓ سے بعض بعض مسائل میں اختلاف تھا مثلاً حضرت عثمانؓ حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہتے تھے کہ یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جائز تھا اب وہ حالت نہیں ہے۔ حضرت علی و دیگر صحابہ ہر حال میں جائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح حالت احرام میں نکاح اور حالت عدت میں عورت کی وراثت کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔

حضرت علیؓ کا اگرچہ بیشتر حصۂ عمر مدینہ منورہ میں گذرا لیکن آپ کا زمانۂ خلافت کوفہ میں گذرا اور احکام و مقدمات کے فیصلوں کا موقع زیادہ تر وہیں پیش آیا اسلئے مسائل و اجتہادات کی اشاعت زیادہ تر عراق میں ہوئی۔ اسی بنا پر فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علیؓ ہی کے ارشادات اور فیصلوں پر ہے۔

حضرت علیؓ کے زیادہ تر تفقہ کا باعث یہ بھی تھا کہ آنحضرتؐ کی حیات ہی میں آپ سے عہدۂ قضا متعلق ہوگیا تھا۔ آنحضرتؐ کی جوہر شناس نظر نے حضرت علیؓ کی اس خداداد قابلیت کا اندازہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ چنانچہ جب اہل یمن اسلام لائے تو آنحضرتؐ نے وہاں پر عہدۂ قضا کے لئے حضرت علی کو منتخب فرمایا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں نئے نئے مقدمات ہونگے مجھکو قضا کا علم اور تجربہ نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست پر لائے گا اور دل کو ثبات و استقلال عطا فرمائیگا حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اُسکے بعد پھر مجھکو مقدمات کے فیصلہ میں تذبذب نہیں ہوا (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۹۳ و مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۹۲۔ اس حدیث کو ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ بزار۔ ابو یعلیٰ۔ ابن حبان۔ ابن سعد۔ ابن جریر وغیرہ نے بہ تغیر و اختلاف

روایت کیا ملاحظہ ہوں کتب احادیث وسیر ومناقب)

حضرت علی کا عہدۂ قضا اور آپ کے فیصلے

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاعلیٰ اپنے خصائص کی بنا پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کیلئے نہایت موزوں تھے ایسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں لفظ اقضیٰ (بڑے قاضی) فرمایا۔

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اقضیٰ امتی علی اخرجہ البغوی فی المصابیح فی الحسان۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

(۱) حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں اس حدیث کو بغوی نے مصابیح میں بطریق حسان روایت کیا۔

(۲) عن جمیل بن عبد بن یزید المدنی قال ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء قضیٰ بہ علی فاعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت اخرجہ احمد فی المناقب (ایضاً صفحہ ۲۰)

(۲) جمیل ابن عبداللہ بن یزید مدنی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت کے حضور میں حضرت علی کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا آنحضرت سنکر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ احمد للہ ہمارے اہلبیت کو حکمت عطا ہوئی۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد ابن حنبل نے کتاب المناقب میں کی۔

(۳) وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی تختصم الناس لسبع ولا یحاجک احد من قریش انت اولھم ایماناً باللہ واوفاھم بعھد اللہ واقومھم بامر اللہ واقسمھم بالسویۃ وابصرھم بالقضیۃ واعظمھم عند اللہ مزیۃ

(۳) معاذ ابن جبل کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم سے سات باتوں میں لوگ مخاصمت کرینگے اور قریش میں کا ایک بھی تم سے بازی نہ لیجائیگا۔ (۱) تم خدا پر سب سے پہلے ایمان لانیوالوں میں ہو (۲) سب سے زیادہ اُسکے عہد کو پورا کرنیوالے ہو (۳) سب سے زیادہ اُسکے حکم پر قائم رہنے والے ہو (۴) سب سے زیادہ اچھی تقسیم کرنیوالے ہو (۵) سب سے زیادہ رعایا کے ساتھ عدل

کرنیوالے ہو (۶) سب سے زیادہ سمجھ کے فیصلہ کرنیوالے ہو

(۷) اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ والے ہو۔

اس حدیث کو طبری نے ریاض النضرہ میں بہ تخریج حاکمی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ میں لکھا اور شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں بروایت معاذ ابن جبل و ابو سعید خدری بہ ادنیٰ تغیر الفاظ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم سے لیکر لکھا ہے حضرت علیؓ کے اقضی الامۃ ہونے کو صحابہ عام طور پر تسلیم کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے۔ اقضانا علی بن ابی طالب ہم میں بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں (طبقات ابن سعد و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کہا کرتے تھے کہ تمام مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

ذیل میں ہم حضرت علیؓ کے فیصلہ جات کو تین حصوں میں درج کرتے ہیں۔

(۱) فیصلہ جات زمان نبوت۔

(۲) فیصلہ جات زمان خلفائے ثلثہ۔

(۳) فیصلہ جات زمان خلافت حضرت علیؓ۔

ان سے ناظرین خود عقل کامل۔ فہم راسخ۔ تورع تام و علم متحیر العقول والافہام کا کافی اندازہ کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو قضا اور فیصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ ارشاد ہوا کہ اے علی جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سنکر فیصلہ نہ کرو اُس وقت تک اپنے فیصلہ کو روکو جبتک دوسرے کا بیان بھی نہ سُنلو۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۳ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

(۱) فیصلہ جات زمان نبوتؐ

حضرت علی مرتضیٰ جب یمن میں بہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قاضی ہو کر گئے تو وہاں آپ نے عجیب و غریب مقدمات فیصل فرمائے۔

زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر تھے کہ حضرت علی کا خط یمن سے آنحضرتؐ کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ تین آدمی میرے پاس ایک لڑکے کو لیکر آئے تینوں نے یہ بیان کیا کہ ہم سب نے اس لڑکے کی ماں کے ساتھ ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا اور وہ تینوں اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتے تھے میں نے اسکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا میں نے اُس لڑکے کو اُسی کا لڑکا قرار دیکر یہ شرط لگادی کہ اگر یہ شخص باقی دو شخصوں کی دیت کی دو تہائیاں ادا کردے تو لڑکا اُسکو ملے۔ گویا غلام کے مسئلہ پر اُسکو قیاس کیا۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر ہنس پڑے یہانتک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپ نے فرمایا کہ علی کے فیصلہ کے علاوہ اور کچھ اس کا فیصلہ نہیں۔ ما اجد فیھا الا ما قال علی نہیں پاتا ہوں میں کچھ مگر جو کچھ علی نے کہا (مستدرک الحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۰)

یمن میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر کے پھنسانے کیلئے ایک کنواں کھودا تھا شیر اُس میں گر کر پھنس گیا چند لوگ باہم مذاق میں ایک دوسرے کو ڈھکیل رہے تھے اتفاق سے ایک کا پاؤں پھسل گیا وہ اس بدحواسی میں جب گرنے لگا تو اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے کی کمر پکڑلی وہ بھی سنبھل نہ سکا گرا اور گرتے گرتے اُس نے تیسرے کی کمر تھام لی تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا غرضکہ چاروں شخص اسی طرح گرے شیر نے چاروں کو مار ڈالا ان مقتولین کے ورثا باہم آمادۂ جنگ ہوئے حضرت علیؓ نے آکر اس ہنگامہ و فساد کو روکا اور فرمایا کہ رسولؐ کی موجودگی میں ہرگز یہ مناسب نہیں میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربار رسالت میں جاکر تم اپنا مقدمہ پیش کرسکتے ہو لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا اُن کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری۔ ایک تہائی۔ ایک چوتھائی اور ایک آدھی پہلے مقتول کے ورثہ کو ایک چوتھائی خون بہا۔ دوسرے کو ثلث تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دیا جائے۔ لوگ اس عجیب و غریب فیصلہ سے راضی ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر دربار رسالت میں حاضر ہوکر بمقام ابراہیم اس فیصلہ کا مرافعہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے سنکر اسی فیصلہ کو برقرار رکھا (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۴۲۲ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

روایت میں یہ مذکور نہیں کہ یہ فیصلہ کس اصول پر کیا گیا تھا صرف پہلے شخص کے متعلق یہ بیان ہے کہ اُسکو چوتھائی اسلئے ملا کہ وہ فوراً اوپر سے گرا تھا میرے خیال میں یہ فیصلہ صرف اس اصول کو پیش نظر رکھکر کیا گیا ہوگا کہ یہ حادثہ بالقصد قتل اور اتفاقی قتل کے درمیان میں ہے۔ غرضکہ قصد اور عدم قصد کے درمیانی شکل ہے اسلئے عدم قصد و اتفاق اور قصد و ارادہ ان دونوں میں جس کا حصہ جس مقتول میں زیادہ ہے اُتنا ہی اُسکو کم و بیش دلایا گیا۔ اُسکے بعد وراثت کا اصول پیش نظر رہا چونکہ یہ معاملہ چار آدمیوں کا تھا اسلئے کم سے کم رقم ایک چوتھائی مقرر کی اُسکے نکل جانے کے بعد تین آدمی رہ گئے تو اسکو تہائیوں پر تقسیم کرکے تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی اُسکو دلایا دو باقی رہے تو دو حصہ کرکے نصف تیسرے کا مقرر کیا۔ غور کرنا چاہیئے کہ اصل قصور اُن لوگوں کا تھا جنھوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی اسلئے کسی متعین قاتل نہونے کی وجہ سے قسامت کے اصول سے خون بہا کو اُن کھودنے والوں اور اُن کے قبیلہ والوں پر عائد کیا۔ پہلا شخص گو اتفاق سے گرا مگر ایک دوسرے کے ڈھکیلنے کو بھی اس میں دخل تھا اسلئے پہلے شخص کے گرنے میں اتفاق کا زیادہ اور قصد کا بہت کم دخل تھا اسلئے وہ خونبہا کا کم مستحق ٹھہرا یعنی ایک چوتھائی پہلے نے دوسرے کو بالقصد کھینچا مگر انتہائی بدحواسی میں ذرا اُسکو اپنے فعل کا نتیجہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہ ملا اسلئے پہلے کے مقابلہ میں اُس میں اتفاق کا عنصر کم اور قصد کا کچھ زیادہ ہے اسلئے وہ تہائی کا مستحق ہوا۔ دوسرے کو پہلے کے نتائج دیکھکر اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع زیادہ ملا اسلئے اس میں اتفاق کے مقابلہ میں قصد کا عنصر زیادہ تھا اسلئے اُسکو نصف دلایا گیا۔ تیسرے نے چوتھے کو کھینچا حالانکہ وہ سب سے دور تھا اور گذشتہ نتائج کو تیسرے نے خوب غور سے دیکھ لیا تھا اسلئے وہ تمام تر قصد و ارادہ سے گرایا گیا۔ نیز یہ کہ اُس نے اپنے پہلے رفقا کی طرح کسی اور کے گرانے کا جرم بھی نہیں کیا اسلئے وہ پوری دیت کا مستحق تھا واللہ اعلم (خلفائے راشدین لمولانا معین الدین صفحہ ۲۹۹)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو شخص جھگڑتے

ہوئے حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک گدھا تھا اور اس شخص کے ایک گائے تھی اسکی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔ حاضرین میں ایک شخص کہنے لگا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم ان دونوں کا فیصلہ کر دو حضرت علی نے اُن سے پوچھا کہ یہ دونوں جانور کھلے تھے یا بندھے یا ایک ان میں سے کھلا تھا اور دوسرا بندھا تھا اُنھوں نے کہا گدھا بندھا اور گائے کھلی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا حضرت علی نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کی تصدیق کی اور اس کا اجرا فرمایا (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۶)

(۲) فیصلہ جات زمانِ خلفائے ثلثہ رضؓ

زمان حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں خالدؓ ابن الولید نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھ بھیجا کہ جہاں میں ہوں یہاں ایک شخص ہے جو مثل عورتوں کے فعل شنیع کراتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے اُسکے سزا دینے کے بارہ میں صحابہ سے پوچھا۔ بعض نے رائے دی کہ قتل کر دینا چاہیئے بعض نے سنگسار کرنے کی رائے دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ عرب کے لوگ مثلہ کرنے کو بہت بُرا جانتے ہیں اس بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میری رائے میں اسکو آگ میں ڈھکیلنا چاہیئے۔ چنانچہ تمام صحابہ نے حضرت علی کی رائے سے اتفاق کیا اور وہ شخص جلا دیا گیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۶)

زمان حضرت عمر فاروقؓ حضرت عمر فاروقؓ اس معاملہ میں خصوصاً حضرت علیؓ کے اسقدر مداح اور ممنون تھے جس کی کوئی حد نہیں اُن کے ارشادات اقضانا علی۔ لولا علی لھلک عمر۔ لا ابقانی اللہ بعدک یا علی۔ نعوذ باللہ من معضلۃ لیس فیھا ابوالحسن وغیرہ اس امر کی واضح دلیلیں ہیں اذینہ عبدی ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ عمرہ میں کہاں سے کیا کیا کروں آپ نے فرمایا کہ علیؓ سے جاکر پوچھو (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ و روضہ ندیہ صفحہ ۸۳)

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے اُس مشکل امر سے کہ جو آپڑے اور اُسمیں

ابوالحسن حضرت علی (موجودہ دنیا میں) ابن عقیل کہتے ہیں کہ حضرت عمر حضرت علی سے جب کوئی بات دریافت کرتے اور جواب پاکر

پاکر خوش ہوتے تو فرماتے کہ اے علیؓ تمہارے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)

حضرت عمر سے لوگوں نے کہا اگر کعبۂ شریفہ کے زیورات لیکر آپ مسلمانوں کے لشکر میں صرف کر دیں تو یہ زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ کعبہ کو زیورات کی کچھ ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں حضرت علیؓ سے رائے پوچھی آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام مجید نازل فرمایا اور اوس میں چار قسم کا مال قرار دیا ایک مسلمانوں کا مال جس کو ذوی الفرائض اور ورثہ پر تقسیم کیا۔ دوسرا مال فے جس کے مستحق بتا دیئے تیسرا مال خمس جس کو خدا نے دینا چاہا دیا چوتھا زکوٰۃ یہ بھی جن کا حق تھا اون کو دینے کے لئے حکم دیا۔ اوس زمانہ میں بھی کعبہ میں زیور موجود تھے۔ خدا نے اوس کو اوسی حال پر چھوڑ دیا۔ آپ بھی اوس کو اوسی حال پر رہنے دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے اے علیؓ اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی فضیحت ہوتی (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کرنے گئے جب وہ طواف کعبہ کر کے حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو کہنے لگے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر ہم کو آنحضرتؐ حکم نہ دیتے تو ہم کبھی تجھکو نہ چومتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ نفع اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس کی دلیل پوچھی حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے کہ۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم الخ ۔ جب تیرے رب نے بنی آدم سے اون کی پشتوں میں عہد لیا

اللہ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرا پھر ارواح سے اقرار لیا کہ وہ ہمارا رب ہے اور ہم اوس کے بندہ ہیں۔ خدا نے اون سے عہد و میثاق لیکر ایک ورق پر لکھا اوس وقت اس پتھر کی آنکھیں اور زبان تھی اللہ تعالیٰ نے اوس سے فرمایا تھا کہ اپنا منہ کو کھولدے اوس نے منہ کھولدیا اور اوس ورق کو نگل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اوس سے فرمایا کہ تو قیامت کے روز اوس کی گواہی دینا جو تجھے عہد پورا کرنے کے ساتھ ملے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اوس کی زبان بہت تیز

ہوگی اور وہ گواہی دیگا اوس شخص کے متعلق جو اوس کو توجیہ کے ساتھ چومے گا۔ پس اے امیرالمومنین یہ نفع و نقصان دونوں دے سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں ابوالحسن (حضرت علیؓ) آپ موجود نہ ہوں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۵۷)

ابوالقاسم محمود ابن عمر زمخشری مرفوعاً حضرت حسن بصری کا قول لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنونہ زانیہ حاملہ عورت لائی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اوس کے رجم کا قصد کیا حضرت علی نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیرالمومنین اس بارے میں کیا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں سنا حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا حضرت علی نے کہا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے

رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ	تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا سونے والے سے جبتک کہ وہ جاگ
وعن المجنون حتی یبراء ویعقل وعن الطفل	اور مجنون سے جبتک کہ اچھا ہو جائے یا عاقل ہو جائے اور لڑکے سے
حتی یحتلم۔	جبتک کہ بالغ ہو۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اوس عورت کو چھوڑ دیا۔ یہ حدیث مختصراً مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت محمد بن جعفر از سعید از قتادہ از حسن بصری موجود ہے مگر حدیث کا مرفوع ہونا مذکور نہیں ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵)

ابی حزم بن ابی الاسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کے رجم کا ارادہ کیا جس کے لڑکا نکاح سے چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کلام مجید میں ہے۔ وحمله وفصاله ثلثون شهرا بچہ کا حمل اور فصال (دودھ چھڑانے کی مدت) تیس مہینہ تک ہے۔ دوسری جگہ پھر ارشاد ہوتا ہے وفصاله فی عامین دودھ چھڑانے کی مدت دو برس کی ہے لہذا اقل مدت حمل چھ مہینہ کی ہوئی اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس۔ حضرت عمرؓ رجم کے ارادہ سے باز آئے اور کہنے لگے لولا علی لهلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا اس حدیث کی تخریج عقیلی و ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں کی ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ ینابیع المودۃ بروایت موفق بن احمد خوارزمی صفحہ ۷۵)

موفق ابن احمد خوارزمی اپنی سند سے حضرت امام حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں لوگ ایک حاملہ عورت کو لائے حضرت عمرؓ نے اوس سے بہ سختی پوچھا اوس نے زنا کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے اوس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا جب اوسے راستہ میں جاتے ہوئے حضرت علیؓ نے دیکھا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں اس نے مجھ سے اپنے فعل کا اعتراف کیا حضرت علیؓ نے فرمایا یہ حکم آپ کا اس عورت پر ہے اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اوس پر آپ کیا حکم دیتے ہیں میرے خیال میں آپ نے اس کو جھڑکا اور دہمکایا بھی ہوگا حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں نے دہمکایا تھا حضرت علیؓ نے جواب دیا شاید آپ نے آنحضرتؐ کا ارشاد نہیں سنا کہ بعد تشدد اعتراف کرنے والے پر حد نہیں کہ اُس کو قید کرکے اور دہمکا کے اُس سے اعتراف کرایا جائے یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے اوس کو چھوڑ دیا اور فرمایا۔ عجزت النساء ان تلدن مثل علی ابن ابی طالب عورتیں علی ابن ابی طالب کے مثل پیدا کرنے سے عاجز ہوگئیں۔ لولا علی لھلك عمر قال اللھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس لھا علی حیًّا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا اور فرمایا اے اللہ کسی مشکل کے وقت مجھکو باقی نہ رکھ کہ علی زندہ نہ ہوں (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ و صفحہ ۱۹۶۔ ریاض النضرت میں اسی مضمون کی دو روایتیں ہیں۔ ایک زید بن علی بن الحسین سے دوسری عبداللہ بن الحسن سے ان دونوں روایتوں میں حضرت عمر کے مرقومہ بالا ارشاد نہیں ہیں دیگر واقعات میں اسی کے مثل مروی ہیں)

ابن مسروق کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک عورت کو جس نے بحالت عدت نکاح کر لیا تھا حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے آپ نے دونوں میں تفریق کرادی اور اوس کے مہر کو بیت المال میں جمع کر لیا اور فرمادیا کہ یہ دونوں نہیں جمع ہو سکتے۔ حضرت علیؓ کو جب اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے کہ نکاح اگرچہ بوجہ جہل کے ہوا لیکن مہر اوس عورت کو بوجہ اوس حظ حاصل کرنے کے دلانا چاہیئے کہ جو مرد نے اوس سے حاصل کیا اور جب عدت پوری ہوجائے تو اس مرد کو اوس عورت سے پھر تجدید نکاح کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے مہر دلا کر نکاح کر دیا

اور حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور فرمایا ردوا الجھالات الی السنۃ جاہلوں کو سنت سے رد کرو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

۴ حضرت امام جعفر صادقؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت ایک انصاری کو چاہتی تھی اوس سے ملاقات کی کوششیں کرتی مگر کسی طرح اوس کو اپنی کوشش میں کامیابی نہ ہوتی ایک روز اوس نے یہ مکر و حیلہ کیا کہ ایک انڈے کو توڑ کر اوس کی زردی نکال کر پھینکدی اور سفیدی لیکر اپنے کپڑوں اور رانوں میں خوب ملی اور حضرت عمرؓ کے پاس جاکر کہنے لگی کہ امیر المومنین اس انصاری نے مجھکو فلاں جگہ بہت رسوا کیا حضرت عمرؓ اس انصاری کو سزا دینے کے لئے آمادہ ہوئے حضرت علیؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انصاری نے قسم کھاکر کہا اے امیر المومنین یہ عورت مجھکو جھوٹ تہمت لگاتی ہے آپ توقف کریں ابھی میری بیگناہی ثابت ہوئی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے کپڑوں پر سفیدی معلوم ہوتی ہے اس سے مجھکو بھی خیال ہوتا ہے کہ اس نے ضرور مکر کیا ہے۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ ذرا خوب گرم پانی لے آؤ لوگ لے آئے حضرت علیؓ نے اس پانی سے عورت کے کپڑے کا دہبہ دھلوایا پانی پڑنے سے انڈے کی سفیدی پھول آئی جب سونگھا تو انڈے کی بساہند معلوم ہوئی آپ نے اُس کو دہمکایا تب اُس نے اپنے مکر کا اقرار کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۴)

خشن ابن المعتمر سے مروی ہے کہ قریش کے دو شخص ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھوا کر یہ کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آویں تو کسی ایک کو نہ دینا سال بھر کے بعد اُن میں کا ایک شخص آیا اور اُس نے بیان کیا کہ میرا دوست مر گیا ہے وہ سو دینار مجھکو دیدو اُس عورت نے دیدیئے پھر سال بھر کے بعد دوسرا آیا اُس نے بھی وہی سو دینار مانگے اُس عورت نے جواب دیا کہ تیرا دوست آیا تھا اُس نے تیرا مرنا بیان کیا اور مجھ سے وہ امانت لے گیا اُس نے کہا مجھسے تجھسے یہ وعدہ نہیں ہوا تھا کہ ایک کو دیدینا بلکہ یہ طے ہوا تھا

کہ جب ہم دونوں ساتھ آویں تب دینا دونوں میں پہلے اس کے متعلق خوب لڑائی ہوئی پھر دونوں حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کے لئے گئے حضرت عمرؓ نے اُن دونوں کو حضرت علی کے پاس بھیجدیا آپ سمجھ گئے کہ اُن دونوں نے اس عورت کو فریب دیا ہے آپ نے اُس شخص سے فرمایا کہ تم نے یہ شرط کی تھی کہ جب ہم دونوں ساتھ آویں تب یہ امانت دینا تنہا کسی ایک کو امانت واپس نہ کرنا تمہارا مال موجود ہے تم اپنے ساتھی کو لے آؤ ہم دیدینگے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

ابوبکر نجم الدین فخر الاسلام محمد بن الحسین الستیلانی المزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں دو عورتوں میں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا ہر ایک ان میں سے لڑکے کو اپنا بیان کرتی تھی حضرت عمر کو اُن کے فیصلہ میں دشواری پیش آئی آپ نے اُن دونوں کو حضرت علی کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجدیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک بڑھئی کو لے آؤ تاکہ اُس سے اس لڑکے کے دو برابر ٹکڑے کٹوائے جائیں اور ایک ایک ٹکڑا اُن دونوں کو دیدیا جائے لڑکے کی ماں چلّانے لگی اور کہنے لگی آپ سالم لڑکا اس عورت کو دیدیں دوسری کہنے لگی ضرور کاٹ ڈالا جائے حضرت علیؓ نے اُس لڑکے کو اُس کی ماں کو دلوا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شب میں دو عورتوں کے لڑکے پیدا ہوئے تھے ایک لڑکا مر گیا تھا اس لڑکے کے بارہ میں یہ جھگڑا ہوا تھا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۸ و مناقب مرتضوی صفحہ ۲۶ الشیخ محمد صالح کشفی)

محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۱۰۴ میں لکھتے ہیں کہ شراب نوشی کی حد چالیس درّہ تھی حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی کو قائم رکھا حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں یہی حد تھی۔ جب لوگ زیادہ شراب پینے لگے اور اس سزا کو حقیر سمجھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں صحابہ سے مشورہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو بدمست ہو کر ہذیان بکنے لگتا ہے ہذیان میں جھوٹ بھی بکتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی سزا اسّی کوڑے ہیں لہٰذا اُس کو مفتری یعنی جھوٹے

کی سزا دینا چاہیئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کے قول کو مان لیا شراب کی حد اسّی کوڑہ کی ہوگئی۔

ابن النجتری راوی ہیں کہ محمد ابن زبیر کہتے ہیں میں دمشق کی مسجد میں گیا وہاں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی گردن کی ہنسلی بڑھاپے کی وجہ سے اُٹھی ہوئی تھی میں نے کہا اے شیخ تم نے صحابہ میں سے کس کو دیکھا ہے وہ کہنے لگے میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے ہو وہ کہنے لگے ہاں جنگ یرموک میں شریک ہوا ہوں میں نے کہا مجھکو کوئی بات سناؤ جو تم نے سنی ہو۔ کہنے لگے میں چند جوانوں کے ساتھ حج کو گیا اور شتر مرغ کے انڈے بحالت احرام کھائے بعد حج حضرت عمرؓ سے ہم نے اس کا ذکر کیا حضرت عمرؓ کچھ نہ بولے اور اوٹھکر چلے اور ہم لوگوں سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہاں تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کی طرف تشریف لے گئے اور ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کیا ابوالحسن (یعنی حضرت علی) گھر میں ہیں جواب ملا نہیں پھر حضرت عمرؓ ککڑیوں کی کیاری کی طرف تشریف لے گئے وہاں حضرت علیؓ اپنے ہاتھوں سے مٹی برابر کر رہے تھے حضرت عمرؓ کو دیکھکر کہا مرحبا یا امیر المومنین آپ نے کیسے تکلیف کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں اس کے متعلق پوچھنا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا آپ نے مجھے کیوں نہ بُلا لیا حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ ہم آنے کے زیادہ مستحق تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ انڈوں کی تعداد کے موافق نر اونٹوں کو اونٹنیوں پر چھوڑیں جب اون سے بچے پیدا ہوں تو اوں کی قربانی کریں (یہی اس کا کفارہ ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اونٹ کا نطفہ کبھی فاسد بھی ہوجاتا ہے تو تعداد کیونکر ٹھیک آئے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انڈا کبھی گندا بھی ہوجاتا ہے حضرت عمرؓ جب وہاں سے لوٹے تو یہ دعا کی اللھم لا تنزل بی شدیدۃ الا وابوالحسن الی جنبی (اے پروردگار کبھی ایسی سختی مجھ پر نازل نہ فرمانا کہ جس میں ابوالحسن میرے پاس نہ ہوں (ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے عہد میں مال آیا حضرت عمرؓ نے تقسیم کر دیا کچھ باقی رہ گیا تھا اُس کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے حاضرین سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ مسلمانوں کے کاروبار کی وجہ سے آپ اپنے امور معاش۔ زمین اور تجارت وغیرہ سے بالکل بے خبر ہو گئے ہیں اور رات و دن ہم لوگوں کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں یہ بقیہ مال آپ اپنے صرف میں لائیں۔ حضرت علیؓ بھی اوسی مجمع میں تھے وہ کچھ نہ بولے حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور لوگوں نے تو یہ بیان کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری رائے ہے آپ تقسیم کر دیجئے (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

زبان حضرت عثمان غنیؓ ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا لوگوں نے بحالت احرام اُس کے کھانے کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کیا حضرت عثمانؓ جواز کے قائل تھے لہذا اُنھوں نے کہا بحالت احرام خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہو تو ہم کو بحالت احرام اُس کے کھانے میں حرج نہیں۔ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہو گا لوگوں نے کہا حضرت علیؓ سے چنانچہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ حضرت علیؓ کسی کام میں مشغول تھے . . . .

. . . . . اُس کو چھوڑ کر فوراً متوجہ ہو گئے اور فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں احرام کی حالت میں ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں یہ اُن لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہ ہوں حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے اوٹھکر اس کی شہادت دی اسی طرح دوسرے واقعہ کا بھی آپ نے حوالہ دیا کہ ایک مرتبہ بحالت احرام کسی نے شتر مرغ کے انڈے پیش کئے تھے اُن کے کھانے سے بھی آنحضرتؐ نے احتراز فرمایا تھا اس کی بھی کچھ لوگوں نے شہادت دی یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور اُن کے رفقانے اُس کے

کھانے سے پرہیز کیا (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱) یہ مسئلہ فقہا میں اب تک مختلف فیہ ہے بہت سے لوگ حضرت عثمان کے استدلال کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت علی کا فتویٰ زیادہ احتیاط کا تھا اس لیے حضرت عثمان نے اس کو قبول کیا۔

محمد بن یحییٰ بن حبان کہتے ہیں کہ حبان ابن منقذ کی دو بیبیاں تھیں ایک ہاشمیہ اور دوسری انصاریہ حبان نے انصاریہ کو طلاق دیدی اُس کے کچھ دنوں کے بعد حبان مرگئے انصاریہ نے کہنا شروع کیا کہ میری عدت ابھی پوری نہیں ہوئی مجھکو بھی ترکہ ملنا چاہیئے۔ حضرت عثمان کے پاس مقدمہ پیش ہوا انھوں نے کہا مجھکو اس بارہ میں کوئی علم نہیں اور حضرت علی کے پاس اُس کو بھیجدیا حضرت علی نے اُس انصاریہ سے فرمایا کہ رسول اللہ کے ممبر کے پاس اس بات پر حلف اُٹھالے کہ مجھ پر تین حیض نہیں گذرے تب تجھے میراث ملے گی جب اُس نے از روئے حلف کہدیا تب وہ میراث میں شریک کیگئی۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

یہ واقعات ایک طرف حضرت علی کی قوت اجتہاد اور انتقال ذہن کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف اُن خوشگوار تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں جو حضرت علی اور خلفائے ثلثہ میں تھے ان حضرات کے متعلق شائبہ نفسانیت کا گمان بھی صریح ضلالت وبطلان ہے۔

(۳) فیصلہ جات زمانِ خلافت حضرت علی رضؓ

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ مروی ہے سات آدمی کوفہ سے سفر کو گئے اور مدت تک غائب رہے جب واپس آئے تو اُن میں کا ایک غائب ہوگیا اُس کی زوجہ حضرت علی کے پاس آکر کہنے لگی اے امیر المومنین میرا شوہر ایک جماعت کے ساتھ سفر کو گیا تھا اور لوگ سفر سے واپس آگئے مگر میرا شوہر نہیں آیا میں نے اُن سے اُس کا حال پوچھا وہ کچھ نہیں بیان کرتے ہیں میں اُن پر قتل کا دعویٰ رکھتی ہوں اور آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ اُن کے حاضر کرنے کا حکم جاری فرمائیں اور اُن سے انکشاف

حال کریں۔ حضرت علی نے اُن کو بُلایا اور ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ مسجد کے گوشوں میں بٹھا دیا اور ایک ایک آدمی کا پہرہ اُن پر مقرر کر دیا تاکہ اُن سے نہ کوئی ملے اور نہ بات کرنے پائے۔ پھر ایک آدمی کو بُلا کر اُس شخص کا حال اُس سے پوچھا اُس نے انکار کیا اس انکار پر حضرت علی نے باآواز بلند تکبیر کہی جب اور لوگوں نے تکبیر سنی تو ان کے خیال میں یہ آیا کہ اُن کے ساتھی نے اقرار کر لیا اور صورت حال بیان کر دی پھر ہر ایک کو اُن میں سے علٰحدہ علٰحدہ بُلایا اُنھوں نے اس بنا پر اُس کے قتل کا اقرار کیا کہ اُن کے رفیق نے حضرت علی سے اُن کا یہ فعل بیان کر دیا ہے۔ جب سب اقرار کر چکے تو پہلا شخص کہنے لگا اے امیر المومنین ان لوگوں نے اس کا اقرار کیا ہیں نے تو اقرار نہیں کیا حضرت علی نے فرمایا یہ لوگ تیرے رفیق ہیں تجھ پر گواہی دیتے ہیں ان کی شہادت کے بعد تیرا انکار تجھکو نفع نہیں بخشتا اُس نے بھی اُن کے ساتھ شریک ہونے کا اقرار کیا کہ قتل میں میں بھی شریک تھا۔ جب اقرار قتل کا مل ہو گیا تو حضرت علی نے حد جاری فرما کر سب کو قتل کیا۔

(مطالب السئول صفحہ ۱۰۱)

حارث سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علی کے اجلاس میں اپنی عورت کو لیکر حاضر ہوا اُس نے یہ ظاہر کیا کہ اس عورت نے نکاح کے وقت اپنا عیب مجھ سے پوشیدہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ مجنونہ ہے۔ حضرت علی نے غور فرمایا تو عورت کو حسینہ و جمیلہ پایا اُس سے پوچھا کہ تیرا شوہر کیا کہتا ہے عورت نے جواب دیا امیر المومنین مجھے جنون نہیں ہے لیکن مباشرت کے وقت مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے یہ سمجھتا ہے کہ جنون ہے۔ حضرت علی نے عورت کا جواب سن کر شوہر سے فرمایا کہ اس کو لیجاؤ اور اچھی طرح رکھو تم اس کے لائق نہیں ہو تم کو یہ تمیز نہیں کہ عورت مجنونہ ہے یا نازک مزاج (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)

حضرت علی کے تبحر علمی و وسیع النظری کے متعلق علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ جب خلیفہ ہوئے تو ایک واقعہ پیش آیا کہ جس کے ادراک سے علمائے

وقت کی عقلیں حیران ہوگئیں بجز آپ کے کوئی اُس کو سمجھ ہی نہ سکا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے ایک مخنث سے عقد کیا اُس مخنث کے دو عضو مخصوص تھے ایک مثل عورت کے دوسرا مثل مرد کے۔ مرد نے اُس مخنث کو مہر میں لونڈی دی پھر اُس مخنث کے ساتھ مثل عورت کے صحبت کی مخنث کے حمل رہ گیا اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا پھر اُس مخنث نے اُس لونڈی کے ساتھ صحبت کی وہ لونڈی بھی حاملہ ہوگئی اُس کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ یہ خبر حضرت علی سے بھی لوگوں نے آکر بیان کی آپ نے مخنث کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ اُس کو مثل عورتوں کے حیض ہوتا ہے۔ جب مرد اس سے صحبت کرتا ہے تو اُس کے دونوں مقامات سے منی نکلتی ہے وہ خود بھی حاملہ ہوتا ہے اور اُس سے عورت بھی حاملہ ہوتی ہے۔ لوگ اس امر میں حیران تھے کہ اس کے متعلق کیا حکم دیا جائیگا آیا یہ مردوں میں شمار ہوگا یا عورتوں میں۔ حضرت علی نے یہ سُن کر اپنے دو غلاموں سے حکم دیا کہ اس مخنث کے پاس جاکر اس کی دونوں طرف کی پسلیاں شمار کر داگر برابر ہوں تو عورت ہے اور اگر داہنی طرف کی ایک پسلی بائیں طرف کی پسلی سے تعداد میں زیادہ ہو تو مرد ہے۔ چنانچہ شمار کرنے پر بائیں طرف کی پسلیوں کو داہنی طرف کی پسلیوں سے کم پایا حضرت علی نے حکم دیا کہ مخنث مرد ہے اور اُس کو اُس کے شوہر سے علیحدہ کرا دیا اور فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو اپنی حکمت بالغہ سے اُن کی بائیں طرف کی ایک چھوٹی پسلی سے حضرت حوّا کو پیدا کیا یہی سبب ہے کہ مرد کی بائیں طرف کی پسلی عورت کی پسلیوں سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں طرف کی پسلیاں برابر ہوتی ہیں۔ مرد کی تیئیس ۲۳ پسلیاں ہوتی ہیں۔ بارہ داہنی طرف اور گیارہ بائیں طرف۔ اور عورت کی چوبیس پسلیاں ہوتی ہیں

(مطالب السئول صفحہ ۴۶)

سعید ابن منصور اپنی سنن میں اور ہشیم مسند میں بہ اسناد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سُنا ہے (جبکہ معاویہ نے خط لکھکر دریافت کیا تھا کہ خنثیٰ مشکل کو میراث ملے گی یا نہیں

کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہئے اگر وہ عورت کی طرح پیشاب کرے تو مثل عورت کے میراث پائیگا اور اگر مثل مرد کے پیشاب کرتا ہو تو مرد کی میراث پائے گا یہ جواب لکھکر حضرت علی نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمارے دشمن کو امور دینیہ میں ہمارا محتاج رکھا (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۵)

حضرت علی مقدمات میں عموماً جرح بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی عورت نے عدالت میں آکر علانیہ اپنے جرم (زنا) کا اقرار کیا حضرت علی نے اُس سے متعدد سوالات کئے جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تب آپ نے سزا کا حکم دیا (مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۹۶ و ۱۴۳)

ایک مرتبہ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر عدالت مرتضوی میں پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر یہ بات جھوٹ نکلی تو میں تم کو سخت سزا دوں گا یہ فرماکر اور کام میں مصروف ہو گئے بعد فراغت دیکھا تو دونوں گواہ موقع پاکر چلدیئے تھے آپ نے ملزم کو بے قصور پاکر چھوڑ دیا (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۹)

عدالت میں جب کبھی کوئی نغو مقدمہ پیش ہوتا تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنی کمال زندہ دلی کا بھی ثبوت دیتے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہکر عدالت میں پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبروریزی کی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ ملزم کو دھوپ میں لیجاکر کھڑا کرو اور اُس کے سایہ پر سو کوڑے مارو (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۶)

حضرت علی کے فیصلے قانون کے نظائر کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے لوگوں نے ان کو تحریری صورت میں مدون کر لیا تھا۔ مگر چونکہ اُس زمانہ میں اختلاف آرا و فرقہ بندی کا دور شروع ہو چکا تھا فیصلوں میں تحریفیں ہونے لگی تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب تحریری مجموعہ فیصلوں کا لوگوں نے پیش کیا تو اُس میں سے اُنھوں نے ایک حصہ کو جعلی بتایا اور کہا کہ اپنے عقل و ہوش کو بجا رکھنے کے ساتھ حضرت علی کبھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے (مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰)

فیصلوں کی کثیر تعداد کتب شافعیہ مثل تصانیف عبدالرزاق و ابوبکر ابن ابی شیبہ وغیرہ

میں ہیں۔ غرضکہ آپ کی ذات ستودہ صفات جیسی کچھ اقضی الامۃ واعلم بالسنۃ تھی اُس کو ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں آپ کے اعلم بالسنۃ ہونے کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ محبوبۂ رسولؐ کے ارشادات بھی نذر ناظرین کرتے ہیں ابوعمر دلکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے لوگوں سے عاشورا کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا کہ کس نے تم کو اس کا حکم دیا لوگوں نے حضرت علی کا نام لیا آپ فرمانے لگیں کہ وہ سنت نبوی کے بہت زیادہ جاننے والے تھے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھا کہ آدمی ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کب تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ علی سے جاکر پوچھو اُن کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے چنانچہ شریح نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دن تک اور مقیم ایک رات دن تک

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۹۶ و جلد ۶ صفحہ ۵۵)

علم بالفرائض

حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے کہ مدینہ منورہ کے لوگوں میں حضرت علی سب سے زیادہ علم فرائض کے جاننے والے تھے مغیرہ بن شعبہ جو خود صاحب فرائض تھے کہتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت علی سے زائد قوی قول کا کوئی شخص نہیں تھا (ریاض النضرۃ ج ۲ صفحہ ۱۹۲ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

محمد ابن طلحہ[1] شافعی مطالب السئول صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علیؑ

---

[1] یہ کتاب مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں طبع ہوئی اسکے آخر میں ان کا حال بھی ہے ان کا نام کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ بن الحسن ہے یہ قریشی نصیبی شافعی قم بہت بڑے عالم متورع زاہد تھے شام میں انکا قیام تھا ابوشامہ نے طبقات فقہا شافعیہ میں ان کا مفصل حال لکھا ہے اور ان کا فقیہہ اور مشہور ترین علماء سے ہونا نیز مذہب اور اصول مذہب کا عارف ہونا بھی لکھا ہے ۱۰ ان کی وفات ۲۷ رجب ۶۵۲ ہجری میں ہوئی ان کے علاوہ علامہ ذہبی نے بھی کتاب العبر میں ان کا حال لکھا ہے اور امام یافعی نے مراۃ الجنان میں بھی ۱۲ مؤلف

پاس آئی آپ اوس وقت اپنے گھر سے نکلکر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں تھا وہ عورت بولی اے امیر المومنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑکر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھکو ایک دینار دیا ہے میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں حضرت علی نے فوراً جواب دیا کہ تیرے بھائی کے دو بیٹیاں ہوں گی اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو اُن کے ہوئے۔ پھر پوچھا کہ تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار ملے ہوں گے اور زوجہ بھی ہوگی جسکو ثمن یعنی پچیتر دینار ملے ہونگے پھر پوچھا تیرے بارہ بھائی ہونگے وہ دو دو دینار اُنکو ملے ہونگے اُس نے تسلیم کیا پھر فرمایا ایک دینار تیرا حق ہوا وہ تجھکو مل چکا اب جا لوٹ جا۔ یہ مسئلہ دینار یہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح سے ایک اور مسئلہ منبریہ بھی مشہور ہے جسکو بھی محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے وہ یوں ہے کہ حضرت علی کوفہ میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے اور ترکہ میں اُس کا آٹھواں حصہ ہے اُس کے شوہر کے اعزا اُس کو نواں حصہ دیتے ہیں میں آپ سے انصاف کی خواہاں ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا داماد دو لڑکیاں چھوڑکر مرا ہے۔ اس نے اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا کہ اُس کے والدین بھی زندہ ہیں اُس نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا کہ تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اب نواں حصہ رہ گیا اس سے زیادہ نہ مانگ۔

نجم الدین فخر الاسلام ابو بکر بن محمد بن الحسین مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق سے مروی کہ حضرت عمرؓ کے زمان خلافت میں لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر۔ دو پیٹ اور چار ہاتھ دو پاؤں تھے حضرت عمرؓ نے اس قسم کا آدمی نہ دیکھا تھا ترکہ دینے میں متامل ہوئے کہ اُس کو ایک ترکہ دیا جائے یا دوہرا آپ نے اُس کو حضرت علی کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجا حضرت علی نے دیکھکر فرمایا کہ یہ جب سو جائے تو تم سب چلاؤ اگر اس کے دونوں سر یکبارگی ہل جائیں تو سمجھ لینا کہ یہ دراصل ایک ہی ہے اور اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دو ہیں۔ حضرت عمر کو جب یہ معلوم

ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے (ارجح المطالب صہ ۱۳۱)

علم بالحساب

زر بن حبیش سے مروی ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آگیا اور وہ بھی ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا جب سب روٹیاں ختم ہوگئیں تو تیسرا شخص اوٹھ کھڑا ہوا اور دونوں کو آٹھ درہم دیکر کہنے لگا یہ اُس کھانے کا عوض ہے جو میں نے بیٹھکر کھایا ہے۔ دونوں میں جھگڑا ہونے لگا پانچ روٹی والے نے کہا مجھکو پانچ درہم ملنا چاہیئے اور تجھکو تین دوسرے نے کہا کہ نہیں مجھکو مساوی حصہ ملنا چاہیئے یعنی چار چار درہم برابر دونوں میں تقسیم ہونا چاہیئے تصفیہ کے لئے دونوں حضرت علی کی خدمت میں آئے آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیرا ساتھی جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ تو لے اُس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زائد تھیں وہ کہنے لگا جب تک مجھکو میرا حق نہ معلوم ہو جائیگا میں نہیں لونگا۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا سن تیرا حق ایک درہم سے زائد نہیں ہے انصاف کی رو سے تجھکو یہی پانا چاہیئے۔ تیرا دوست عالی حوصلگی سے جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہے تو اُس نے یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک مجھکو میرا حق انصاف سے نہ معلوم ہو جائیگا نہ راضی ہوں گا اُس نے کہا اے امیر المومنین آپ بیان فرمایئے کہ مجھے ایک درہم ملنے کی کیا وجہ ہے تاکہ میں مان لوں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں تم تین آدمی کھانے والے تھے معلوم نہیں کس نے کم کھایا اور کس نے زائد کھایا بہر حال ہم تینوں کی خوراک برابر رکھتے ہیں ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ تہائیاں آتی ہیں۔ تمہاری تین روٹیوں کے نو حصہ اور اس کے پانچ کے پندرہ تیسرے شخص نے اُس میں سے سات اور تیرے حصہ میں سے ایک کھایا۔ لہذا تجھکو ایک ٹکڑے کے عوض میں ایک درہم اور اُس کو سات درہم ملنا چاہیئے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ اب ایک درہم لینے پر راضی ہوں (ریاض النضرہ جلد ۲ صہ ۱۹۹ و تاریخ الخلفا للسیوطی صہ ۷۹

(ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ وغیرہ)

علم اسرار و حکم

اہل حکمت و متکلمین کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو اپنے عقل و فہم و علم کی بنا پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور اُس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہر حکم کے جزئی مصالحہ سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتے ہیں اور بنا اُن احکام میں جو جزئی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں اُن کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتے صحابہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علیؓ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی کہ اُن کی عملی کیفیت پر پڑتی ہے اس لئے کسی حکم شرعی کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا آپ کے نزدیک چنداں اہم نہیں کیونکہ عقل انسانی خود ناقص ہے وہ کسی شرعی حکم کے صحت و ثواب کا معیار نہیں بن سکتی۔ صحیح بخاری کے تعلیقات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے فرمایا۔

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان	لوگوں سے وہی بات کہو جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں۔ کیا تم
یکذب اللہ ورسولہ (بخاری کتاب العلم)	یہ پسند کرتے ہو کہ خدا اور اُس کا رسول جھٹلایا جائے۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر اُن سے ایسی باتیں کہی جائیں جو اُن کی فہم سے بالاتر ہوں تو اپنی بیوقوفی سے وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے اور جہالت سے خدا اور رسول کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے۔ اس لئے لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق گفتگو کرنا چاہیئے کیونکہ مصالح الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آسکتے۔ احکام اور روایات کے بعض الفاظ اگر متعدد معنوں پر محتمل ہوں تو آپ فرماتے ہیں کہ ان میں وہی معنی صحیح ہوں گے جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایاں ہوں۔ مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا

اذا حدثتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحدیث فظنوا بہ الذی ھو اھدیٰ والذی ھو اتقیٰ والذی ھو اھناء (صفحہ ۱۳)	جب تم سے رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کیجائے تو اُس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ راہ راست اور زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔

مثلاً موزوں پر مسح کرنا سنت ہے لیکن یہ مسح نیچے تلوؤں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں کے کیا جاتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد باب کیف المسح میں ہے۔

لو کان الدین بالرای لکان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھرھما وقد مسح النبی صلعم علیٰ ظھر خفیہ	اگر احکام دین ظاہری عقل ورائے سے بنائے جاتے تو تلوے اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کی پشت پار مسح فرمایا۔

حضرت علی کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گرد و غبار کے دور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا ہے تو نیچے تلووں پر مسح ہوتا لیکن آنحضرتؐ نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا۔ اس لئے احکام الٰہی کے مصالح کی تعیین میں محض ظاہری عقل و رائے کو دخل نہیں ہے۔ یہی روایت مسند امام احمد بن حنبل (جلد اول صفحہ ۱۱۲) میں اسی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ کو نہیں دیکھتا تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے زیادہ بہتر ہے یعنی ظاہری قیاس کا مقتضیٰ یہی تھا مگر حکم الٰہی صرف ظاہری قیاس پر مبنی نہیں (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰)

علم کلام

یہ علم جس کو علم الٰہی و علم عقائد و علم باصول الدین اور متاخرین کی اصطلاح میں علم کلام کہتے ہیں۔ بعد تفسیر و حدیث کے اس کا مرتبہ نہایت عالی ہے۔ کیونکہ اس میں توحید اور نبوت اور احوال معاد سے بحث ہوتی ہے اور قضا و قدر کے اسرار و غوامض بیان کئے جاتے ہیں اس کے نکات جس قدر حضرت علی کے خطبات میں موجود ہیں اُتنے اور کسی صحابی کے کلام میں نہیں ملتے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ متکلمین کے جتنے فرقے ہیں وہ سب حضرت علی پر منتہی ہوتے ہیں۔

پہلا فرقہ جس نے سب سے پہلے اس علم میں شہرت حاصل کی وہ معتزلہ کا ہی جسکے بانی مبانی واصل بن عطا ہوئے اُنہوں نے اس علم کی تعلیم ہاشم بن عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ سے پائی اور ابوہاشم نے اپنے والد عبداللہ سے اور اُنہوں نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ سے اور اُنہوں نے اپنے والد حضرت علی سے حاصل کیا دوسرا فرقہ جس نے معتزلہ کے بعد اس علم میں کمال حاصل کیا وہ اشعریہ کہلاتا ہے یہ امام ابوالحسن علی بن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری ابوعلی جبائی کے شاگرد تھے جو مشائخ فرقہ معتزلہ سے تھے لہذا یہ بھی معتزلہ کی طرف منتہی ہوتا ہے جسکا انتساب حضرت علی کی طرف اس سے قبل بیان ہو چکا۔ تیسرا فرقہ متکلمین میں زیدیہ کا ہے جو دراصل امامیہ کی شاخ ہے اور امامیہ کا انتساب حضرت علی کی طرف ظاہر ہے۔

چوتھا فرقہ گروہ متکلمین سے خوارج کا فرقہ ہے جو حضرت علی کے سخت دشمن ہیں لیکن تاریخ کے دیکھنے سے صحیح طور پر واضح ہوتا ہے کہ خوارج کے اکابر وہی لوگ تھے جو ابتدا میں حضرت علی سے تعلیم پاتے رہے ہیں[1]۔ ہم اس جگہ تیمناً حضرت علی مرتضی کا ایک خطبہ مسائل توحید کے بیان میں مطالب السئول صفحہ ۹۲ سے لیکر نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ افلاطون و ارسطو نے بھی باوجود اس قدر علم و فضل کے کبھی توحید کے ایسے نازک اور پیچیدہ مسائل کو اس خوبی سے نہیں بیان کیا ملاحظہ ہو۔

قولہ[2] فی تمجید اللہ تبارک وتعالیٰ وتحمیدہ وتوحیدہ ھو الذی لا یبلغہ مدحۃ القائلون ولا یحصی نعماؤہ العادون ولا یؤدی حقہ المجتھدون الذی لا یدرکہ بعد الھمم ولا ینالہ غوص الفطن لیس لصفتہ حد محدود ولا نعت موجود ولا وقت معدود	حضرت علی کا ارشاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی تحمید و توحید کے بیان میں یہ ہے کہ وہی وہ ذات ہے کہ جس کی مدح وثنا کی حقیقت کو اچھی زبان دانوں کی گویائی نہ پہنچ سکی اور نہ شمار کرنے والے اُس کی نعمتوں کو شمار کر سکے اور نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکے وہ ایسی ذات ہے جسے ہمتیں ارادے نہ پا سکے اور نہ

[1] مطالب السئول صفحہ ۹ و ارجح المطالب صفحہ ۱۳۲ [2] یہ خطبہ بادنیٰ تغیر الفاظ کتاب نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۵ میں بھی موجود ہے

ولا اجل ممدود فطر الخلائق بقدرته
ونشر الرياح برحمته ووتد بالصخور
ميدان ارضه اول الدين معرفته
وكمال معرفته التصديق به وكمال
التصديق به توحيده وكمال توحيده
الاخلاص وكمال الاخلاص له نفي
الصفات المحدثة عنه فمن وصفه
بحادث فقد قرنه ومن قرنه فقد ثناه
ومن ثناه فقد جزّاه ومن جزاه فقد
جهله ومن اشار اليه فقد حدّه ومن
حدّه فقد عدّه ومن قال فيم فقد ضمّنه
ومن قال علام فقد اخلى منه كائن
لا عن حدث موجود لا عن عدم
مع كل شيء لا بمقارنة غير
كل شيء لا بمفارقة وفاعل لا بمعنى الحركات
والآلات بصير اذ لا منظور
اليه من خلقه متوحد اذ لا سكن
ليستانس به ولا يستوحش لفقده
انشاء الخلق انشاءً وابتداءه
ابتداءً بلا روية اجالها ولا

عقلیں اُس کی تہ تک پہنچ سکیں اُس کی صفت کے لئے
کوئی حد معین نہیں اور نہ کوئی صفت موجود ہے اور نہ کوئی
وقت مقرر ہے اور نہ مدت دراز معین اُس نے اپنی
قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی رحمت سے ہوا
کو پھیلایا اور متزلزل زمین کو پتھروں کی میخوں سے مضبوط
کیا دین کا پہلا زینہ اُس کی معرفت ہے اور معرفت کا
کمال یہ ہے کہ اُس کی تصدیق کی جائے توحید اُس کی
تصدیق پر یقین لانے سے کامل ہوتی ہے توحید کا کمال
یہ ہے کہ اخلاص حاصل ہو اور کمال اخلاص یہ ہے کہ
تمام صفات زائدہ سے اُس کو منزہ اور مبرا سمجھے جس شخص
نے اُس کی توصیف ان صفات زائدہ سے کی اُس نے
اُس کا مقارن ٹھہرا سمجھ لیا جس نے مقارن سمجھ لیا وہ
دوئی کا قائل ہوا اور جو دوئی کا قائل ہوا اُس نے اُس
کا تجزیہ کر دیا اور جس نے تجزیہ کر دیا وہ جاہل ہوا اور جس
نے اس کی طرف اشارہ کیا اُس نے محدود کر دیا اور جس
نے محدود کر دیا اُس نے ایک حد معین کر دی اور جس
نے یہ سوال کیا کہ خدا کس چیز میں موجود ہے تو اُس نے
اُس کے لئے محل و مقام تجویز کیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ
کس چیز پر ہے تو اُس نے موجود سے خالی سمجھا۔ وہ
اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے وہ موجود ہے کسی
وجہ سے موجود نہیں ہوا عدم سے وجود میں نہیں آیا ہے

تجربة استفادها ولا حركة
احدثها ولا همامة نفس
اضطرب فيها احال الاشياء
لاوقاتها ولاءم بين مختلفاتها
وغرز غرايزها والزم اشباحها
عالما بها قبل ابتدائها
محيطا بحدودها وانتهائها
عارفا بقرائنها واحنائها
ثم انشأ سبحانه فتق الاجواء
وشق الارجاء وسأفق الهواء فاجرى
فيها ماءً متلاطما تياره
متراكما زخاره وحمله
على متن الريح العاصفة
والزعزع القاصفة فامرها
بردّه وسلطها على شدّه و
قرنها الى حدّه الهواء من
تحتها فتيق والماء من فوقه
دفيق ثم انشأ سبحانه وتعالى
ريحا اعتقم مهبّها وادام
مربّها واعصف مجراها وابعد
منشأها فامر هابتصفيق الماء

ہر چیز کے ساتھ ہو مگر عارضی طریقہ سے نزدیکی نہیں ہر چیز سے
مغائر ہو مگر بالکل علٰحدہ ہو نیز الا نہیں (کیونکہ شئے کا قائم اگر
اُس سے علٰحدہ ہو جائے تو وہ شئی قایم کہاں رہ سکتی ہے) وہ فاعل
ہو مگر نہ یعنی حرکات اور آلات کے وہ اسوقت بھی بصیر ہو جبکہ
اُسکی خلق میں کوئی شے منظور الیہ موجود نہیں وہ یکتا ہے اُس کا
کوئی ایسا مسکن نہیں جس سے وہ مانوس ہو اور نہ کوئی
ایسی چیز جس کے گم ہو جانے سے وہ متوحش ہو اُس کا
حق تھا اُس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور جس چیز کی
اُس نے ابتدا کرنا چاہی اُس کو بلا تکلف کر دیا کوئی
ایسا تجربہ نہیں جس سے دربارۂ خلقت مخلوق اُس نے
استفادہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسی حرکت جس کو اُس نے مخلوق
کو پیدا کیا ہو نہ اُسے کوئی تردد لاحق ہوا جس سے وہ
مضطرب ہوا ہو وجود اشیا کو گردش دیدی جب اُس
کا وقت آگیا مختلف اشیا کو آپس میں ملا دیا اشیا کی
طبیعتوں کے آثار محکم کر دیئے اُن کی شناخت کے
آثار کو اُن کے ساتھ لازم کر دیا اشیا کی پیدائش سے
قبل اُن کو جانتا تھا اُن کے حدود اور انتہا کا احاطہ
کئے ہوئے تھا اُن کے قرائن و احوال و اقسام کا عارف
تھا پھر اللہ نے آسمان کی فضاؤں کی وسعت کو ایجاد
کیا اطراف ہوا اور ہوا کے بالائی حصہ کو شگافتہ کیا اور
اُس بالائی حصہ میں پانی کو جاری کر دیا جس کی آب

الزخار واثارة موج البحار
فمخضته مخض السقاء وعصفت
به عصفها بالفضاء ترد اوله
الى اخره وساجيه لمائره
حتى عبّ عبابه ورمى بالزبد
ركامه فرفعه فى هواء
منفتق وجوّ منفهق فسوى منه
سبع سموات جعل سفلاهن
موجًا مكفوفًا وعليا هنّ سقفًا محفوظًا
وسمكًا مرفوعًا بغير
عمد يدعمها ولا دسار
ينتظمها ثم زيّنها بزينة
الكواكب وضياء الثواقب
واجرى فيها سراجًا
مستطيرًا وقمرًا منيرًا
فى فلك دائر وسقف
سائر ورقيم مائر ثم
فتق ما بين السموات العلى
فملأهن اطوارا من الملائكة
منهم سجود لا يركعون وركوع

میں ٹکرانے والی موجیں تلاطم خیز تھیں جس کی لہریں
ایک دوسرے پر چھائی ہوئی تھیں اُس پانی کو تیز
ہوا اور توڑ دینے والی آندھی کی پشت پر سوار کیا پھر اُس
ہوا کو حکم دیا کہ اس پانی کو موجزن کر دے اور اس
کے تھام لینے اور نگہبان رہنے پر اُس نے مسلط فرمادیا
اور اُسے اُس پانی کی حد و نہایت کے نزدیک کر دیا
درآنحالیکہ اس ہوا کا حصّہ زیریں کشادہ تھا اور پانی
اُس کے اوپر موجیں لے رہا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے
ریح عقیم کو پیدا کیا جس کے جھونکے نباتات و اشجار
اور اُن کی تازگیاں پیدا نہیں کرتے اس کے قیام کو
باقی رکھا اس کے جھونکوں کو تیز و تند کر دیا اس
کی نشو و نما کی جگہ کو دور تک پھیلا دیا اور اسے حکم دیا کہ
اس آب ذخار کی موجوں کو ٹھہرادے اور دریا کی لہروں
کو تھکا لیجائے اس ہوا نے خدا کے حکم سے اس پانی کو
جنبش دی جیسے مشک کو جنبش دیا کرتے ہیں اور اُسے
فضائے آسمان میں ایسی جنبش دی جو جنبش دینے کا حق
ہوتا ہے۔ اس کے اول کو آخر اور سکون کو حرکت کیطرف
منتقل کر دیا یہاں تک کہ اس کا بڑا حصہ بلند ہو گیا اس
دریا سے اُس کے جمع ہو جانے والے کف کو پھینک
دیا پھر اس کف کو ہوائے کشادہ اور فضا کے ساتھ
مکان وسیع میں بلند کیا اور اُس سے نہایت عمدہ

لاینتصبون وصافون
لایتزایلون یسبحون
اللیل والنہار لایفترون
لایغشاہم نوم العیون
ولاستۃ العقول ولافترۃ
الابدان ولاغفلۃ النسیان
ومنہم امناء علی وحیہ
والسنۃ الی رسلہ
مختلفون بقضائہ فیہ
وامرہ ومنہم الحفظۃ
لعبادہ والسدنۃ لابواب
جنانہ ومنہم الکرام
الکاتبون اعمال
خلقہ الشاہدون علی
بریتہ یوم یبعثون
ومنہم غلاظ شداد
لایعصون اللہ ما امرہم
ویفعلون ما یومرون۔

طریقہ کے ساتھ سات آسمان ایجاد کئے اور اُن آسمانوں
کے طبقہ زیریں کو متحرک اور اپنی جگہ سے نہ ٹلنے والا
اور حصہ بالا کو ایک محفوظ اور نہایت ہی بلند بنا دیا اُسے
بغیر کسی ستون کے قائم کیا اور بغیر کسی میخ کے اُنہیں منتظم
کر دیا پھر اُنہیں آسمانوں کو ستاروں کی آرایش اور
آنکھوں میں گھر کر جانے والی روشنی سے مزین کیا۔ ان
میں اس چراغ (آفتاب) کو روشن کیا جس کی روشنی
پھیلی ہوئی ہے اُس عمر کا اجرا فرمایا جو ضیا بخش دیدۂ
مردم ہے اور دورہ کرنے والے فلک اور سیر کرنیوالی
سقف (چھت) اور چلنے والی سطح آسمان میں ثابت اور
قائم ہے پھر اُن مخلوقات کو پیدا کیا جو بلند آسمانوں
کے درمیان میں واقع ہے اور اُن آسمانوں کو قسم
قسم کے ملائکہ سے لبریز کر دیا اُن ملائکہ میں بعض ایسے
ہیں جو ہمیشہ سے سربسجود ہیں رکوع کرنے کی نوبت
ہی نہیں آتی بعض ایسے ہیں جو رکوع میں ہیں اور
کبھی سیدھے نہیں ہوتے بعض ایسے ہیں جو صف بستہ
ہیں اپنے مقام سے ہٹتے ہی نہیں بعض ایسے ہیں جو
تسبیح کرتے ہیں رات دن اور کبھی اُس سے پریشان
نہیں ہوتے نہ ان کی آنکھوں میں کبھی نیند لاحق ہوتی
ہے اور نہ اُن کی عقلوں کو سہو ہوتا اور نہ بدنوں کو
تکان اور نہ اُن کو غفلت اور نسیان لاحق ہوتا ہے بعض

ان میں سے اُس کی وحی کے امین ہیں اور اُس کے
پیغمبروں کے ترجمان مختلف مقامات سے خدا کے فرمان
اور احکام لے کر اُن کے پاس آتے ہیں بعض ایسے ہیں
جو بندوں کے محافظ اور جنت کے مکانوں کے خادم
ہیں بعض ایسے ہیں جو کراماً کاتبین ہیں مخلوقات کے
اعمال کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن اُن کو تمام
مخلوقات پر پیش کریں گے اور بعض ایسے ہیں جو سخت
دل اور زور آور ہیں نہیں نافرمانی کرتے ہیں اللہ کی
جو حکم کرے اُن کو اور کرتے ہیں جو حکم کئے جاویں۔

حضرت علی کے اس قسم کے ارشادات مطالب السئول و ینابیع المودۃ و نہج البلاغۃ وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں اس جگہ اتنی ہی پر اکتفا کی گئی۔ آپ کے خطب و مواعظ و ارشادات علیحدہ علیحدہ اسی کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ کی کسی جلد میں ان شاء اللہ تعالیٰ رونق افروز چشم بصیرت ہوں گے۔

علم الجفر و الجامعہ

اس علم کو علم اسرار الحروف بھی کہتے ہیں شیخ سلیمان حنفی قندوزی ینابیع المودت باب ۶۷ صفحہ ۳۹۸ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن احمد بسطامی رسالہ درۃ المعارف میں لکھتے ہیں۔

ثمان الامام علیا کرم اللہ وجہہ ورث علم الاسرار الحروف من سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والیہ الاشارۃ بقولہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا انتہ

حضرت امام الاولیا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم اسرار الحروف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارث ہیں اسی طرح اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علی باب مدینہ علم ہیں۔

محمد بن طلحہ شافعی الدر المنظم میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں میں حضرت علی مرتضیٰ کے جفر کا تذکرہ کرتا ہوں جس میں مفاتیح علوم و مصابیح نجوم سے ایک ہزار سات سو مصدر ہیں علمائے حروف کے یہاں اس کو جفر جامع و نور لامع کہتے ہیں صوفیہ کے یہاں اس سے مراد لوح قضا و قدر ہے بعض اس کو مفتاح اللوح والقلم اور بعض سر القضا والقدر اور بعض مفتاح علم اللدنی بھی کہتے ہیں یہ دو عظیم الشان کتابیں ہیں ایک کو حضرت علی نے کوفہ میں ممبر پر بیان بھی فرمایا تھا اسی کا نام خطبۃ البیان ہے۔

دوسرا وہ علم مکنون ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے بصیغۂ راز فرمایا اسی کی طرف آنحضرتؐ کا اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت علی کو اس کی تدوین کا حکم دیا تو آپ نے حروف علٰحدہ علٰحدہ کر کے بطریق سفر حضرت آدم علیہ السلام لکھا اور یہ لوگوں میں الجفر والجامعہ کے نام سے مشہور ہوا (ینابیع المودۃ باب ۷۶ صفحہ ۴۱۲)

شیخ محی الدین ابن العربی طائی حاتمی اندسی کتاب الدر المکنون والجوہر المصون میں صحیفات جفریہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے علم الحروف کو بطریق وراثت حاصل کیا اور علم الاولین والآخرین کے وارث ہوئے میں نہیں جانتا کہ اور بھی کسی نے ایسے علوم جمع کئے ہوں گے آپ ان سب میں اعلم ہیں آپ نے جفر جامع اسرار حروف میں تصنیف فرمائی جس میں وہ امور موجود ہیں جو اولین میں جاری ہو چکے اور آخرین میں جاری ہوں گے اس میں اسم اعظم۔ تاج آدم۔ خاتم سلیمان۔ حجاب آصف علیہما السلام ہے حضرت علی کی اولاد سے آئمہ راشدین ان اسرار کو جانتے تھے۔ جفر سے مراد درحقیقت تکسیر ہے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکر اب تک سوائے حضرت علی کے اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی یہ سب آنحضرتؐ کی تعلیم کی برکت سے تھا میں نے بعض ان اسرار کو اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں بھی لکھا ہے (ینابیع المودۃ باب ۷۶ صفحہ ۴۱۴)

علامہ کاتب چلپی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد اول صفحہ ۳۹۵ میں لکھتے

ہیں کہ ایک گروہ کا قول ہے کہ حضرت علی نے جفر کی ایک جلد میں اٹھائیس حروف کو بطریق بسط اعظم وضع فرمایا تھا اس سے بطریق مخصوص و شرائط معینہ اسرار لوح اور قضا و قدر معلوم ہو سکتے تھے اور یہ ایسا علم ہے کہ جس سے اہلبیت ہی کو ورثہ پہونچا ہے۔

علم ریاضی و ہیئت

یونس بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے علم نجوم کے متعلق سوال کیا کہ اسکی کیا اصلیت ہے انہوں نے کہا کہ یہ انبیاء کا علم ہے پھر میں نے پوچھا کہ علی ابن ابیطالب اس علم کو جانتے تھے وہ کہنے لگے ہاں سب لوگوں نے زیادہ اس علم کو جانتے تھے۔ اس قول میں اگرچہ علم نجوم کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد علم ہیئت ہے کیونکہ احکام نجوم متعلق بہ سعادت و نحوست و اخبار عن المغیبات یعنی غیب کی خبریں بیان کرنا لوازم کہانت سے ہیں حضرت علی اس کو خلاف شریعت جانتے تھے چنانچہ ارشاد ہے۔

ایاکم وتعلم النجوم الا فیما یهتدی فی	علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر اس میں سے وہ امر جو تمکو
براو بحر فانها تدعوا الی الکهانة	صحرا اور دریا میں رہنمائی کر سکے کیونکہ اسکے سوا علم نجوم کہانت ہے

اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ علم نجوم جس سے علم ہیئت الافلاک مراد ہے اُس کو سیکھنا مستحب ہے اس لئے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطلاع اور قدرت کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں میں حضرت علی کے سامنے اہرام مصری کی تاریخ بنا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کوئی صحیح بات بیان نہ کر پایا حضرت علی نے دریافت کیا کیا ان پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہے ان میں سے کسی نے عرض کیا ہاں اُن پر ایک چیل کی تصویر ہے جس کے پنجہ میں بھی خرچنگ دبا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ مثلث نما مینار اُس وقت تعمیر ہوئے تھے جبکہ نسر طائر برج سرطان میں تھا۔ نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے آجکل وہ برج جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار سال اس کی تعمیر کو ہوئے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۳۱۰)

علم نحو

علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی کے دست مبارک سے رکھی گئی۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سُنا اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی نہ واقع ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دُئلی کو چند قواعد بتلائے اور اس فن کی تدوین پر مامور کیا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۷)

ابوالاسود دُئلی سے مروی ہے کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے ہوئے متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کیا غور فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تمہارے شہر میں لوگوں کو اپنی زبان میں غلطی کرتے سُنا ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کوئی ایسی کتاب لکھوں جس میں عربی زبان کے قاعدہ ہوں۔ میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو بہت بہتر ہوگا گویا ہم لوگوں کو آپ زندہ فرما دیں گے اور ہم میں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔ پھر کئی دن کے بعد جب حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھکو ایک کاغذ دیا اُس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا کہ کلمہ تین قسم پر ہے۔ اسم فعل۔ حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمّی سے خبر دے۔ فعل وہ ہے جو مسمّی کی حرکت سے خبر دے۔ حرف وہ ہے کہ جو بے معنی سے خبر دے کہ جو نہ اسم ہو اور نہ فعل پھر فرمایا کہ اس کا متبع کرو اور جو کچھ مناسب معلوم ہو اس میں بڑھاؤ اور اس امر کو بھی سمجھ لو کہ یہ سب اشیا تین قسم پر ہیں ایک ظاہر۔ ایک مضمر اور ایک ایسی شے کہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر اور علما کی فضیلت اسی شے کے دریافت کرنے میں معلوم ہوتی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے اس قاعدہ سے بہت سی باتیں نکال کر جمع کیں اور حضرت علی کو سنائیں جس میں حروف ناصبہ کا بھی بیان تھا ان میں سے اِنّ اور اَنّ اور لیت اور لعلّ اور کانّ کا میں نے ذکر کیا لکنّ کا ذکر میں نے نہیں کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا میں نے عرض کیا کہ میں اس کو حروف ناصبہ میں نہیں سمجھتا تھا فرمایا یہ بھی انہیں میں سے ہے اس کو بھی بڑھا دو (تذکرۃ الخلفا للسیوطی

صفحہ ۷ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۴۲ وروضۂ ندیہ صفحہ ۹۲)

ترجمہ صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۵۳۳ اور اجرومیہ کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت علی نے جو کچھ علم نحو کے متعلق لکھا تھا وہ ابوالاسود کو دیکر فرمایا کہ اُنح بھذا النحو یعنی اس طریقہ پر لکھو چنانچہ یہ قواعد ابوالاسود کے پاس رہے۔ جب زیاد بن سمیہ حاکم عراق ہوا تو ابوالاسود اُس وقت زیاد کے لڑکوں کا معلم تھا لوگ اُس سے پوچھتے مگر ابوالاسود اس قدر بخیل تھا کہ کسی کو نہ بتاتا خود زیاد نے اس سے درخواست کی تھی کہ ان قواعد کو جمع کرکے لکھو اور اس علم کو مشہور کرو تاکہ قرآن شریف پڑھنے والوں کو سہولت ہو جائے اور وہ غلطی سے محفوظ ہو جائیں ابوالاسود نے زیاد سے بھی انکار کر دیا۔ اتفاقاً ابوالاسود نے ایک روز کسی قاری کو یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ بریٔ مِنَ المشرکین ورسولہ پڑھتے سنا جو رسولہ میں بجائے لام کے ضمہ کے کسرہ پڑھ گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ حالانکہ اصل معنی بحالت ضمہ لام یہ ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے۔ ابوالاسود کو ایسی فاش غلطی سُن کر بہت رنج ہوا اور کہنے لگے کہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ عرب کی اب یہ حالت ہوگئی ہے اور اس طرح ان کی عقلیں گم ہوگئی ہیں فوراً وہاں سے واپس ہوئے اور آکر زیاد سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا میں اب اوس کے لئے تیار ہوں مگر ایک کاتب لاؤ زیاد نے کاتب دیا ابوالاسود نے کاتب سے قواعد لکھوا کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کرا دیئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا مآثر حضرت عمر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اسود کو حکم دیا تھا کہ قواعد علم بناؤ مگر شاہ صاحب نے کوئی سند نہیں درج فرمائی معلوم نہیں کہ اُن کا ماخذ اس امر کے لئے کیا ہے۔ وہاں اسود نام ہے اور یہاں ابوالاسود۔ درحقیقت واضع علم نحو حضرت علی ہی ہیں اور ابوالاسود شاگرد اول اگر شاہ صاحب کی روایت بھی صحیح مانی جائے تو اس کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ شاید

قواعد مقرر کرنے کی تجویز عہد فاروقی میں پیش ہوئی ہوگی مگر اس کا اجرا نہ ہو سکا ہوگا پھر حضرت علی نے اُس کے قواعد منضبط کر کے ابوالاسود کو تعلیم فرمائے اور بعد ایک زمانہ کے ابوالاسود نے وہ قواعد بصورت کتاب مدون کئے۔ علاوہ اس کے حضرت عمر چونکہ ہر کام میں صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے حضرت علی کی علمی لیاقت تو ظاہر ہی ہے کہ کس درجہ کی تھی بہت ممکن ہے کہ تدوین قوانین نحو کا کام حضرت علی کے سپرد کیا گیا ہو اگر یہ کام عہد فاروقی میں حضرت علی نے شروع کیا ہو اور ابوالاسود کو قوانین نحو سکھلا دیئے ہوں تو کیا منافات ہے بہرحال اس علم کے موجد حضرت علی مرتضیٰ ہی ہیں (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۹۲)

علم تصوف

علم تصوف خاصان امت کے لئے مذہب کی جان اور اسرار شریعت کی روح ہے علم اسرار و علم کا بیان جو اوپر گذر چکا اُس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ حضرت علی کو علم اسرار شریعت پر عبور نہ تھا بلکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ یہ علم عوام کے لئے موزوں نہیں اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لئے حیلہ گری اور فلسفیانہ بہانہ جوئی پیدا ہوتی ہے۔ خواص اس فرق کو سمجھتے ہیں اس واسطے اُنہیں کے لئے یہ علم موزوں ہے حضرت علی نے تصوف یعنی روح اسرار شریعت کے حقائق و معارف بہت سے بیان فرمائے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس علم کا ماخذ و منبع و سرچشمہ حضرت علی ہی ہیں چنانچہ خواجہ محمد پارسا نقشبندی فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ

قال الجنید صاحبنا فی ھذا الامر الذی	حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیشرو اس امر
اشار الی ما تضمنہ القلوب واومی الی	میں کہ جس میں اشارہ کیا گیا ہے اُس شے کی طرف
حقایق بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم	کہ جو قلوب میں آکر متضمن ہوتی ہے اور جس سے
علی ابن ابی طالب وان امیر المومنین	بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حقائق کی
لو یفرغ عن الحرب لوصل الینا عنہ من	طرف ایما فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں اور اگر

هذا العلم مالا یقوم له القلوب

حضرت امیر المومنین غزوات سے فارغ ہوتے تو آپ سے ہمارے لئے اس علم یعنی علم حقائق و تصوف کے متعلق وہ باتیں منقول ہوتیں کہ جس کے دل متحمل ہو سکتے۔

شرح تعرف میں ہے کہ حضرت علی بہ اتفاق امت کل عرفا کے سردار ہیں (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۳) کشف المحجوب صفحہ ۲۵ میں ہے۔

قال سید الطائفۃ الجنید شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ یعنی اماما فی علم الطریقۃ ومعاملاتها هو علی المرتضیٰ

سید الطائفہ جنید بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے پیر اصول اور بلا میں علی مرتضیٰ ہیں یعنی ہمارے امام علم طریقت میں اور اس کے معاملات میں حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۴ میں لکھتے ہیں کہ خلافت سے پہلے حضرت علی کو اس میں بیحد انہماک تھا مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے اُن کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔ سلاسل طریقت حضرات اولیاء اللہ مثل قادریہ قلندریہ چشتیہ قشیریہ۔ ہرویہ۔ غزالیہ۔ شطاریہ۔ رفاعیہ۔ کبرویہ۔ سہروردیہ۔ فردوسیہ۔ مداریہ شاذلیہ نقشبندیہ وغیرہ حضرت علی ہی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں ہر ایک سلسلہ سے ہزارہا شاخیں نکلی ہیں لیکن متقدمین کے نزدیک اصل میں دو طریقہ تھے جنیدیہ و طیفوریہ۔ جنیدیہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کی طرف منسوب ہے حضرت جنید کو حضرت سری سقطی سے اُن کو حضرت معروف کرخی سے اُن کو حضرت داؤد طائی سے اُن کو حضرت حبیب عجمی سے اُن کو حضرت حسن بصری سے اُن کو حضرت علی سے خلافت طریقت حاصل ہے حضرت معروف کرخی کا دوسرا سلسلہ بھی بذریعہ ائمہ اطہار حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ طیفوریہ ہے جو حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مرید تھے۔ غرض یہ کہ جتنے طرق موجودہ ہیں سب کا خاتمہ حضرت علی کی ذات مقدس تک ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں

لکھتے ہیں۔

ومنہا علم تصفیۃ الباطن ومعلوم ان نسب جمیع الصوفیۃ ینتہی الیہ (ارجع المقاصد ۱۳۳) اور اُن میں سے علم تصفیۂ باطن ہے جس کے متعلق یہ تو معلوم ہی ہے کہ تمام صوفیہ کے نسب و فرق حضرت علی پر ختم ہوتے ہیں

سلاسل طریقت اور اُس کے اجرا اور شیوع کے متعلق میرے حضرت اوستاد و شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب حیدر قلندر ادام اللہ فیضانہ و برکاتہ نے ایک بہت بسیط کتاب شجرات المشائخ تحریر فرمائی ہے جس میں سابق و حال کے تمام مجربہ و غیر مجربہ سلاسل کی تحقیق نہایت بسط سے فرمائی ہے۔ لہذا اس کے متعلق میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ناظرین اُس سے معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ اُس کا موضوع لہ یہی مبحث ہے۔ چونکہ اکثر سلاسل بذریعہ حضرت حسن بصری حضرت علی پر منتہی ہوتے ہیں اور بعض محدثین تعار حسن بصری با جناب امیر کے قائل نہیں اس وجہ سے وہ اس سلسلہ کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس امر میں متشددین میں امام ترمذی اور اُن کے متبعین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوئے۔ ہمارے نزدیک عدم لقا ثابت نہیں ہوتی۔ لقا کے اثبات کرنے والے انکار کرنے والوں سے زیادہ ہیں اور حسب قاعدہ مثبت کے قول کو نافی پر ترجیح ہوا کرتی ہے لہذا اثبات ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے نہ کہ نفی۔ اس کے مباحث بالتفصیل سیوطی کے مصنفات نیز فخر الحسن معہ شرح قول المستحسن و روض الازہر والدر المنظم و دیگر کتب حضرات صوفیہ علمائے باللہ میں بالتصریح موجود ہیں۔ میں اُنہیں حضرات کا متبع ہوں نہ کہ متشددین محدثین کا۔ اس کے دلائل صفحات ماسبق میں گذر بھی چکے ہیں۔

علم الکتابت

حضرت علی حسن خط میں مہارت تام رکھتے تھے چنانچہ خود آپ کا قول ہے۔

علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق	تم پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو خوشخطی سکھاؤ کیونکہ وہ رزق کی کنجی
علموا اولادکم الکتابت فان فی الکتابۃ ہم	ہے اپنی اولاد کو کتابت سکھاؤ کیونکہ کتابت میں بادشاہوں کی

للملوك والسلاطين عليكم (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۶) ہمت اور توجہ تمہاری طرف ہوگی۔

اُس زمانہ میں عرب میں خط کوفی کا رواج تھا حضرت علی اس میں بڑے مشاق تھے ابتدا ہی میں آپ نے اُسے دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں عہود و مصالحت کی کتابت انہیں سے متعلق تھی اس کے علاوہ فرامین وحی و قرآن شریف وغیرہ جو کچھ آنحضرتؐ کو لکھوانا ہوتا آپ سے لکھواتے بقول علامہ ابن عبدالبر کاتب عہود و صلح مخصوص طور پر آپ ہی ہوتے (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۶)

حضرت علی مرتضیٰ کا لکھا ہوا کلام اللہ اکثر مقامات پر کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ سید جمال الدین احمد حسنی نے کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔

قسم دوم فضائل ذہنی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو ہر نفس میں راسخ ہوتے ہیں اور وہ بوجہ کمال عقلی کے حاصل ہوتے ہیں۔ انسان کی جس قدر عقل کامل ہوتی ہے اور تزکیۂ نفس و تجلیۂ روح و تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔ اُسی قدر فیضیان ملکوتی و مواہب ربانی کا اُس پر ورود ہوتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں یہ تمام باتیں بوجہ تعلیم حضرت مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں۔ ہم ان فضائل ذہنی کے ماتحت امور فصاحت و بلاغت۔ تقریر و خطابت۔ سرعت فہم۔ اصابت رائے وغیرہ بیان کرتے ہیں جن کا تعلق تمام تر حدت طبع پر ہوتا ہے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی سید البلغاء و امام الفصحاء تھی جس طرح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل مبعوث ہوئے تھے اسی طرح حضرت علی خاتم الفصحاء پیدا ہوئے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق ابونا آدم بالفی عام فلما خلق آدم صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطہرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبد المطلب ثم انقسمنا نصفین فصیر فی صلب عبد اللہ وصار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی بالنبوۃ واختار علیا بالشجاعۃ والفصاحۃ وانشق اسمین من اسمائہ فاللہ محمود وانا محمد واللہ الاعلی وھذا علی اخرجہ ابن السبوع الاندلسی فی کتاب الشفاء

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبل خلقت آدم دو ہزار سال پہلے ہم اور علی ایک نور سے پیدا ہو چکے تھے جب آدم پیدا ہوئے تو ہم اُن کے صلب میں رہے پھر اصلاب کرام وارحام طیبات میں منتقل ہوتے ہوئے صلب عبد المطلب میں پہنچی وہاں سے دو حصہ ہو گئے میں صلب عبد اللہ میں چلا گیا اور علی صلب ابو طالب میں اللہ نے مجھکو نبوت سے اور علی کو شجاعت و فصاحت سے ممتاز فرمایا اور ہمارے نام اپنے ناموں سے مشتق فرمائے پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور وہ اعلیٰ ہے اور یہ علی۔ اس حدیث کی تخریج ابن السبوع اندلسی نے کتاب شفا میں کی۔

حضرت علی نے خطابت کے ایسے طریقے ایجاد فرمائے جن سے شعرا رجاہلیت بالکل بے خبر تھے عبد الحمید ابن یحییٰ کا قول ہے کہ میں نے ستر خطبے حضرت علی کے حفظ کئے ہیں۔ ابن نباتہ جو بڑے خطیب تھے اور جن کی تقلید خطبات میں ابن تیمیہ نے کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے مواعظ حضرت علی سے ایک خزانہ حاصل کیا۔

حضرت علی اتنے بڑے فصیح و بلیغ تھے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت کے دوست اور دشمن سب ہی قائل تھے چنانچہ مروی ہے کہ جب محقن آپ کے پاس سے معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس چلا گیا اور خوشامد سے کہنے لگا کہ میں تیرے پاس ایسے شخص کے یہاں سے آیا ہوں کہ جو بات کرنے سے عاجز ہے۔ معاویہ افسوس سے کہنے لگے کہ تو ایسے شخص کو بات کہنے سے عاجز کہتا ہے خدا کی قسم قریش کے لئے فصاحت میں اُن سے زیادہ بامحاورہ بولنے والا کوئی نہیں ہے

(ارجح المطالب صفحہ ۱۳۵)

حضرت علی کے فصیح ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثیل ہارون فرمایا تھا حضرت ہارون کی فصاحت پر نص قرآنی ناطق ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۲۰۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت فصحا حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھی کہنے لگی کہ کوئی کلام ایسا نہیں ہوسکتا جس میں الف نہ آسکے۔ حضرت علی نے اُسی وقت بلا غور و فکر خطبہ دینا شروع کیا جس میں ایک بھی الف نہیں ذیل میں ہم خطبۂ بے الف کو تبرکاً نیز اپنے دعویٰ کی سند میں نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

حمدت من عظمت منته وسبغت نعمته
تمت کلمته ونفذت مشیته وبلغت محبته
وعدالت قضیته وسبقت غضبه رحمته
حمدته حمد مقر بربوبیته متخضع لعبودیته
متنصل من خطیئته معترف بتوحیده
مستعیذ من وعیده مؤمل من ربه
مغفرة تنجیه یوم یشغل عن کل فصیلة
وبنیه ونستعینه ونسترشده ونؤمن
به ونتوکل علیه وشهدت له شهود
عبد موقن وفرد ته تفرید مومن متقن
ووحدته توحید عبد مذعن لیس له
شریك فی ملکه ولم یکن له ولی فی
صنعه جل عن مشیر ووزیر و
عون ومعین ونظیر علم فستر و
بطن فخبر وملك فقهر وعصی

اُس ذات کی تعریف کرتا ہوں جس کا احسان بہت عظیم ہے جس کی نعمت بھرپور ہے جس کا کلمہ تمام ہوگیا ہے جس کی مشیت نافذ ہوئی ہے اور محبت سب کو پہنچی ہے جس کے احکام انصاف کو ظاہر ہوئے ہیں جس کی غضب پر رحمت نے سبقت کی ہے میں اُس کی ایسی حمد بیان کرتا ہوں جو ربوبیت کی اقرار کرنے والی ہے اور عبودیت میں خضوع پیدا کرنے والی ہے اور گناہوں سے علٰحدہ کرنیوالی ہے اور اقرار توحید کرانیوالی ہے اور وعید سے ڈرانیوالی ہے اور اپنے رب سے مغفرت کی اُس دن امید دلانیوالی ہے جس روز ہر شخص اپنی ماں اور اولاد سے باز رکھا جائیگا اُسی ذات سے ہم مدد چاہتے ہیں اور اُسی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اُسی پر ایمان لاتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں یقین کرنیوالے بندہ کی طرح اور اُس کو یکتا مانتے ہیں مطیع بندہ کی طرح اور اُس کی توحید بیان کرتے ہیں سچے مومن کی طرح اُس کے

فغفر وعبد فشكر وحكم فعدل
وتكرم وتفضل لن يزول ولم
يزل ليس كمثله شئ وهو قبل
كل شئ وبعد كل شئ رب متفرد
بعزته متمكن بقوته متقدس
بعلوه متكبر بسموه ليس يدركه
بصر ولم يحط به نظر قوى منيع
بصير سميع رؤف رحيم عجز عن
وصفه من وصفه وضل عن
نعته من عرفه قرب فبعد و
بعد فتقرب يجيب دعوة من
يدعوه ويرزقه ويحبوه ذو لطف
خفى وبطش قوى ورحمة موسعة
وعقوبة موجعة رحمته جنة
عريضة مولقة وعقوبته جحيم
ممدة موبقة وشهدت
ببعث محمد عبده ورسوله
ونبيه وصفيه وحبيبه وخليله
بعثه فى خير عصر وحين
فترة وكفر رحمة لعبيده
ومنة لمزيد ختم به نبوته

ملک میں کوئی اُس کا شریک نہیں اُس کی قدرت میں
کوئی اُس کا مالک نہیں وہ مشیر اور وزیر اور مدد اور مددگار
اور اپنی نظیر سے بے نیاز ہے جان بوجھ کر چھپ گیا اور
چھپ کر معلوم ہو گیا مالک ہو کر غلبہ حاصل کیا جس نے
نافرمانی کی اُس کو اپنے کرم سے بخشا جس نے عبودیت
ظاہر کی وہ شکور رہا جس کو حکم دیا عدل سے حکم دیا بزرگی
دی اور فضیلت دی وہ ہرگز نہ زائل ہوگا ہمیشہ رہے گا
کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز
کے بعد رہیگا ایسا پروردگار ہے کہ اپنی عزت سے متفرد ہے
اور اپنی قوت سے متمکن ہے اپنے علو سے متقدس ہے اور اپنی
جلال سے متکبر ہے بینائی اُس کو نہیں پا سکتی اور نہ نظر
اُس پر محیط ہو سکتی ہے وہ قوی اور بلند ہے دیکھنے والا ہے
سننے والا ہے مہربان اور مہربانی کرنیوالا ہے جس نے اُس
کی تعریف کی یا اُس کو پہچانا وہ اس کی صفت بیان
کرنے سے عاجز ہوا قریب ہونے سے بعید ہوا اور بعید
ہونے سے قریب ہوا جو شخص اُس سے دعا مانگتا ہے
وہ اُس کی دعا قبول کرتا ہے اور اُس کو رزق دیتا ہے
اور محبوب رکھتا ہے وہ صاحب لطف خفی و قہر قوی ہے رحمت
اُس کی وسیع ہے اور عذاب دردناک ہے رحمت اُس
کی بہت بڑی جنت اور عذاب اُس کا جہنم بے پایاں
اور باقی رہنے والا ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ووضحت به حجته فوعظ ونصح
وبلغ وكان رؤف بكل مؤمن
رحيم قريب مجيب حليم سخي
ولي رضي زكي عليه رحمة و
تسليم وبركة وتعظيم من رب
غفور رحيم - وصيتكم معشر
من حضر بوصية ربكم
وذكرتكم سنة نبيكم فعليكم
برهبة تسكن قلوبكم وخشية تذري
دموعكم وتقية تنجيكم قبل
يوم يذهلكم ويبتليكم يوم
يفوز فيه من ثقل وزن حسنة
وخف وزن سيئة وعليكم
بمسئلة ذل وخضوع وتملق
وخشوع وتوبة ونزوع و
ليغنم كل منكم صحة قبل
سقمه وشبيبته قبل هرمه
وسعته قبل فقره وفراغته
قبل شغله وحضره قبل
سفره وحيوته قبل موته
قبل بهن وينعم ويمرض

مبعوث ہونے کی گواہی دیتا ہوں جو اُسکے بندے اور
رسول اور نبی اور برگزیدہ اور حبیب اور دوست ہیں
اللہ نے اُن کو ایسے زمانہ میں بھیجا جبکہ کفر پھیلا ہوا تھا
وہ اپنے غلاموں کے لئے رحمت اور اپنے متبعین پر احسان
کرنے والے ہیں نبوت اُن پر ختم ہوئی اور حجت اُن
کی واضح ہوئی اُنھوں نے وعظ کہا اور نصیحت کی اور تبلیغ
فرمائی اور اچھا کام کیا وہ ہر مومن پر مہربان اور رحیم اور
خدا سے قریب بردبار سخی مالک پسندیدہ وپاکیزہ ہیں
اُن پر پروردگار صاحب ..... بخشش ورحمت سے سلام
رحمت وبرکت نازل ہو اے لوگو میں تم سے وصیت کرتا
ہوں تم پروردگار کی وصیت کے وقت حاضر تھے اور
میں تمہارے نبی کے طریقہ کو تمہیں یاد دلاتا ہوں تم پر
خوف لازم ہے تاکہ تمہارے قلوب سکون پاویں اور
دہشت لازم ہے تاکہ تمہاری آنکھیں آنسو بہادیں اور
پرہیزگاری لازم ہے تاکہ تم کو نجات دلادے اُس روز
سے پہلے کہ تم غفلت میں ڈالے جاؤ اور مبتلا کئے جاؤ
اُس دن وہ شخص فائز ہوگا جس کے اعمال حسنہ کا وزن
بھاری ہو اور اعمال سیئہ کا وزن ہلکا ہو اور تم پر ذلت
اور خضوع اور خشوع اور توبہ اور کام میں مشغولی لازم ہے
تاکہ ہر چیز تم کو بطور غنیمت حاصل ہو صحت کے ساتھ
بیماری اور جوانی کے ساتھ بڑھاپا اور وسعت کے ساتھ

ويسقم ويمله طبيبه و
يعرض عنه حبيبه وينقطع
عمره ويتغير عقله ثم
قيل هو موعوك وجسمه منهوك
ثم جدّ في نزع شديد و
حضر كل قريب وبعيد
فشخص ببصره وطمح بنظره
ورشح جبينه وخطف عرنينه
وجذبت نفسه وبكت عرسه
وحضرته وليمته
ولده وتفرق عنه عداه
وقصم جمعه وذهب بصره
وسمعه وجرد وغسل و
نشف وسجي وبسط له وهيأ
ونشر عليه كفنه وشد منه
ذقنه وحمل فوق سرير
وصلّي عليه بتكبير بغير
سجود وتعفير ونقل من دور
مزخرفة وقصور مشيدة و
فرش منجدة فجعل في ضريح ملحود
ضيق مرصود بلبن منضود

فقر اور امارت کے ساتھ شغولی اور حضر کے ساتھ سفر اور
زندگی کے ساتھ موت ہی اسی سے نعمت اور بیماری دی
جاتی ہی اور طبیب کی طرف توجہ ہوتی ہی اُس کا محبوب
اُس سے علٰحدہ ہوتا ہی اور عمر منقطع اور عقل متغیر ہو جاتی
ہے پھر کہا جاتا ہی وہ ضعیف ہی اور جسم اُس کا لاغر ہے پھر سختی سے
علیحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہی اور ہر قریب و بعید کے
پاس حاضر ہوتا ہی پھر آنکھ سے گھورتا ہے اور اپنی نظر کو
گڑو دیتا ہے اُس کی پیشانی سے قطرہ ٹپکتے ہیں ناک
اُس کی پست ہو جاتی ہے اور جان اُس کی لے لیجاتی
ہے اور عورت اُس کی روتی ہے اور قبر اُس کی
کھودی جاتی ہے اور اولاد اُس کی یتیم ہو جاتی ہے۔
اور اعضا اُس کے سخت ہو جاتے ہیں اور جوڑ اُس
کے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور بصارت و سماعت جاتی رہتی
ہے اور برہنہ کیا جاتا ہے اور ہلایا جاتا ہے اور اُس کا
لباس اتارا جاتا ہے پھر کفن سیا جاتا ہے اور پھیلایا جاتا ہی
پھر وہی کفن اُس پر ڈالا جاتا ہے اور باندھا جاتا ہے
اور وہ تخت پر اوٹھایا جاتا ہے اور اُس پر نماز تکبیر کے
ساتھ بغیر سجدہ کے قبل دفن کے پڑھی جاتی ہے اور
آراستہ اور مضبوط مکان اور عمدہ فرش سے وہ ہٹایا
جاتا ہے اور کھودی ہوئی تنگ اور مضبوط قبر میں اُس
کو رکھتے ہیں پھر وہ سخت مٹی سے پاٹ دی جاتی ہی اور

مسقف بجلمود وهيل عليه
عفره وحتى مدره وتحقق و
نسي خبره وراجع عنه وليه ونديمه
ونسيبه وحميمه وتبدل به قريبه
وحبيبه فهو حشو قبر ورهين
حشر يدب في جسمه دود قبره ويسيل
صديده من منخره وتسحق تربة لحمه
وينتف دمه ويرم عظمه حتى يوم
حشره فينشر من قبره وينفخ في
صور ويدعى للحشر ونشور فتم
بعثرت قبور وحصلت سريرة
صدور وجئ بكل نبي وشهيد ونطيق
وقعد لفصل حكمه قدير بعبيده
خبير بصيرفكم نزفرة تغنيه
وحسرة تضنيه في موقف مهيل
ومشهد جليل بين يدي ملك
بكل صغيرة وكبيرة عليم فحينئذ
يلجمه عرقه ويحفره قلقه فعبرته
غير مرحومة وضرعته غير مسموعة و
برزت صحيفته وتبنيت جريرة فنظر
في سوء عمله وشهدت عينه بنظره

ہاتھ سے مٹی ڈالی جاتی ہے اُس کی قبر پر اور ڈھیلے رکھے
جاتے ہیں اور پھر بیدار کیا جانا اُس کا ثابت ہے اعزا
اور دوست اور اولاد سب پلٹتے ہیں اور اقربا اور احباب
سب بدل جاتے ہیں دیکھو یہی قبر کی حالت ہے اور حشر
کی کیفیت قبر کی تاریکی اُس کے جسم میں سرایت کرتی
ہے اُس کی ناک سے زرد پانی بہتا ہے اور اُس کے
گوشت کو مٹی کھا لیتی ہے اُس کا خون خشک ہو جاتا ہے
اور ہڈیاں خاک ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ حشر کا دن برپا
ہوتا ہے اور اُس کی ہڈیاں قبر میں جمع کی جاتی ہیں اور
نفخ صور ہوتا ہے اور عذاب و ثواب کے لئے بلایا جاتا ہے
اور قبر سے اوٹھتا ہے اور ہر نبی اور شہید کے پاس جاتا
ہے اور اس امر کا متمنی ہوتا ہے کہ کون اُس کو اس سختی
سے بے نیاز کرے گا اور کون حسرت ہے جو اُس کو روکے
گی سخت جگہ پر خدا کے حضور میں حاضر ہونے سے جو ہر
گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عالم ہے اُس وقت اوس کا گوشت
پسینہ ہو کر بہتا ہے اور قلق کو زیادہ کرتا ہے عبرت اُس
کی غیر پسندیدہ ہے اور چیخنا اوس کا نامسموع ہے اُس
کا صحیفۂ اعمال کھولا جاتا ہے اور اُس کے گناہ بیان کئے
جاتے ہیں وہ اپنے اعمال کی برائیوں کو دیکھتا ہے اور
اُس کی آنکھیں نظر بد کی اور ہاتھ سختی کرنے کی اور پیر
چلنے کی اور جسم چھونے کی اور شرمگاہ مس کئے جانے کی

ویدہ ببطشہ ورجلہ بخطوہ وجلدہ
بلمسہ وفرجہ بمسہ وتھدہ منکر ونکیر
وکشفہ لہ حیث یصیر فسلسل جیدہ
وغلت یدہ وسیق لیسحب وحدہ
فوہ جھنم بکربہ شدید وضل یعذب فی
جحیم ویسقی شربۃ من حمیم تشوی وجھہ
وتسلخ جلدہ یستغیث فیعرض عنہ خزنۃ
جھنم ویستصرخ خفیۃ بندم نعوذ بربہ القادر
من شر کل مصیر ونسئل عفوہ من رضی عنہ
ومغفرۃ من قبل منہ وھو ولی مسئلتی
ومنجح طلبتی فمن زحزح عن تعذیب
ربہ جعل فی جنتہ بقربہ وخلد فی
قصورہ نعمتہ وملک بحورعین وتقلب فی
نعیم وسقی من تسنیم مختوم بمسک عبیر
یشرب من خمر معذوب
شربۃ لیس تنزف لبہ ھذہ
منزلۃ من خشی ربہ وحذر
نفسہ وتلک عقوبۃ من عصی
منشیہ وسولت لہ نفسہ
معصیتہ لھو قول فصل خیر
قصص قص ووعظ بہ ونص

گواہی دیں گی اور منکر ونکیر سختی کریں گے اور جو کچھ ہونیوالا
ہے اُس پر کھلجائیگا پھر ہاتھ اور پیر باندھے جائیں گے
اور سختی سے ہنکایا جائیگا اور کوڑے مار کر داخل جہنم کیا جائیگا
سخت عذاب کے ساتھ اور گرم پانی پلایا جائیگا اور منہ
جلایا جائے گا اور کھال کاٹی جائے گی جب پناہ مانگے گا
تو اُس پر جہنم کے آگ کا خزانہ پیش کیا جائیگا اور وہ
چیخے گا اور ندامت ظاہر کریگا اور کہے گا کہ میں پناہ مانگتا
ہوں خدائے رب قدیر سے ہر شر اور عذاب قیامت
سے اور اُس سے وہ عافیت چاہتا ہوں جس سے کہ
وہ راضی ہے اور اُس کی مغفرت سے کہ جو اُس کی
طرف سے ہے وہی میرے سوال کو پورا کرنے والا ہے۔
اور میرے مطالبات پورا کرنیوالا ہے پس جو شخص اپنے
پروردگار کے عذاب سے دور رہا اُس نے جنت میں
قرب حاصل کیا اور وہ ہمیشہ قصور جنت میں متنعم رہا اور
حورعین کا مالک ہوا اور اُن نعمتوں میں تصرف کیا
اور جنت کے اُس چشمہ سے سیراب ہوا جس پر مشک و
عنبر ہر کی گئی ہو اُسے ایسی میٹھی شراب پلائی جائیگی
جس سے ہونٹ نہ چپکیں گے یہ مرتبہ اُس شخص کا ہے
جو اپنے پروردگار سے ڈرا اور اپنے نفس کو بچایا اور عذاب
اُس کے لئے ہے جس نے احکام کی نافرمانی کی اور اپنے
نفس کی آراستگی اور معصیت میں مشغول ہے یہ حکم فیصل بہترین

تنزیل من حکیم حمید۔

قصص سے ہے قصہ بھی ہے اور نصیحت بھی جس میں ترغیب دینے کی تصریح ہے حکمت والے ستودہ شخص سے۔

یہ خطبہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۲۱ میں بہ اسناد دو بہ ادنیٰ تغیر الفاظ مرقوم ہے۔

تقریر و خطابت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو تقریر و خطابت میں خداداد ملکہ حاصل تھا مشکل سے مشکل مسئلوں پر بڑے بڑے مجمعوں میں تقریر فرماتے تھے۔ تقریریں عموماً مدلل اور موثر ہوتی تھیں ۳۹ھ میں جب معاویہ ابن ابی سفیان نے مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو جمعہ کے روز اپنی جماعت کو اُبھارنے کے لئے جو خطبہ دیا تھا اُس سے زور تقریر اور حسن خطابت کا کافی اندازہ ہوگا۔

اما بعد فان الجهاد باب من ابواب الجنة من ترکه البسه الله الذلة وشمله بالصغار وسیم الخسف وسیل الضیم وانی قد دعوتکم الی جهاد هؤلاء القوم لیلا ونهارا وسرا وجهارا وقلت لکم اغزوهم قبل ان یغزوکم فما غزی قوم فی عقر دارهم الا ذلوا واجتراء علیهم عدوهم هذا اخو بنو عامر قد ورد الانبار وقتل ابن حسان البکری وازال مسالحکم عن مواضعها وقتل رجالا منکم صالحین وقد بلغنی انهم کانوا یدخلون بیت المرأة

حمد و نعت کے بعد جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس نے اُس کو چھوڑا خدا اُس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے اور رسوائی کو شامل حال کرتا ہے اور ذلت کا مزہ چکھاتا ہے اور دشمنوں کی دست درازی میں گرفتار ہوتا ہے میں نے تم کو شب و روز علانیہ اور پوشیدہ اُن لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم اُن پر حملہ کرو کوئی قوم جس پر اس کے گھر میں آکر حملہ کیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے اُس کا دشمن اُس پر جری ہو جاتا ہے دیکھو کہ عامری نے انبار میں آکر ابن حسان بکری کو قتل کیا یا تمہارے مورچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا تمہاری فوج کے چند نیکوکار بہادروں کو قتل کر ڈالا اور

المسلمة والاخرى المعاهدة فينزع خجلها
من رجلها وقلائدها من عنقها يا عجبا
من امر حميت القلوب ويحتلب الغم ويسرّ
الاحزان من اجتماع القوم على باطلهم
وتفرقكم عن حقكم فبعدًا لكم وسحقا
قد صرتم غرضا ترمون ولا ترمون ويغار
عليكم ولا تغيرون ويعصى الله فترضون
اذا قلت لكم سيروا في الشتاء قلتم
كيف نغزوا في هذا القر والصر
وان قلت لكم سيروا في الصيف قلتم
حتى ينصرم عنا حرارة القيظ كل هذا
فرارا من الموت فاذا كنتم من الحر والقر
تفرون فانتم والله من السيف افر
والذي نفسي بيده ما من ذلك ولكن
من السيف تحيدون يا اشباه الرجال
ولا الرجال ويا احلام الاطفال عقول
ربات الحجال اما والله لوددت ان الله
اخرجني من بين اظهركم وقبضني الى
رحمته من بينكم ووددت اني
لم اركم ولم اعرفكم والله ملأتم
صدري غيظا وجرعتموني

اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے
گھروں میں گھسے اور اُن کے پاؤں سے اُن کے پازیب
اور اُن کے گلے سے اُن کے ہار اتار لئے (ایک قوم کا
باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر
تعجب انگیز ہے جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور غم و رنج کو بڑھاتا
ہے تمہارے لئے دوری و ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے اور تم پر
تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے تم پر غارتگری
کی جاتی ہے لیکن تم خود غارت گری نہیں کرتے خدا کی
نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اُس کو پسند کرتے ہو جب تم
سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تو تم کہتے ہو کہ
اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ سکتے ہیں
اور اگر کہتا ہوں کہ موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت
کم ہو جائے تب حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے
پس جب تم گرمی اور سردی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار
سے اور بھی بھاگو گے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے تم اُس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار
سے جان چراتے ہو اے مرد نہیں بلکہ مرد کی تصویر و اور
اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو خدا
کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے
نکال لے جائے اور موت دیکر اپنی رحمت نصیب کرے میری
تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی خدا کی قسم تم نے میرا سینہ

الاھرین انفاسًا وافسدتم علیّ رائی بالعصیان والخذلان۔

غیظ و غضب سے بھر دیا ہے تم نے مجھے دو تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیاں اور نافرمانی کر کے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

حضرت علی کے طرفداروں کے قلوب اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عملی نے جواب دیدیا تھا تاہم اس غیرت انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پرجوش صداؤں نے لبیک کہا۔

علامہ شریف رضی نے حضرت علی کے تمام خطبوں کو نہج البلاغۃ کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور اُن پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے یہ نہایت صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ و مقرر بنا دیا ہے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۲)

شاعری

عرب میں شاعری بہتر چیز سمجھی جاتی تھی زمان جاہلیت میں اہل عرب شاعری کے بہت دلدادہ تھے اسلام میں بھی شاعری بہت پسند کی جاتی رہی زبان نبوت سے حضرت حسان ابن ثابت شاعر کے متعلق ارشاد تو مشہور ہی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کی شاعری بھی کتب احادیث و سیر و تاریخ میں موجود ہے احادیث میں اکثر رجزیہ اشعار موجود ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم باب غزوہ ذی قرد وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ معرکہ خیبر میں آپ نے یہ شعر پڑھا تھا ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ — کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا — میں مثل جنگلی شیر کے مہیب ہوں

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے معاویہ کا فخر سن کر یہ اشعار فرمائے ؎

محمد النبی اخی وصهری — وحمزة سید الشهداء عمی

محمد صلعم میرے بھائی اور میرے خسر ہیں	اور سید الشہدا حمزہ میرے چچا ہیں
وجعفر الذی یمسی ویضحی	یطیر مع الملائکۃ ابن امی
اور جعفر طیار جو صبح وشام فرشتوں کیساتھ	اڑتے ہیں وہ میرے بھائی ہیں
وبنت محمد سکنی وعرسی	منوط لحمہا بدمی ولحمی
آنحضرتؐ کی بیٹی فاطمہ میری بیوی ہیں	اور اس کا گوشت میرے گوشت و خون سے ملایا گیا ہے
وسبطا احمد ولداای منہما	فایکم لہ سہم کسہمی
اور آنحضرت کے دو نواسے انہیں بیوی سے میرے	بیٹے ہیں تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا سہیم و شریک ہے
سبقتکم الی الاسلام طرا	صغیرا ما بلغت اوان حلمی
میں نے تم سب سے اسلام لانے میں ایسی حالت میں سبقت کی	میں کم سن تھا قریب بہ بلوغ نہیں پہنچا تھا

کتب سیر مثل مطالب السئول وتذکرۂ خواص الامت ومناقب اخطب خوارزم ووسیلۃ النجاۃ وغیرہ میں کثرت سے آپ کے اشعار موجود ہیں۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجات صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں۔

دیوانیکہ منسوب است بوئے علیہ السلام	اور جو دیوان کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف نسبت
مشہور ومعروف است مشتمل بر فوائد عظیمہ ومنافع	کیا جاتا ہے مشہور ومعروف ہے بڑے بڑے فائدہ اور منافع
جسیمہ	اس میں شامل ہیں۔

اشعار

اذا اشتملت علی الیاس القلوب	وضاق لما بہا الصدر الرحیب
جب دل ناامیدی سے بھر جاتے ہیں	اور کشادہ سینہ اس سے تنگ ہو جاتے ہیں
واوطنت المکارہ واطمانت	وارہست فی اماکنہا الخطوب
اور مکروہ باتیں اپنا وطن کر کے رہ جاتی ہیں	اور اپنے مکانوں میں مقاصد امور بند ہو جاتے ہیں
ولم یر لانکشاف الضر وجہ	ولا غنی لحیلت الاریب

اور نہیں دکھائی دیتی کوئی وجہ ضرر کی انکشاف کی	کوئی عقلمند اپنے حیلہ سے بے نیاز نہیں کرتا
اتاك على قنوط منك عون	يجئ به القريب المستجيب
آتی ہو اُسکو نا اُمیدی پر تیری طرف سے مدد	آتا ہو اُس کے ساتھ لطف قبول کرنیوالا اور دعا قبول کرنیوالی
وكل الحادثات اذا تناهت	فمقرون بها فرج قريب
اور تمام حوادث جب اپنی حد کو پہنچتے ہیں	نزدیک ہوتی ہو اُس کے ساتھ فرحت قریب

(ترجمہ وسیلۃ النجات صفحہ ۱۵۸)

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا صفحہ میں لکھتے ہیں کہ امام شعبی کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق شعر کہا کرتے اور حضرت عمر فاروق بھی شعر کہتے اور حضرت عثمان غنی بھی شاعری کرتے حضرت علی ان تینوں حضرات میں اشعر یعنی بڑے شاعر تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ہم حضرات خلفائے اربعہ کے چار اشعار بھی نقل کردیں جس سے علاوہ فصاحت و بلاغت کے ناظرین کو ہر ایک کے مذاق سخن کا بھی پتہ چل جائے ایک ہی مضمون کو ان چاروں حضرات نے اپنے اپنے مذاق کے موافق نظم فرمایا ہے۔

شعر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ؎

الموت باب وكل الناس داخله	فيا ليت شعري بعد الموت ما الدار
موت ایک دروازہ ہے جس میں سب داخل ہوں گے	کاش معلوم ہوتا کہ مرنے کے بعد کون گھر ملے گا

شعر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ؎

الدار دار نعيم ان عملت	بما يرضي الاله وان خالفت فالنار

اے نفس اگر تو اعمال صالح کریگا اور خدا خوش ہو جائیگا تو بعد موت تجھکو جنت میں گھر ملیگا اور اگر مخالفت کریگا تو پھر دوزخ میں گھر ملیگا

شعر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ؎

هما محلان ما للمرء غيرهما	فاختر لنفسك اي الدار تختار

یہی دونوں گھر جنت اور دوزخ ہیں آدمی کیلئے انکے سوا کوئی گھر نہیں تجھکو اختیار ہے بذریعہ عمل نیک و بد جسکو چاہے اختیار کر

شعر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ؎

لیس للعباد سوی الفردوس ان عملوا — وان هفوهفوه فالرب الغفار

اگر اعمال صالح کریں پھر فردوس تو بندوں کا گھر ہی ہو — اور اگر لغزش بھی ہو جائے تو بھی اللہ بخشنے والا ہے

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقیل نے بذریعہ خط حضرت علی سے اون کا حال دریافت کیا تھا آپ نے جواب میں یہ دو شعر تحریر فرمائے ؎

فان تسئلنی کیف انت فانی — جلید علی عض الزمان صلیب

اگر تم میرا حال دریافت کرتے ہو تو میں مصائب — زمانہ پر متحمل اور مضبوط ہوں

عزیز علی ان یری بی کآبة — فیفرح واش اولیاء حبیب

مجھ پر یہ سخت گذرتا ہے کہ دنیا کی تکلیف — میرے چہرے سے ظاہر ہو جسے دیکھکر میرا دشمن خوش اور دوست غمگین ہو

حضرت علی کا دیوان مشہور خاص و عام ہے انداز دلنشین و پُر تاثیر ہے جو فصاحت و بلاغت کلام منثور میں ہے وہی نظم میں بھی ہے۔

حاضر جوابی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حاضر جوابی میں بھی فرد تھے ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے ادا کر دینے میں خداداد مہارت اور لیاقت رکھتے تھے حاضر جوابی کا یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

ایکمرتبہ آنحضرتؐ اور حضرت علی اور چند صحابۂ کرام کھجوریں نوش فرما رہے تھے آنحضرتؐ خوش طبعی کے طور پر خرمہ نوش فرما کے گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے اور صحابہ بھی آپ کے تتبع میں ایسا ہی کرتے جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو آنحضرتؐ فرمانے لگے سب سے زائد کس نے کھائیں صحابہ نے عرض کیا من کثر نواۃ فھو اکول (جسکے سامنے سب سے زائد گٹھلیاں ہیں وہی سب سے زائد کھانیوالا ہے) حضرت علی نے برجستہ فرمایا لا بل اکل مع النواۃ فھو اکول (نہیں بلکہ جو کھجوروں کو معہ گٹھلیوں کے کھا گیا وہ سب سے زائد کھانیوالا ہے) آنحضرتؐ اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوئے۔ (مناقب مرتضوی صفحہ ۲۵۵ والمرتضیٰ صفحہ ۱۰۴)

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر کسی آدمی کو ایک مکان کے اندر داخل کر کے اسکے

دروازہ چاروں طرف سے بند کر دیئے جائیں تو رزق معہود اُس کو کس طرح پہنچے گا آپ نے فرمایا من حیث یاتی اجلہ (یعنی جس طرف سے اوس کی موت آئے گی) اُسی طرح ایک شخص نے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ نے فرمایا مسیرۃ یوم للشمس (یعنی بقدر آفتاب کے ایک یوم کی رفتار کے) (المرتضیٰ صفحہ ۱۰۴)

محمد بن قیس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پچیس سال بھی صبر نہ کیا آپس میں لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر درحقیقت بہتر تھا لیکن تمہارے قدم ابھی دریا سے باہر نکلکر خشک بھی نہیں ہوئے کہ تم نے کہنا شروع کیا یا موسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم آلہ (یعنی اے موسیٰ جیسے مصر والوں کے خدا تھے ویسے ہی خدا ہم کو بھی بنا دو) (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۲)

اس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے نیل مصر عبور کر کے تم کو فرعون کے شر سے بچایا تھا تم نے خدا کو بھلا کر گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی تم ہم پر کیا طعن کرتے ہو وہ لوگ جواب میں کچھ نہ کہہ سکے۔

علامہ جار اللہ زمخشری اربعین میں لکھتے ہیں کہ مروی ہے خوارج نے جب حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سنی تو اُن میں سے دس لکھے پڑھے شخص حضرت علی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے علی ہم سب تم سے ایک سوال کریں گے اگر تم نے ہم سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دیدیا تب ہم سمجھیں گے کہ تم باب مدینۂ علم رسول ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا پوچھو اوھوں نے پوچھا "علم بہتر ہے یا مال"۔ آپ نے نمبر وار جواب دینا شروع کیا۔

پہلے سے فرمایا علم بہتر ہے۔ اُن لوگوں نے کہا کیوں آپ نے فرمایا علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ انبیا کی میراث سے ہے اور مال قارون و ہامان و فرعون کی میراث سے ہے۔

دوسرے سے فرمایا علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ تمہارا نگہبان ہے مال کی نگہبانی تم کو کرنا پڑتی ہے۔

تیسرے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مالدار کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کو سب دوست رکھتے ہیں۔

چوتھے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم تعلیم دینے سے زیادہ ہوتا ہے۔

پانچویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ صاحب مال اکثر بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم ہمیشہ کریم کہلاتا ہے۔

چھٹے سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال کے لئے چور و ڈاکو اور ہزار آفتیں ہیں علم ان سب سے بے خوف ہے۔

ساتویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مالداروں سے قیامت کے روز حساب لیا جائیگا اور صاحب علم سے نہیں۔

آٹھویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ مال عرصہ تک رکھنے سے کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے علم کو امتداد زمانہ سے نقصان نہیں ہوتا۔

نویں سے فرمایا۔ علم اسلئے بہتر ہے کہ اس سے قلب نور حاصل کرتا ہے اور مال سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

دسویں سے فرمایا۔ علم اس لئے بہتر ہے کہ کثرت مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا اور صاحب علم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعبدناک حق عبادتک ہم نے تیری عبادت جیسی چاہئے تھی نہیں کی فرمایا۔ پھر حضرت علی نے خوارج سے فرمایا خدا کی قسم اگر موت کے وقت تک تم مجھ سے یہی سوال کئے جاؤ گے تب بھی میں برابر جواب دیتا رہوں گا اور ہرگز ایک بات مکرر نہ کہونگا یہ سن کر اُن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی مخالفت سے باز آئے (مناقب مرتضوی صفحہ ۱۳۹ و مرتضیٰ صفحہ ۱۰۴)

تعبیر رویا

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب کی تعبیر کا بھی خاص علم دیا گیا تھا جو آپ کی اولاد میں متوارث رہا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہ السلام کی شہرت تعبیر محتاج بیان نہیں

ابن سیرین مشہور معبر انہیں کے شاگرد ہیں۔ عبداللہؓ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی سے ملاقات کرکے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آدمی خواب دیکھتا ہے بعض خواب سچا ہوتا ہے اور بعض جھوٹا آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد یا عورت ایسی نہیں کہ جو سوتی اور اُس کی روح عرش کی طرف نہ پرواز کرتی ہو۔ جو عرش کے نیچے نہیں بیدار ہوتا ہے اُس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جو بیدار ہوتا ہے اُس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۴۹۷ کتاب تعبیر رویا)

فراست

حضرت علی کے فراست کی یہ کیفیت تھی کہ صورت دیکھکر آپ فوراً سمجھ جاتے کہ آئندہ اس پر کیا گذرنے والا ہے۔ ذرا سی بات اور اشارہ سے آپؓ سمجھتے جو کوئی باوجود شرح و بسط نہ سمجھ پاتا۔ فراست کا تعلق عقل سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل عطا فرمائی تھی لہذا اس میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ حدیث میں ہے۔

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ عنقریب تم میں کے سات نہایت برگزیدہ شخص قتل کئے جائیں گے جو مثل اصحاب اُخدود کے ہوں گے (اصحاب اخدود کا قصہ کلام مجید میں موجود ہے) ان میں حجر ابن عدی صحابی اور دوسرے اصحاب ہوں گے اور یہ سب اہل کوفہ سے ہوں گے۔ چنانچہ ان کو معاویہ نے دمشق میں بعد شہادت حضرت علی قتل کیا۔ حجر ابن عدی کی شہادت کی خبر سے حضرت علی نے بنور فراست مطلع فرمایا تھا۔

حافظہ

حضرت علی کا حافظہ بہت زبردست اور غیر معمولی تھا وقائع و احادیث کے یاد رکھنے اور ضرورت کے وقت اُن پر عمل کرنے اور موقع سے کام میں لانے میں آپ کو کمال حاصل تھا اس فضیلت میں آپ سب سے ممتاز تھے۔

عبداللہ بن امام حسن سے منقول ہے اور ایسا ہی مکحول خود حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ کریمہ وتعیھا اذن واعیہ (یاد رکھیں گے اس کو یاد رکھنے والے کان) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی میں نے تیرے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تیرے کان ایسے ہو جائیں خدا نے دعا قبول فرمائی چنانچہ اس کے بعد سے میں نے ایسی کوئی بات آنحضرتؐ سے نہیں سنی جو مجھکو یاد نہ ہو اُس وقت سے میں کسی بات کو بھولا نہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہی ہو جائیں حضرت علی نے فرمایا کہ اس کے بعد سے پھر مجھکو نسیان نہیں ہوا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۱ بروایت ابن مردویہ وابونعیم ارجح المطالب صفحہ ۱۶۰ بروایت دیلمی وحلیۃ الاولیا ومناقب ابن المغازلی)

امام ثعلبی تفسیر میں اور واحدی اسباب النزول میں لکھتے ہیں کہ بریدۂ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی سے فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم دیا ہے کہ تم کو تعلیم دوں کہ تمہارے ذہن میں محفوظ رہے اور خدا پر حق ہے اس بات کا کہ وہ تمہارے ذہن میں محفوظ رکھے پھر یہ آیت نازل ہوئی وتعیھا اذن واعیہ (مطالب السئول صفحہ ۱۶۹ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ بروایت ابن عساکر)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ نکتہ تخصیص یہ ہے کہ حضرات اہل بیت کا بغیر حضرت علی کے کشتی نجات ہونا متصور نہ تھا کیونکہ اُس وقت میں اہل بیت رسول اس طریقہ سے قابل امامت نہ تھے صغیر السن تھے اُن کی تعلیم وتربیت دوسرے پر محول فرمانا آنحضرتؐ کی شان کے خلاف تھا حضرت علی کو تعلیم فرما کر اُن کو ان کا امام قرار دینا اور اپنے کمال علمی کو اُن کی صورت میں متصور کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ آپ بحکم اُبوت ہیں کمال کو اپنے صاحبزادوں (حضرات حسنین) کو پہنچا دیں تاکہ یہ سلسلہ قیامت تک اُن کے توسط سے جاری رہے اس لئے حضرت علی کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا اور چونکہ آپ علاقہ

دادی بھی آنحضرتؐ سے رکھتے تھے اور بچپن سے آپ نے آنحضرتؐ کی گود میں پرورش بھی پائی تھی ہر امر میں رفیق و شریک بھی تھے اسی وجہ سے حکم فرزندی بھی آپ پر صادق آتا تھا اور بسبب قرابت قریبہ کے مناسبت کلیہ قوائے روحانیہ آنحضرتؐ سے بھی حاصل تھی لہذا آپ گویا پرتو اور صورت کمال علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جس کو ولایت و طریقت کہتے ہیں آپ کی یہ استعداد آنحضرتؐ کی دعا سے روز بروز دوچند ہوتی رہی اور غایت مرتبہ کمال کو پہنچی یہاں تک کہ اُس کے آثار تمام سلاسل اولیا میں پیدا اور ہویدا ہیں (روض الازہر صفحہ ۱۱۱ و شہادت نامہ صفحہ ۱)

سرعت فہم

حضرت علی اس درجہ ذکی الطبع اور ذہین اور نکتہ رس تھے کہ مشکل سے مشکل مسائل میں فوراً آپ کا ذہن کنہ پر پہنچ جاتا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق کے پاس لایا گیا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے آج کس حالت میں صبح کی اور تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرا یہ حال ہے میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق سے کراہت کرتا ہوں اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور جس کو میں نے نہیں دیکھا ہے اُس پر ایمان لاتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی ہے اُس کا اقرار کرتا ہوں حضرت عمر نے یہ سن کر حضرت علی کو بلوایا اور اُن کو یہ قول سُنوایا آپ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے فتنہ کو دوست کہتا ہے فتنہ مال اور اولاد ہے کلام مجید میں ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ (حقیقتاً تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) حق کو مکروہ جانتا ہے اس سے مراد موت ہے کلام مجید میں ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق (آئی موت کی بیہوشی حق کے ساتھ) یہود و نصاریٰ کی جو تصدیق کرتا ہے تو کلام مجید میں ہے وقالت الیہود لیست النصاری علی شیٔ وقالت النصاری لیست الیہود علی شیٔ (یہود کہتے ہیں کہ نصاری کسی بات پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی بات پر نہیں) نہ دیکھنے والی شے پر ایمان لانے سے یہ مطلب ہے کہ خدا پر ایمان لایا ہے اور نہ پیدا کی ہوئی چیز پر اقرار کرنے سے یہ مطلب ہے

کہ قیامت کا اقرار کرتا ہے حضرت عمر یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں ایسی مشکل کے آپڑنے سے جس کے دفع کرنے کے لئے ابوالحسن (حضرت علی) موجود نہ ہوں (نورالابصار ص۱۱۱)

اصابت رائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اصابت رائے پر عہد نبوت ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا اس لئے تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کئے جاتے تھے واقعۂ افک میں آنحضرتؐ نے آپ سے مشورہ لیا آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت عائشہ والے معاملہ میں بریرہ کنیز سے پوچھئے اوس نے حضرت عائشہ کے فضائل بیان کئے غزوۂ طائف میں آنحضرتؐ نے آپ سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔ علم و فضل اور وسعت نظر کے ساتھ اصابت رائے کی سب سے زیادہ ضرورت انفصال مقدمات میں ہوتی ہے۔ اسی اصابت رائے کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سب سے پہلے یمن کا قاضی مقرر کرکے روانہ فرمایا تمام صحابہ میں آپ سب سے بڑے قاضی تسلیم کئے گئے آنحضرتؐ نے آپ کی رائے کو جو آپنے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں ظاہر فرمائی تھی معلوم کرکے فرمایا تھا۔

ما اجد فیھا الا ما قال علی۔ میرے نزدیک اس کا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کہا

یا ایک مرتبہ آپکے فیصلہ سے بہت خوش ہونے کے بعد فرمایا تھا

الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت اوس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلفا آپ سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے مہاجرین و انصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی اُس کے ایک رکن آپ بھی تھے۔

حضرت عمر فاروق کے متعلق تو تمام مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عمر سے زیادہ مدبر کوئی خلیفہ نہیں ہوا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر ہر امر میں حضرت علی سے مشورہ کرتے تھے مثلاً جنگ عراق عرب میں جب لوگوں نے حضرت عمر کو جانے کا مشورہ دیا اور اکابر صحابہ نے

اس سے اختلاف کیا تو حضرت علی سے بھی پوچھا گیا اور جب اُنھوں نے بھی اختلاف کیا تب حضرت سعد بن ابی وقاص بھیجے گئے۔ فتح قادسیہ کے بعد حضرت علی ہی کی رائے پر حضرت عمر نے نوشیرواں کا سامان تقسیم کیا۔ فتح بیت المقدس میں حضرت علی ہی کی رائے کے موافق تشریف لے گئے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کرکے کاروبار خلافت اُن کے سپرد کر دیا۔ ملک شام جب تشریف لیجانے لگے تو اُس وقت بھی حضرت علی کو مدینہ کی حکومت سپرد فرمائی ۱۷ھ میں جنگ عراق عجم میں جب حضرت عثمان نے جانے کی رائے دی تو اُس وقت بھی حضرت علی نے اختلاف کیا اور حضرت عمر نے آپ ہی کی رائے پسند کی اور تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت عمر حضرت علی کو سب سے بہتر جانتے تھے آپ کی اصابت رائے کی سب سے اعلیٰ دلیل حضرت عمر کا یہ مقولہ ہے لولا علی لھلک عمر اصابت رائے کے تفصیلی واقعات سیرت "الفاروق" مصنفہ مولوی شبلی نعمانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲۱۷ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے مخصوص مجلس شوریٰ جو قائم کی تھی اُس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں لیکن حضرت علی لازمی طور پر اُس کے ایک رکن رہے ہوں گے کیونکہ حضرت عمر کو ان کی رائے پر اسقدر اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تھا تو حضرت علی کے مشورہ کے بغیر اس کے فیصل کرنے سے پناہ مانگتے تھے مذہبی اور تمدنی معاملات کے علاوہ بہت سے سیاسی واقعات مذکور ہیں جن میں حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کو ترجیح دی چنانچہ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر کو بیحد مشوش کر دیا تو اونھوں نے مسجد نبوی میں تمام صحابہ کو جمع کرکے رائے طلب کی حضرت طلحہ نے کہا امیر المومنین آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں حضرت عثمان نے مشورہ دیا کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کی جائیں اور آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لیجائیں اب تک حضرت علی خاموش تھے لیکن حضرت عمر نے آپ کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا اور اگر آپ نے

مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیجدیئے جائیں کہ جہاں جہاں جسقدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث اُدھر روانہ کر دی جائیں حضرت عمر نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا

ارجح المطالب صفحہ ۱۷ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے خود بنفس نفیس حرب روم میں شریک ہونیکا ارادہ کیا حضرت علی نے اُن کو منع کیا کہ آپ بذات خاص حرب میں شریک نہ ہوں اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو کسر شان اسلام ہوگی اور اشاعت اسلام میں فتور آجائے گا حضرت عمر نے آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا حضرت عثمان نے بھی آپ سے اہم معاملات میں مشورہ لئے اگر آپ کے مشوروں پر عمل کیا جاتا تو اُن کا عہد نہ صرف فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن ہو جاتا کہ آیندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ حضرت علی رائے اور تدبیر میں بہت بہتر تھے اپنی رائے میں بہت سخت اور تدبیر میں اصح تھے آپ کے دشمن کہتے کہ آپ صرف رائے سے اس لئے کام نہیں لیتے کہ اس کو شریعت سے مقید کرتے شرع کے خلاف ہوتا تو کچھ نہیں کرتے اس لئے ارشاد کیا کہ لولا الدین والتقی لکنت ادھی العرب اگر دین اور تقویٰ نہ ہوتا تو میں عرب میں بہت بڑا مدبر ہوتا اور فرماتے کہ خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زائد مدبر نہیں مگر وہ بے وفائی اور فجور کرتا ہے اگر میں بے وفائی کو مکروہ نہ جانوں تو میں لوگوں میں سب سے بڑا مدبر ہوں ہر بے وفائی سبب فجور ہے اور ہر فجور سبب کفر ہے اور ہر بے وفا کے لئے ایک نشان ہوگا جس سے وہ قیامت میں پہچانا جائیگا خدا کی قسم کسی دھوکے کی نہ میں غفلت میں - - - - پڑا اور نہ کسی سختی سے میں نے چشم پوشی کی اور آپ نے فرمایا کہ امام ہدایت اور امام ضلالت اور ولی نبی اور عدو نبی برابر نہیں ہوتا۔

فضائل عملی

عملی فضائل جن سے مراد اخلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہیں دو قسم پر مشتمل ہیں (۱) صوری جس سے مراد اوصاف بشری ہیں (۲) معنوی اس سے مراد اوصاف ملکی ہیں ان کے بیانات آیندہ آئینگے

حضرت علی کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات ودیعت فرمائے تھے وہ خواص افراد نبی آدم واشرف رجال نوع انسان میں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے اسی لئے حضرت علی جامع اخلاق کہے جانے کے مستحق ہیں۔ زمان طفولیت ہی سے آپ نے آنحضرتؐ کے دامن عاطفت میں تربیت حاصل کی تھی اس لئے آپ قدرۃً حسن اخلاق وحسن تربیت کا نمونہ تھے کبھی زبان کفر وشرک سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ غیر خدا کے سامنے پیشانی جھکی جاہلیت کی برائیوں سے پاک وصاف رہی شراب جو عرب کی گھٹی میں پڑی تھی اسلام سے پہلے بھی حضرت علی نے کبھی نہیں پی۔

فائدہ حضرت علی کے ایک مخالف نے محض بلحاظ اظہار تخالف اس امر کو مشہور کر دیا کہ شراب حرام ہونے سے قبل حضرت علی نے ایک مرتبہ مجمع میں شراب پی کر نماز پڑھائی اور سورۂ کافرون میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے جس پر آیت حرمت شراب نازل ہوئی۔ اس واقعہ کو ترمذی وابوداؤد نے بھی روایت کر دیا ہے۔ متاخرین میں مولوی شبلی نعمانی نے بھی سیرت النبی جلد دوم میں حرمت شراب کی سند میں اس غیر محقق واقعہ کو لکھدیا ہے اگرچہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پینا مذہباً گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا حالات وواقعات سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی کا دہن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا ہوگا۔ حاکم نے مستدرک جلد ۴ کتاب الاشربہ صفحہ ۱۴۲ میں تین حدیثیں اس بارہ میں درج کی ہیں جس سے اصل قصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے یہ واقعہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا قبل تحریم خمر واقع ہوا تھا بسبیل تذکرہ ایک روز بیان فرمایا تھا۔ مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت (ترمذی وابوداؤد) کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے اصل یہ ہے کہ اس کا اخیر راوی گو پہلے علوی تھا (یعنی ابوعبدالرحمٰن سلمی) مگر آخر میں حضرت علی کا مخالف (عثمانی) ہو گیا اس لئے حضرت علی کی شان میں اس کی مخالف شہادت معتبر نہیں ہو سکتی۔ اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے اس کی روایت سے اصلی واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا۔ عثمانی راوی نے خود حضرت علی

یاایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ — اے ایمان والو جب تم رسول کو مشورہ کے لئے بلاؤ تو مشورہ لینے سے پہلے صدقہ دو۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم جاکر لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسقدر صدقہ کا حکم دوں آنحضرتؐ نے فرمایا ایک دینار میں نے عرض کیا لوگ اسقدر ادا کرنیکی طاقت نہیں رکھتے آنحضرت نے فرمایا اچھا نصف دینار میں نے پھر عرض کیا کہ اُن میں اتنی کی بھی طاقت نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا ایک جو کے برابر میں نے عرض کیا کہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم بہت ڈرنے والے ہو اور یہ آیت نازل ہوئی۔

ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات — کیا تم ڈرتے ہو اس امر سے کہ مشورہ کرنے سے پہلے صدقہ دو

حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ صرف میری ہی وجہ سے اس حکم میں امت کو تخفیف ہوئی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ باب رابع فصل تاسع بروایت ابوحاتم وارجح المطالب صفحہ ۱۵۳ بروایت امام احمد ونسائی وغیرہ)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ پر تشریف لیجاتے تو اُس کے کسی عمل کے دریافت فرمانے کے بجائے یہ دریافت فرماتے کہ متوفی کسی کا قرضدار تو نہیں ہے اگر معلوم ہوتا کہ قرضدار ہے تو نماز جنازہ نہ پڑھتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ قرضدار نہیں تو نماز جنازہ پڑھتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ پر تشریف لے گئے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بڑھے تو حسب معمول دریافت فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا کہ دو دینار ہیں آنحضرتؐ ہٹ کر بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت علی نے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ قرض میرے ذمہ ہے اور متوفی اس سے بری ہے تب آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد نماز حضرت علی سے فرمایا کہ

جزاک اللہ خیراً فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک — خدا تجھے نیکی کی جزائے خیر دے اور تیرا قرض ادا کرائے جسطرح کہ تو نے ایک بھائی مسلمان کا قرض ادا کیا۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

اس حدیث کو دارقطنی نے بروایت حضرت علی اور حاکمی نے بروایت ابن عباس بھی لکھا ہے۔

تفقد بر حال رعایا

ابی الصہبا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو نہر کلا یعنی بصرہ کے لنگر گاہ کے کنارہ اجناس کا نرخ پوچھتے ہوئے دیکھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ یہ جانچ کرتی ہوں گے کہ بیجا نرخ سے فروخت تو نہیں ہوتی ہے۔

عامر شعبی ناقل ہیں کہ سودہ بنت عمارہ ابن اشتر ہمدانیہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں ایک شخص کی شکایت لیکر گئی جس کو آپ نے ہم لوگوں سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا اُس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد نماز آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم کو کوئی ضرورت ہے میں نے اُس شخص کا حال بیان کیا آپ سن کر رونے لگے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے عاملوں کو مخلوق پر ظلم کرنے کے لئے نہیں حکم دیا ہے اور نہ اُن سے تیرا حق چھوڑنے کو کہا ہے پھر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لکھا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذلکم خیر لکم ان کنتم مومنین اذا اتاک کتابی ھذا فاحفظ بما فی یدیک حتی یاتی من یقبضہ منک والسلام

سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے بیشک تمہارے رب کے یہاں سے تمہارے پاس کھلا ہوا نشان آیا ہے پس تم پیمانے اور ترازو کو پورا کرو اور چیزوں کو جو لوگوں کے پاس ہوں مت گھٹاؤ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پیدا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور جب میرا یہ خط تم کو ملے تو جو کچھ تمہارے پاس ہو اُسکو بطور امانت حفاظت کے ساتھ رکھو اُسوقت تک جبتک کہ اُسکا لینے والا تمہارے پاس پہونچ کر والسلام

پھر حضرت علی نے اُسکو معزول کر دیا (عقد الفرید و مطالب السئول صفحہ ۱۱۴ و ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

قیدیوں کے ساتھ رعایت

حضرت علی قیدیوں کے ساتھ بہت رعایت فرماتے تھے چنانچہ علامہ نجم الدین فخر الاسلام

ابوبکر بن محمد بن الحسین مزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی جیل خانہ کی کنجیاں اپنے پاس رکھتے نماز کے اوقات میں جیلخانہ کھلواتے اور قیدیوں کو بیت المال سے اُن کی خوراک دلواتے اور فرماتے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ہمارا کام اُن کو صرف مقید رکھنا ہے اُن کو تکلیف نہ دینا چاہیئے تاکہ وہ بھاگیں نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۵)

رعایت حقوق ناس

ابورافع موئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخازن حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی گھر میں تشریف رکھتے تھے میں نے اُن کی صاحبزادی کے کان میں موتی ڈالدیئے حضرت علی ان موتیوں کو بیت المال میں دیکھ چکے تھے اس وقت آپ نے جب اُن موتیوں کو پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس نے یہ موتی کہاں سے پائے اگر اس نے چوری کی ہے تو میں اس کے ہاتھ کاٹوں گا۔ ابورافع نے عرض کیا امیرالمومنین میں نے ان کو یہ موتی پہنائے ہیں مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے پھر فرمایا کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے ساتھ ہوا تھا تو میری پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال تھی جس پر ہم رات کو سوتے اور دن کو ہمارے اونٹ کیلئے اُس پر دانہ رکھا جاتا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷ و جلد ۳۔ ابن اثیر صفحہ ۲۰۲ و شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹)

یحییٰ ابن سلمہ سے مروی کہ حضرت علی نے عمرو ابن سلمہ کو اصفہان پر عامل کرکے بھیجا جب وہ وہاں سے آئے تو اپنے ساتھ گھی اور شہد کی مشکیں بھر کر لائے۔ حضرت علی کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے عمرو ابن سلمہ سے تھوڑا سا گھی اور شہد طلب فرمایا اُنھوں نے ایک من شہد اور گھی کا اُن کی خدمت میں بھیجدیا۔ دوسرے روز تقسیم کے وقت جب شہد اور گھی پیش کیا گیا اور آپ نے جب مشکیں شمار کیں تو دو مشکیں ٹوٹی ہوئی ملیں آپ نے عمرو بن سلمہ سے اس کے متعلق پوچھا اُنھوں نے کہا کہ حضرت ام کلثوم نے گھی اور شہد منگوایا تھا میں نے اُن کو تھوڑا سا بھیجدیا تھا حضرت علی نے وہ مشکیں جانچ کرنے والوں کے پاس نقصان کی جانچ کے لئے بھیجدیں اُن لوگوں نے جانچ کے بعد پانچ درہم کا نقصان بتلایا۔ آپ نے حضرت ام کلثوم کے پاس آدمی

بھیجکر پانچ درہم منگوائے تب مال مسلمانوں میں تقسیم کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷ و جلد ۳ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۳ و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح ایک مرتبہ اور شہد سے بھری مشکیں یمن سے آئی تھیں اُسی وقت اتفاق سے حضرت امام حسنؑ کے یہاں مہمان آگئے حضرت امام حسنؑ نے اُن کے لئے بازار سے روٹیاں منگوائیں اور قنبر سے فرمایا کہ ایک مشک کھول کر تھوڑا سا شہد دے دو قنبر نے ایک رطل شہد بھیجدیا حضرت علی جب مشکوں کو تقسیم کرنے بیٹھے تو قنبر سے فرمایا کہ مشکوں میں کچھ فتور معلوم ہوتا ہے قنبر نے عرض کیا کہ حضرت امام حسن نے اس میں سے تھوڑا سا شہد منگوا لیا تھا حضرت علی کو غصہ آگیا فرمایا حسن کو بلاؤ جب حضرت امام حسن آئے تو حضرت علی دُرّہ لیکر مارنے کے لئے اُٹھے حضرت امام حسنؑ نے حضرت جعفر طیارؓ کی قسم دیکر اصل واقعہ پوچھا (حضرت علی کو حضرت جعفر طیارؓ سے اس قدر محبت تھی کہ شدت غصہ میں جب ان کی قسم دلائی جاتی تو غصہ فرو ہو جاتا) حضرت علی نے فرمایا کہ تقسیم سے قبل تم نے شہد کیوں لے لیا اس کا جواب دو حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا چونکہ ہمارا حق اس میں معین ہے لہذا میں نے یہ خیال کیا کہ جب وہ حق ملیگا تو جتنا لیا ہو واپس کر دیا جائیگا حضرت علیؑ نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ اور لوگوں سے پہلے اس سے نفع اٹھاؤ۔ پھر قنبر کو ایک درہم دیکر حکم دیا کہ خالص شہد اسی مقدار بھر موں لاکر اس میں ملا دو۔ راوی کا قول ہے کہ اب تک میری نگاہوں کے سامنے وہ منظر ہے کہ حضرت علی کے سامنے مشک کا منہ کھلا ہوا ہے قنبر اُس میں شہد ڈال رہے ہیں اور حضرت علی روتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ الٰہ العالمین حسن کو بخشدے اُس نے بوجہ لاعلمی ایسا کیا (مطالب السئول صفحہ ۱۱۷)

حُسن سلوک

حسن سلوک کی یہ کیفیت تھی کہ جنگ جمل میں جب آپ فتحیاب ہوئے تو مروان جو آپ کا سخت ترین دشمن اور بدگو تھا اُس پر قابو پانے کے بعد آپ نے اُس سے درگذر فرمایا عبداللہ بن زبیر جو علی رؤس الاشہاد آپ کی بدگوئی کرتے ایسا کہ بصرہ میں خطبہ دیکر اُنھوں نے سخت سے

سخت کہا حضرت علیؑ کے پاس جب اسیر کر کے لائے گئے تو آپ نے چھوڑ دیا اور کہا جاؤ میں ادھر متوجہ نہ ہوں گا ان کے باپ زبیرؓ اہلبیت سے تھے اُن کے یہ بیٹے ہیں جن کی یہ کیفیت ہے۔ سعیدؓ ابن العاص کا بھی شمار انہیں میں تھا بعد واقعۂ جمل ان سے بھی آپ نے تعرض نہیں کیا اسی طرح جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ پر آپ ظفریاب ہوئے تو اُن کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور اُن کو نہایت عزت کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا قبیلۂ عبدالقیس کی بیس عورتیں ساتھ میں کر دیں اور اُن کے سر پر عمامے اور کمر پر تلواریں بندھوائیں ان عورتوں نے مدینہ منورہ پہنچکر حضرت عائشہؓ سے یہ ظاہر کیا کہ ہم عورتیں ہیں بغرض حفاظت ہم کو مردانہ لباس پہنا کر آپ کے ساتھ کر دیا تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸ وارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)

حفظ حقوق

حضرت علیؑ کی اس معاملہ میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی معمولی آدمی بھی آپ سے کسی آپ کے عامل کی شکایت کرتا تو آپ تدارک فرماتے اگر زیادتی معلوم ہوتی تو معزول کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ آپ ہمدان تشریف لے گئے واپسی پر اچانک آپ کے کان میں ہائے فریاد ہائے فریاد کی آواز آئی آپ اُدھر متوجہ ہوئے قریب پہنچکر دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ایک اُن میں سے کہنے لگا میں نے اس شخص کے ہاتھ سات درہم کو ایک کپڑا فروخت کیا تھا اور شرط کر لی تھی کہ درہم گھر دینا یہ مجھکو کھوٹے درہم دینے لگا میں نے لینے سے انکار کیا اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا حضرت علیؑ نے مارنے والے سے جواب طلب کیا اُس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ موافق شرط اس کو درہم دو اُس نے بلا عذر و حیلہ درہم حوالہ کر دیئے پھر آپ نے بائع کو حکم دیا کہ مشتری سے بدلہ لو مگر اُس نے معاف کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ طمانچہ مارنے والے کو میرے ساتھ لے چلو جائے اقامت پر پہنچکر آپ نے اس شخص کے پندرہ درہ لگوائے اور فرمایا کہ یہ سزا اُس شخص کی آبروریزی کی ہے (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۲ و شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹۹)

معاملت وخشیت الٰہی

حضرت علیؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ اور اُن کی اولاد کا روزینہ بقدر کفاف بیت المال سے مقرر فرما دیا تھا جو اُن کو ہر روز ملتا تھا۔ ایک روز حضرت عقیلؓ کے بال بچوں کو حریرہ کھانے کی خواہش ہوئی چونکہ بجز معمولی مقدار جو کے نقد ملتا نہ تھا لہذا بچوں کی خاطر سے روزانہ کے مقررہ جو میں سے تھوڑا تھوڑا نکال کر جمع کرتے رہے جب کافی جو جمع ہوگئے تو اُن کو فروخت کرکے بازار سے گھی اور کھجور خرید لائے اور حریرہ تیار کیا کھانے کے وقت حضرت علی بھی بلائے گئے بر سبیل تذکرہ یہ قصہ بھی بیان میں آگیا آپ نے پوچھا کہ روزینہ میں سے جب اتنے جو روز نکالے جاتے رہے تو بقیہ کھانے کے لئے کافی ہوجاتا تھا سب نے کہا ہاں کافی ہوجاتا تھا حضرت علی نے اُسی روز سے روزینہ میں کمی کر دی اور فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ مجھکو دینا حلال نہیں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس پر ناخوش ہوئے حضرت علیؑ نے لوہا گرم کرکے اُن کے رخسارے کے پاس کیا تو وہ اُس کی حدت سے بیتاب ہوکر اُف اُف کرنے لگے حضرت علیؑ نے فرمایا آپ دنیا دی آگ سے اسقدر گھبراتے ہیں اور مجھکو دوزخ میں ڈالنا چاہتے ہیں حضرت عقیلؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا اور جاکر ایسے شخص کے پاس رہوں گا جو مجھکو سونا اور کھجور دیگا۔ ایک مرتبہ حضرت عقیلؓ نے حضرت علیؑ سے کہا مجھکو حاجت ہے کچھ دو آپ نے فرمایا اچھا دونگا صبر کیجیے جب اور مسلمانوں کو وظائف تقسیم کروں گا تب آپ کو بھی دونگا چونکہ حضرت عقیلؓ عیالدار اور حاجتمند تھے صبر نہ کرسکے مکرر سہ کرر سوال کیا۔ حضرت علیؑ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ان کو بازار میں لیجاؤ کہ یہ دوکانوں کا قفل توڑ کر جسقدر نقد جنس کی اُن کو ضرورت ہو لیں حضرت عقیلؓ نے کہا کیا تم مجھکو چوری کی علت میں گرفتار کرانا چاہتے ہو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ بھی تو مجھکو چور بنانا چاہتے ہیں کیونکہ خواہ مخواہ آپ کا اصرار ہے کہ مسلمانوں کا حق میں آپ کے حوالہ کردوں اور خود چور بنجاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عقیلؓ کی طلب پر آپنے فرمایا کہ بازار جاکر کسی دوکان کا قفل توڑ لیجیے اُنھوں نے کہا تم مجھے چوری سکھاتے ہو حضرت علیؑ نے

فرمایا کہ آپ بھی تو مجھے چوری سکھاتے ہیں بغیر مسلمانوں کی موجودگی کے مال لینا بھی تو چوری ہے
حضرت عقیلؓ نے فرمایا اگر اتنی ہی سختی ہوگی تو میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا حضرت علیؑ نے
فرمایا آپ کو اختیار ہے چنانچہ وہ معاویہ کے پاس چلے گئے اور وہیں رہے۔ معاویہ نے ان کی
بہت خاطر کی اور ایک لاکھ درہم دیئے اور کہا کہ ممبر پر آکر آپ اپنے بھائی کا سلوک اور میری قدردانی
کو بیان کر دیجئے حضرت عقیلؓ نے ممبر پر آکر بعد حمد و ثنا کے فرمایا اے لوگو میں اپنا حال کہتا ہوں
میں نے علی مرتضیٰؑ سے بہت کہا اور زور ڈالا اور اپنے مصارف روزانہ کی شکایت کی اور چاہا کہ معمول
سے زیادہ وظیفہ معین ہو جائے مگر انھوں نے میری درخواست اور میری اخوت کا کچھ لحاظ نہ
کیا اور اپنے دین کو مجھ پر مقدم کیا پھر میں معاویہ کے پاس آیا انھوں نے مجھکو ایک لاکھ درہم
دیئے اور اپنے دین پر مجھ کو ترجیح دی (صواعق محرقہ لابن حجر بحوالہ ابن عساکر و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹ و وسیلۃ النجات
صفحہ ۱۲۶ و مناقب مرتضوی صفحہ ۲۹۲ بروایت حبیب السیر جلد ۱)

حضرت عقیلؓ سے ایک روز معاویہ نے کہا اے عقیلؓ اگر تم مجھکو اپنے بھائی سے بہتر نہ سمجھتے
تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے حضرت عقیلؓ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ
میرے لئے دین میں اچھے ہیں اور تم میرے حق میں دنیا کے اعتبار سے بہتر ہو۔ افسوس کہ میں
نے دنیا کو اختیار کر لیا جو تمہارے پاس چلا آیا اب خاتمہ بخیر ہونے کی دعا ہے (عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۲)

مخالفین سے معاملت اور سلوک

حدیث میں ہے کہ بہادر وہ نہیں کہ جو دشمن پر غلبہ پائے بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر
کرے حضرت علیؑ اس بہادری میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین
سے معرکہ آرائی میں صرف ہوا لیکن بایں ہمہ آپ نے ہمیشہ مخالفین سے عمدہ برتاؤ کیا جنگ جمل
میں حضرت عائشہؓ آپ کی حریف تھیں لیکن جب ایک صبی نے اُن کے اونٹ کو زخمی کر کے گرایا
تو خود حضرت علیؑ نے آگے بڑھکر اُن کی خیریت دریافت کی اور اُن کو اُن کے ایکطرفدار بصرہ
کے گھر میں اتارا حضرت عائشہؓ کی فوج کے زخمیوں نے بھی اُسی گھر میں پناہ لی تھی حضرت علیؑ

ملاقات کو تشریف لے گئے مگر اُن کے زخمی ہمرائیوں سے جو اُسی گھر میں پناہ گزیں تھے کوئی تعرض نہیں کیا اور بحرمت تمام حضرت محمدؐ بن ابی بکرؓ کی معیت میں چالیس معزز عورتوں کیساتھ اُن کو حجاز کی طرف رخصت کیا خود حضرت علیؑ نے دور تک اُن کی مشایعت کی اس موقعہ پر جو لوگ شریک جنگ تھے اُن کی نسبت بھی عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مال غنیمت نہ لوٹا جائے۔ جو ہتھیار ڈالدے اُس کو امان ہے۔

حضرت زبیرؓ نے جنگ جمل میں ایک حریف کی حیثیت سے مقابلہ کیا تھا سپہ سالار جنگ تھے ان کا قاتل ابن جرموز جب تلوار اور سر لیکر آیا تو آپ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ فرزند صفیہؓ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو پھر تلوار ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ یہ وہی تلوار ہے کہ جس نے کئی مرتبہ آنحضرتؐ کے چہرہ سے مشکلات کے بادل ہٹائے تھے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۵)

مستدرک حاکم میں تو یوں ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس جب حضرت زبیرؓ کا سر آیا تو فرمانے لگے کہ فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر ہیں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۶۷)

جنگ جمل میں حضرت علیؑ جب نعشوں کا معائنہ فرما رہے تھے تو ہر وقت ایک ایک نعش کو دیکھکر افسوس فرماتے۔ محمد بن طلحہ کی نعش پر جب نظر پڑی تو آہ سرد بھر کر فرمایا "اے قریش کا شکرہ"

جنگ صفین میں جب آپ کا حریف گر کر برہنہ ہو گیا آپ اُس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے کہ اسکو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اسی جنگ میں جب معاویہ کے لشکر نے فرات پر . . قبضہ کیا تو امراء شام نے معاویہ سے کہا کہ یہ لوگ پیاسے قتل کئے جائیں جسطرح سے حضرت عثمانؓ پیاسے قتل ہوئے تھے معاویہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دیدیا جب حضرت علیؑ کے اصحاب نے پانی لینا چاہا تو اُن کو سخت ممانعت ہوئی پھر آپنے فوج کشی کر کے فرات پر قبضہ پالیا تو آپنے بلا تکلف اجازت دیدی آپ کی حمیت انسانی نے کسی کو تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹)

دشمن کیساتھ حُسن سلوک کی اس سے اعلیٰ اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ معاویہ جنھوں نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی آپ سے سرکشی کی آپ کے تمام تجاویز کو برباد کیا اور آپ کے عہد خلافت کو بدنام کیا اور آپ کے خلاف بار بار فوجیں لائے آپنے اُن کے متعلق کوئی ناسزا کلمہ نہ فرمایا اگر آپ چاہتے تو بہت سی صحیح اور درست باتیں فرما سکتے تھے آپ کا سب سے بڑا دشمن آپ کا قاتل ابن ملجم ہوسکتا تھا لیکن اُس کے متعلق جو آخری وصیت آپنے کی وہ یہ تھی کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں اور ناک کان نہ کاٹنا۔ طبقات ابن سعد میں تو یوں ہے کہ جب ابن ملجم آپکے سامنے لایا گیا تو آپنے فرمایا کہ اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اسکو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اُس کو معاف کردینے یا قصاص لینے کا مجھکو اختیار حاصل ہوگا اگر میں مرگیا تو اُس کو مجھ سے ملا دینا میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑ لوں گا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۶)

اس قسم کے مزید واقعات ناظرین حصۂ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ باحسن الانتخاب فی ذکر معیشتہ سیدنا ابی تراب سے معلوم کرسکتے ہیں۔

حمایت قوم

حضرت علیؑ کے محاسن اخلاق میں اپنی قوم اور اپنے بنی عم کی حمایت بھی تھی آپ آنحضرتؐ کے منصب کی تکمیل میں اہتمام کرتے تھے اور اُن کی مدد میں نہایت ہمت سے کام لیتے تھے فیض ربانی نے جب اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ آپ کے دل میں پیدا کیا تو آپنے اس صفت میں ایسا کام لیا اور اسطرح اُس کو ثابت کردکھایا جس سے اخی رسول وصی رسول اور ولی وغیرہ کے القاب سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جب فرمایا کہ دنیا و آخرت میں تم میں سے کون میرا ولی ہوگا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی موالات کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے ولی ہو ہاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی حیات میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم — اگر وہ مرگئے یا ماردیے گئے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

تو خدا کی قسم جب ہم کو اللہ نے ہدایت دیدی تو اُس کے بعد ہم پیٹھ نہ پھیریں گے اگر رسول اللہ کا وصال ہوا یا آپ شہید ہوئے تو جس چیز کے لئے آپ جنگ کرتے تھے ہم بھی اسی کے لئے لڑینگے یہانتک کہ موت آجائے میں آپ کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور علم کا وارث ہوں (خلفائے راشدین صفحہ ۳۲ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)

وفا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی خصائل حمیدہ میں بہترین چیز وفا تھی جب فیض ربانی نے اُسکو مہذب کیا تو مقام محبت آپ کے لئے ایک مسلمہ چیز بنگیا۔ آنحضرتؐ نے جیسا کہ متواتر طور پر ثابت ہے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو علم دونگا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اُس کے رسول بھی اُس سے محبت رکھتے ہیں بالآخر آنحضرتؐ نے علم حضرت علی کو دیا۔

(خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۹ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۳)

امانت و دیانت

حضرت علی اس خوبی میں بھی اپنے اقران و معاصرین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے چنانچہ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو قریش کی امانتیں واپس کرنے کے لئے آپ ہی کو منتخب فرمایا آپنے اس منصب امانت کی جانشینی علی وجہ الکمال فرمائی۔ عہد خلافت میں دیانت و امانت کیساتھ بیت المال کی دیکھ بھال بھی کچھ کم اہم فرض نہ تھا آپ نے اس فرض کو اسطرح ادا کیا کہ مال غنیمت جب تقسیم فرماتے تو برابر کے حصہ لگا کر قرعہ ڈالتے تاکہ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو وہ اس سے بری ہو جائیں۔

عاصم ابن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصفہان سے مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپنے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمادیا (ریاض النضرہ للطبری بروایت احمد و قلعی جلد ۲ صفحہ ۱۳۶) تدین کی سختی میں اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس کا ذکر بھی گذر چکا ہے۔

حضرت اُم کلثوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کے پاس نارنگیاں آئیں حضرت امام حسینؑ نے ایک نارنگی اُٹھائی آپنے دیکھا تو اُسکے ہاتھ سے لیکر لوگوں میں تقسیم کردی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

ایکمرتبہ تمام اندوختہ بیت المال کا تقسیم کرکے اُس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اُن کی امانت و دیانت کی شاہد رہے (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۷)

بذل وسخا و ایثار

حضرت علیؑ میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے علامہ واحدی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ناقل ہیں کہ ایکبار حضرت علیؑ کے پاس چار درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا آپنے ایک درہم رات کو دوسرا دن کو تیسرا پوشیدہ طور پر اور چوتھا ظاہر میں خیرات کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے صلہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

جو لوگ اپنے مال کو رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر طور پر خیرات کرتے ہیں اُنکے لئے اُنکے خدا کے پاس اجر ہے اور نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ اندوہگین ہونگے

اس واقعہ کو موفق بن احمد اور حموینی اور ثعلبی اور مالکی اور حافظ ابونعیم اور طبرانی اور صاحب جمع الفوائد نے لکھا ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۲ و ارجح المطالب صفحہ ۱۶۲ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ و مطالب السئول صفحہ ۱۱۵)

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال کیا کسی نے اُس کو کچھ نہ دیا سائل نے آسمان کیطرف ہاتھ اُٹھا کر کہا اے پروردگار گواہ رہنا میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا مگر کسی نے مجھکو کچھ نہ دیا۔ حضرت علیؑ نماز میں تھے آپ نے داہنے ہاتھ کی چھنگلیا... سے اشارہ کرکے انگوٹھی اُس کو عطا فرمائی جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔	تمہارا ولی اللہ ہے اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں

مطالب السئول صفحہ ۱۰۵ اور ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ بروایت عبداللہ بن سلام و حضرت امام جعفر صادق بتخریج واحدی و ابوالفرج و الفضائلی و ابن السمان و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۹ و روائح المصطفیٰ صفحہ ۱۲

علامہ رافعی تاریخ قزوین میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سائل مسجد میں آکر سوال کرنے لگا اُس نے کہنا شروع کیا کہ کون ہے جو خدا کی راہ میں قرض دے حضرت علیؑ اُسوقت رکوع میں تھے

آپنے اشارہ کیا سائل نے انگوٹھی اتار لی آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا واجب ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جنت واجب ہوگئی سائل نے ان کے ہاتھ سے انگوٹھی نہیں اتاری بلکہ اُن کے ہر ایک گناہ کو اتار ڈالا (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۹)

فائدہ اس واقعہ میں لوگوں نے سخت اختلاف کیا ہے اکثر لوگ موضوعیت کے قائل ہوئے سائل کو نماز میں انگوٹھی دیدینے کو فعل کثیر ہیں جو مفسد نماز ہوا کرتا ہے شمار کرتے ہیں اور اس امر پر استعجاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ذات مبارک سے ایسے فعل کثیر کا صدور قابل قبول نہیں ہو سکتا فعل کثیر وہ ہے کہ جسے وہ شخص جو خارج از نماز ہے دیکھکر نمازی کو نماز پڑھتا ہوا نہ سمجھے یہاں یہ صورت پائی نہیں جاتی احادیث سے واقعہ تو صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے سوال پر حضرت علی نے انگلی سے اشارہ کیا نہ خود اُتار کر سائل کو دی انگلی سے اتار کر سائل کو دیدینا البتہ فعل کثیر میں آسکتا ہے نہ کہ اشارہ سے اس لئے کہ نفس اشارہ مفسد نماز نہیں۔ تشہد میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ مسنون ہے مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی نے اپنے ہشت بہشت میں اس واقعہ کو لکھا ہے ؎

گر معزز گشت انفاس مسیحا در کلام — در یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ہا
گر بہ عزت مصطفیٰ را دید اللہ برکشید — گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما
در بطاعت گفت عیسیٰ را و اوصانی ترا — در یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت از خدا

حکیم سنائی علیہ الرحمۃ حدیقہ میں لکھتے ہیں ؎

در قیام و قعود عود ادا کرد — در رکوع و سجود جود ادا کرد

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پاک و منزہ از صفات ممسوس گشتہ او بذات — دادہ زکوٰۃ اندر صلوٰۃ اللہ مولانا علی

حکیم ناصر خسرو کہتے ہیں ؎

آنچہ علی داد در رکوع فرو نست — زانچہ ہمہ عمر داد حاتم طائی

اس واقعہ کو فردوسی[1] نے خوب لکھا ہے ؎

[1] فردوسی کو بعض لوگوں نے شیعہ لکھا ہے مگر چونکہ اس مضمون کو بہت سے اسناد موجود ہیں لہٰذا ان کے شعر کا بھی نقل کر دینا خالی از لطافت نہ معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ شعر ہی بہت اچھا ہے لا تنظر الی من قال و انظر الی ما قال یعنی اس امر کو نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے بلکہ اس مرکوز دیکھو کہ کیا کہا ہے حضرت علی کا ارشاد ہے ۱۲

شہا ترا است مسلم کرم کہ گاہ رکوع　　کند برائے حق انگشتری نثار انگشت

مولانا قاسم کہتے ہیں ؎

بہ سائل داد خاتم در نماز آں معدن احسان　　دل پاکیزہ اش چوں بود فارغ از زر و زیور

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی در بیان آیۂ انما ولیکم اللہ صفحہ ۲۰)

حضرت علی مرتضیٰ کی سخاوت مخالفین کے یہاں بھی مسلمہ تھی منقول ہے کہ محقن ابن ابی محقن نے جب معاویہ ابن ابی سفیان سے آکر کہا کہ میں بخیل ترین خلائق سے ملکر تیرے پاس آیا ہوں تو معاویہ نے کہا تجھ پر سخت افسوس ہے کہ تو اُن کو بخیل کہتا ہے اگر اُن کو ایک گھر سونے کا اور ایک انجیر کا دیا جائے تو قبل اس کے کہ انجیر کا گھر ختم ہو سونے کا گھر اُن کے پاس ختم ہو جائے گا

(ارجح المطالب صفحہ ۱۲۹ وینابیع المودۃ صفحہ ۱۲۸)

امام شعبی بوقت تذکرہ سخاوت حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ تمام مخلوقات میں وہ سخی ترین شخص تھے اور للہیت کے ساتھ جود اور سخاوت کو محبوب رکھتے تھے کبھی سائل سے لفظ لا (نہیں) نہیں کہا خود اپنے ہاتھ سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان سیراب کرتے تھے یہانتک کہ ہاتھوں میں آبلہ پڑجاتے اجرت جو کچھ ملتی وہ خیرات کردیتے اور اپنی پیٹ پر بھوک روکنے کیلئے پتھر باندھ لیتے تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۰ وینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۰)

ایثار کی یہ کیفیت تھی کہ علامۂ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک کافر سے لڑرہے تھے دونوں طرف کے لوگ صف باندھے کھڑے تھے مسلمان تھوڑے سے تھے اور کفار بہت یعنی اُن کی جماعت دس ہزار کے قریب تھی ان میں سے ایک کافر نے کہا ذرا تلوار مجھ کو دیکھنے کو دیدیجئے حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اُس کو دیدی۔ کافر نے تلوار لیکر کہا کہ آپ تلوار مجھکو دیچکے ہیں مجھ سے اب آپ کیونکر بچینگے حضرت علیؑ فرمانے لگے تم نے حاجتمندوں کیطرح سے میرے سامنے ہاتھ بڑھایا میری مروت اسکی متقاضی نہ ہوئی کہ میں سوال کرنیوالوں کا سوال رد کردوں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو یہ سنکر وہ مسلمان ہوگیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۷)

ابوبکر بن محمد فخر الاسلام مزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اپنا مال غلاموں کے مول لینے میں صرف کرتے ہیں اور

اپنے احسان سے آزاد لوگوں کو مول لیکر غلام نہیں بناتے (ارجح المطالب صفحہ ۱۷)

انفاق فی سبیل اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علیؓ اگرچہ دولت دنیاوی سے متمتع نہ تھے مگر دل سے غنی تھا کہ کوئی سائل یا اہل حاجت نظر آتا تو وقت لایموت بھی دیدیتے بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ رات بھر باغ سینچکر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانیکا انتظام کیا۔ ابھی تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا بلند کی حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اُس کو دیدیا پھر بقیہ میں سے دوسرا ثلث پکنے کا انتظام کیا جب وہ پک کر تیار ہوا تو ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا اُس کو بھی اٹھا کر دیدیا اسی طرح تیسرا حصہ پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کے نذر ہو گیا۔ حضرت علیؓ رات بھر کی مشقت کے باوجود دن بھر فاقہ سے رہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ایثار و انفاق کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستایش اس کے متعلق خاص آیت نازل فرمائی۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا	اور کھانا کھلاتا ہے اپنی محبت سے مسکین اور یتیم اور اسیر کو

(ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع ذکر صدقہ صفحہ ۲۲۷ و مطالب السئول صفحہ ۱۰۷ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

اس آیت کا شان نزول مفسرین نے بروایت ابن عباسؓ جداگانہ بھی لکھا ہے یعنی حضرت حسینؑ کی علالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین رضی اللہ عنہما کی عیادت حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا سے منت کے روزہ رکھنے کا حکم وغیرہ وغیرہ جس کا بیان جلد اول السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر منقبۃ سیدنا ابی تراب بیان فضائل اہلبیت صفحہ ۱۲۳ میں لکھا جا چکا ہے مولوی سید صدرالدین احمد دسوی روائع المصطفےٰ صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں۔

در روضۃ الاحباب گفتہ کہ بہ سبب اطعام سہ روز متواتر مسکین و یتیم و اسیر را آیت در حق حضرت مرتضیٰ نازل شدہ و در تفسیر فتح العزیز از واحدی و از دیگر تفاسیر آوردہ کہ ایں سورہ در حق حضرت	روضۃ الاحباب میں ہے کہ تین روز تک مسلسل مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کی وجہ سے یہ آیت حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی تفسیر فتح العزیز میں واحدی اور دیگر تفاسیر سے منقول ہے کہ یہ حضرت علی کے حق میں نازل

مرتضیٰؑ نازل گشتہ وقصہ آن بتفصیل تمام بیان نمودہ

حکیم سنائی می گوید ؎ ازپے سائلی بیک دو رغیف

سورۂ ہل اتیٰ وراتشریف دی الکشاف وتفسیر

الکبیر انہا نزلت فی علیؑ ابن ابی طالب وفی

المعالم عن مجاہد وعطا عن ابن عباسؓ

انہا نزلت فی علی ابن ابی طالب

ہوئی تفصیلاً اس کا قصہ بھی بیان ہوا ہے حکیم سنائی کے شعر

کا مفہوم یہ ہے کہ سائل کو ایک دو روٹی دیکر خلعت ہل اتی

سے مشرف ہوئے کشاف اور تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ حضرت

علیؓ کے حق میں نازل ہوئی اور معالم میں بروایت مجاہد

وعطا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے حق

میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مولانا فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

بہ مسکین نانے از بہر خدا داد — خداوند جہانش ہل اتیٰ داد

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں ؎

آں شنیدی کہ حیدر کرار — کافراں کشت قلعہا بکشاد

تا نداد آں سہ قرص نان جویں — ہفدہ آیت خدایش نفرستاد

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں ؎

نوح را عبد شکور گفت در اسرا — سعیکم مشکورا آمد مر ترا در ہل اتیٰ

با ملائک مر ترا اندر تخافوں یاد کرد — باز در انا نخافت حمد میگوید خدا

(مناقب مرتضوی صفحہ ۳۶)

مہمان نوازی

ارجح المطالب صفحہ ۱۰۱ میں بروایت ابن حجر مکی اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت علیؓ رونے لگے لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی آپ فرمانے لگے کہ سات روز ہو چکے ہیں کہ کوئی مہمان میرے یہاں نہیں آیا مجھے اس امر کا خوف ہے کہ خدا نے کہیں مجھکو حقیر نہ کر دیا ہو۔

کرم

علامہ فضائلی ابو اسحاق سبیعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے اصحاب

میں چالیس سے زائد لوگوں سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں کون بزرگ زیادہ مرتضا صاحب کرم تھے سب نے حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ کا نام لیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲ وارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)

سلمان ساوجی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے برابر کردہ ایزد با خلیلےؑ در وفا	آیۂ یوفون بالنذر است بر قولم گوا
بود با ایوبؑ ہمسر در گہہ صبر و شکیب	گشتہ با جبرئیلؑ ہمرہ در رہ خوف و رجا
نوح را در شکر گر عبداً شکورا گفت گفت	از برایت سعیکم مشکور اندر حل اتے

۲۔ معنوی

زہد

زہد کے معنی ہیں خواہشات نفسانی کو حقیر اور ذلیل سمجھکر اُس کے خلاف کرتے رہنا یہ وصف اپنی نوعیت میں بہت اعلیٰ ہے امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک گروہ صحابہ کا زہد و ورع میں مشہور تھا جیسے حضرات ابوذر غفاریؓ سلمانؓ فارسی۔ ابوالدرداءؓ وغیرہ یہ سب ترک و تجرید میں حضرت علیؓ کے مقلد تھے قبیصہ کا قول ہے کہ ہم نے کسی کو حضرت علیؓ سے بڑھکر زاہد نہیں دیکھا حسین ابن صالح بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ بن عبدالعزیز کہا کرتے کہ دنیا والوں میں سب سے بڑے زاہد حضرت علیؓ تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱ بروایت ابن عساکر و ابن اثیر)

سبط ابن الجوزی خواص الامہ صفحہ ۶۳ میں باسناد احمد بن حنبل سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ ہم اس امت میں آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؓ سے زاہد کسی کو زاہد نہیں پاتے نہ اُنھوں نے کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس رکھا (یعنی آپ نے مکان نہیں بنایا)

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علیؓ سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت سے مزین کیا کہ بندوں میں سے کسی کو اُس سے بہتر زینت نہیں دیگئی وہ زینت زہد فی الدنیا ہے جو خدا کے نیک بندوں کی زینت ہے اے علی خدا نے تمہیں ایسے

ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا سے اور دنیا کو تم سے کچھ نہ ملا تم کو مسکینوں کی محبت دی گئی اُن کی پیروی سے تم خوش کئے گئے اور وہ لوگ تمہاری امامت سے خوش رہیں گے (ریاض النضرہ للطبری بروایت حاکمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ وارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۱۴۰)

خود حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی جب لوگ دنیا کی طرف رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے اور لوگوں کی میراث کھا جائیں گے اور دین کو خرابی میں ڈالیں گے اور خدا کا مال لوٹ لیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا میں نے عرض کیا کہ میں اُن کو چھوڑ دوں گا اور وہ جس بات کو اختیار کر لیں گے میں اُس کو ترک کر دوں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو اختیار کر لوں گا اور دنیا کی مصیبتوں پر صبر کروں گا یہانتک کہ آپ سے ملوں آنحضرتؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو پھر آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے ساتھ ایسا ہی کرنا (ریاض النضرہ بروایت حافظ نعیمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

علی ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے ابن النباح موذن نے کہا اے امیر المومنین آپنے بیت المال کو روپیہ اور اشرفی سے بھر دیا حضرت علیؓ ابن النباح پر ٹیک دیکر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور بیت المال میں تشریف لاکر جو کچھ موجود تھا سب تقسیم کر دیا اور فرمایا۔

یا صفراء یا بیضاء غرّی غیری — اے اشرفی اور روپیہ تو میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے

پھر آپنے پانی چھڑکوا کر بیت المال میں دو رکعت نماز پڑھی۔ مجمع تیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو بیت المال میں جاتے ہوئے دیکھا اوس میں مال بھرا ہوا تھا اپنے فرمایا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھنا چاہتا لوگوں کو اس کی ضرورت ہے پھر تقسیم کا حکم دیا بعد تقسیم وہیں صاف کرا کر اس امید پر نماز پڑھی کہ قیامت کے روز گواہی دے کہ میں نے مسلمانوں سے بچا کر اس مال کو بند نہیں رکھا تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۴۲ اور ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ بروایت امام احمد قلعی وصاحب الصفوۃ وغیرہ اس روایت میں مجمع تیمی نہیں وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۹ بروایت حضرت امام جعفر صادق ومجمع فیہ تخریج ابو عبید وحلیۃ الاولیا لابی نعیم وابن عساکر وامام احمد ومسدد وغیرہ)

حضرت امام حسنؑ کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؓ نے نہ کبھی مال جمع کیا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ مکان بنایا اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے حواب تک عمارتیں بنوا دیتے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱ بروایت ابن اثیر و اسد الغابہ و ابو نعیم

مولوی شاہ معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۰ میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی چھوٹی نمائش اور اس کے چند روزہ عیش کو حضرت علی مرتضیٰؓ نے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ عمر ابن الخطابؓ نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میدان میرے لئے کافی ہے۔

حضرت علی نے شروع سے آخر تک زاہدانہ زندگی بسر کی پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہے ظاہر ہے کہ شہنشاہ اقلیم زہد و قناعت کے ساتھ عیش دنیاوی کا کہاں موقع میسر ہوا ہوگا۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ جب شادی ہوئی تو علٰحدہ مکان میں رہنے لگے لیکن زہد کا اس سے اندازہ ہوگا کہ سیدہ جنت جو ساز و سامان اپنے میکے سے لائی تھیں اُس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہو سکا چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہ کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ معاش کی یہ کیفیت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہ اُٹھتا بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت کرنگی میں کاشانہ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ حاصل کر لائیں۔ عوالی[1] مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے اُس کے پاس پہنچکر اُجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجور اُجرت میں ملی لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی بجنسہ لئے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت سُن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا (مسند امام احمد بن حنبل صفحہ ۱۵۳ جلد ۱

درِ دولت پر نہ کوئی حاجب تھا نہ دربان نہ امیرانہ کروفر نہ شاہانہ تزک و احتشام غرض عین

[1] مدینہ کے قرب و جوار کی آبادی کا نام عوالی تھا ۱۲

اس وقت جب سری کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر و جواہر اگل رہی تھی اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور داد و دہش کی بدولت کبھی فقر و فاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی ایک دفعہ ممبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری تلوار کا کون خریدار ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہ بند کی قیمت ہوتی تو اوس کو فروخت نہ کرتا" ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "امیر المومنین میں تہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں" (ازالۃ الخفا و استیعاب)

حضرت علی کی خانگی زندگی یعنی لباس و طعام وغیرہ کے کیفیات فضائل خارجی کے بعد ہم لکھینگے حکیم سنائی حدیقۃ الحقائق میں لکھتے ہیں ؎

سوار دین پیغمبر — شجاع شرع و صاحب حوض کوثر
زجودش ابر دریا پر توے بود — بہ بخشش دہر کمتر از جوے بود
نہ ہرگز آرزوئے سیم و زر داشت — نہ ہرگز سوئے سیم و زر نظر داشت
چناں در راہ معنی سرخ رو بود — کہ سیم و زر بچشمش خاک کو بود
تو اے زر زرد گرد از نا امیدی — تو نیز اے سیم میکش ایں سپیدی
چو دنیا آتش و او شیر بودہ — ازیں معنی ز دنیا سیر بودہ
اگرچہ کم نشیند گرسنہ شیر — نخورد او نان دنیا یک شکم سیر
ازاں جستہ بدنیا فقر و فاقہ — کہ دنیا بود پیشش سہ طلاقہ

(مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۱۹۲)

تقویٰ

اس سے مراد شبہات سے اجتناب و احتراز ہے حضرت علی کو اس صفت کے ساتھ خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس آیۂ قرآنی ہدایہ میں متقی بیان فرمایا۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ — اور وہ شخص جو آیا سچائی کے ساتھ اور اُس نے
اولئک ھم المتقون (پ ۲۳ زمر) — تصدیق کی وہ لوگ متقین میں سے ہیں۔

ارجح المطالب صفحہ ۵۱۱ میں ہے کہ جلال الدین سیوطی در منثور میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ ابن عساکر نے بروایت مجاہد لکھا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے آنحضرتؐ اور وصدق بہ سے حضرت علی مراد ہیں بیہقی نے بھی بہ اسناد آنحضرتؐ سے روایت کی فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کا علم اور نوحؑ کا تقوی اور حضرت ابراہیمؑ کی خلت اور حضرت موسیٰؑ کی ہیبت اور حضرت عیسیٰؑ کی عبادت دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ اس حدیث کو حدیث تشبیہ کہتے ہیں اس کا تفصیلی بیان آیندہ آئیگا۔

دیلمی فردوس الاخبار میں اور ابونعیم حلیۃ الاولیا میں بروایت حضرت علیؑ و انس ابن مالکؓ و جابر ابن عبداللہؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی تم سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین و یعسوب المومنین ہو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے مرحبا سید المسلمین و امام المتقین فرمایا حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا شب معراج میں مجھکو علی کے متعلق سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین ہونیکا الہام ہوا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ بادنی تغیر لفاظ)

ان القاب کی تشریح جلد سوم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضی من مواہب المصطفےٰ میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

تقویٰ کے متعلق حسب ذیل واقعات مروی ہیں۔ ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ مال غنیمت میں حضرت ابوبکرؓ کے مثل عمل کرتے جب آپ کے پاس مال آتا سب تقسیم کر دیتے اور بیت المال میں کچھ نہ باقی رکھتے البتہ جس کی تقسیم کسی وجہ سے اُس روز نہ کر پاتے تو وہ رہ جاتا بیت المال سے اپنے لئے قبل تقسیم کچھ نہ نکالتے اور نہ اپنے کسی عزیز قریب کو خصوصیت سے کچھ دیتے۔ فرماتے کہ مجھکو تمہارے اموال غنیمت سے بجز ایک شیشہ کے کچھ نہ ملا یہ بھی ایک دہقان نے ہدیۃً بھیجا تھا بعد تقسیم مال غنیمت ارشاد فرمایا کہ بڑا کامیاب وہ شخص ہے جس کے پاس تھوڑی سی کھجور ہو اور وہ دن میں اوس میں سے ایک کھجور نکال کر کھا لیا کرے (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۶)

ورع

اس سے مراد غیر مشتبہ چیزوں سے اجتناب ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں عیدی اضحیٰ

کے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے مجھکو حریرہ کھلایا میں نے عرض کیا ای امیرالمومنین خدا آپ کو نیکی دے اگر آپ ہمارے لئے بطخ ذبح کراتے تو بہت اچھا ہوتا اللہ تعالےٰ نے آپ کو مال و متاع وافر عطا فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ فرمانے لگے میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے دو پیالوں سے زائد خدا کا مال لینا حلال نہیں ایک خود اُس کے اور اُس کے گھر والوں کیلئے اور دوسرا مہمان کیلئے (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۹ و تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۵ (اس روایت میں عبداللہ ابن زرین کا نام ہے) و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ (اس روایت میں عبداللہ بن زریرؓ کا نام ہے) و ارجح المطالب صفحہ ۵۶ و غیرہا من کتب المناقب و السیر و التاریخ و الحدیث)

ابی مطرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو تہ بند باندھے اور ایک چادر اوڑھے دُرّہ ہاتھ میں لئے بازار میں پھرتے دیکھا ہے بالکل ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے کپڑا بیچنے والوں کے بازار میں جب تشریف لائے تو ایک دوکاندار سے فرمانے لگے کہ تین درہم کا ایک کرتہ ہم کو دیدو اُس نے آپ کو پہچان لیا آپ دوسرے دوکاندار کے پاس چلے گئے جب اُس نے بھی پہچان لیا تو وہاں سے بھی چلے گئے اور کچھ نہ مول لیا پھر ایک کمسن بچہ کی دوکان پر گئے اُس سے تین درہم کا کرتہ مول لیا۔ اسی اثنا میں اُس لڑکے کا باپ آگیا لڑکے نے باپ سے واقعہ بیان کیا وہ ایک درہم لیکر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ قمیص کی قیمت دو درہم ہے آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے نے ہماری اور ہم نے اُس کی رضا حاصل کر لی لہٰذا درہم واپس ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ بروایت امام احمد فی المناقب و صاحب الصفوہ و خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۶)

تواضع

حضرت علی کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ سادگی اور تواضع ہے آپ کو اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کچھ عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کو کبھی جوتا ٹانکتے کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے پاتے۔ مزاج میں سادگی اسقدر تھی کہ فرش خاک پر سو جاتے۔ ایکمرتبہ آنحضرتؐ آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ آپ بے تکلفی سے زمین پر

سو رہے ہیں چادر پیٹھ سے نیچے سرک گئی ہے اور جسم گرد آلود ہو گیا ہے آنحضرت کو یہ سادگی بہت پسند آئی خود دست اقدس سے آپ کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا اجلس یا ابا تراب حضرت علی کو یہ کنیت اتنی پسند تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی (بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

زمان خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی عموماً چھوٹی آستین اونچے دامن کا کرتہ اور معمولی کپڑے کا تہ بند باندھے بازار میں گشت فرماتے اگر کوئی تعظیماً ساتھ ہو لیتا تو منع فرماتے اور کہتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔ (تاریخ طبری و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)

زاذان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی کو بازاروں میں اس حال میں دیکھا کہ آپ درہ لئے ہوئے ٹہل رہے ہیں اور لوگوں کو دُرّہ سے ہٹاتے جاتے ہیں اور بھولے ہوؤں کو راستہ بتاتے ہیں اور بوجھ اُٹھانے والوں کی مدد فرما رہے ہیں اور یہ آیت ورد زبان ہے کہ۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون	یہ آخرت کا گھر ہے اسکو ہم نے اُن لوگوں کیلئے بنایا ہے جو زمین
علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين	میں غرور اور فساد نہیں کرتے اور ڈرنے والوں کا انجام بخیر ہے۔

پھر فرماتے کہ یہ آیت صاحبان قدرت کے حق میں نازل ہوئی ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ و تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶)

انکسار

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم تھی مجی السنہ بغوی اپنی معجم میں بروایت ابو صالح لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خرید فرمائیں اور کپڑے میں باندھ کر اُٹھانے لگے لوگوں نے آپ سے عرض کیا اے امیر المومنین ہم اس کو اُٹھا کر گھر تک پہنچا دیں آپ نے فرمایا کہ لڑکوں کا باپ ہی اس کے اُٹھانے کا زائد حقدار ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ و ارجح المطالب صفحہ ۱۵)

عفو عن المکافات

حضرت علی میں یہ وصف بھی کمال کے ساتھ موجود تھا۔ ابی مطر بصری سے مروی ہے کہ

ایکمرتبہ حضرت علی بازار سے گذر رہے تھے خرمہ فروش کی دوکان پر کچھ خریدنے کی غرض سے کھڑے ہوگئے اُس دوکان پر ایک لونڈی، وہ رہی تھی آپنے وجہ دریافت کی اُس نے بیان کیا میں اس دوکاندار سے ایک درہم کی کھجور لے گئی تھی میرے مالک نے اسے واپس کر دیا اب اسکو واپس لینے سے انکار رہے میں اسواسطے روتی ہوں کہ میرا مالک اگر مجھ سے پوچھے گا تو میں اُسکو کیا جواب دوں گی حضرت علی نے اس دوکاندار سے فرمایا یہ جاریہ ہے اس کا اختیار ہی کیا یہ اپنے مالک کے لئے لے گئی تھی اُس نے نہیں لیا مناسب ہے تم کھجور لیکر قیمت اُس کو واپس کر دو دوکاندار آپ کو پہچانتا نہ تھا اُس نے سخت کلامی کی اور ہٹانا چاہا لوگوں نے اُس سے کہا تو نہیں جانتا یہ امیر المومنین ہیں اُس نے یہ سُنکر کھجوریں اور درہم دونوں واپس کر دیں اور آپ سے عذر و معذرت کر کے کہنے لگا کہ آپ مجھ سے خوش ہو جایئے حضرت علی نے فرمایا کہ میں تم سے خوش ہونگا اگر تم لوگوں کا پورا حق ادا کرتے رہو گے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ بروایت امام احمد فی المناقب)

ایک مرتبہ بحالت جہاد حضرت علی نے ایک شخص پر غلبہ حاصل کیا اُس نے آپکے روئے مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً ہٹ آئے اُس نے اس کا سبب پوچھا فرمایا تمہارا قتل اب خالصاً للہ نہیں ہا مکافات ایذائے نفس اُس میں شامل ہوگئی یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے دفتر اول مثنوی شریف میں یوں نظم فرمایا ہے ؎

او خیو انداخت بر روئے علی	افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خیو انداخت بر روئے کہ ماہ	سجدہ آرد پیش او شام و پگاہ
در زماں انداخت شیر آں علی	کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیران آں مبارز زیں عمل	از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی چرا بگذاشتی
اے علی کے جملہ عقل و دیدۂ	شمۂ دا گو از انچہ دیدۂ
راز بکشا اے علی مرتضیٰ	اے پس سور القضا حسن القضا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را — چوں شعاعی آفتاب حلم را
کہ بفرمایا امیر المومنین — تا بجنبد جاں بہ تن ہیچو جنین
در محل قہر این رحمت ز چیست — از دہا را دست دادن کار کیست
گفت تیغے از پئے حق میزنم — بندہ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا — فعل من بر دین من باشد گوا

حلم

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حلیم و بردبار ایسے تھے کہ آنحضرتؐ کا مخصوص ارشاد ہے واعظمھم حلما یعنی از روئے حلم عظیم ترین شخص تھے (یہ حدیث حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقعہ پر ارشاد ہوئی تھی جس سبقت اسلام کثرت علم وغیرہ کا بیان ہے بروایت مقبل ابن یسار وغیرہ بیان ثبوت اعلمیت حضرت علی میں گذر چکی ہے)

محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ضابط بن یمر سے پوچھا کہ علی تمہیں کس وجہ سے محبوب ہیں انھوں نے کہا تین وجہ سے (۱) غصہ کے وقت حلم اختیار کرنے سے (۲) گفتگو میں سچائی اختیار کرنے سے (۳) عدل سے حکم کرنے سے (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنے غلام کو پکارا اُس نے کچھ جواب نہ دیا مکرر سہ کرر پکارا پھر بھی نہ بولا تب آپ اُٹھکر دیکھا کہ وہ سو رہا ہے پھر آپ اُس سے پوچھا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی اُس نے جواب دیا سنی تھی دریافت کیا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا کہنے لگا کہ آپ کی عقوبت سے بے خوف تھا اس لئے کاہلی کی آپنے فرمایا جا میں نے تجھ آزاد کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)

حکیم سنائی لکھتے ہیں ؎

نائب کردگار حیدر بود — صاحب ذوالفقار حیدر بود
مہر و کینش دلیل منبر و دار — حلم و خشمش قسیم جنت و نار

صبر

حضرت علیؑ تنگی معاش پر بہت بڑے صابر تھے۔ خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بدر کے

مال غنیمت میں سے ایک اونٹ عطا فرمایا تھا وہ ایک انصاری کے یہاں رہتا تھا میں اوس پر اذخر (گھانس) لاد کر فروخت کرتا ایک مرتبہ حضرت حمزہ نے اُس کو ذبح کر کے کباب نوش فرمائے میں نے سبب کیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

ایک روز آپ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا رسول اللہ کے پاس لونڈی غلام آتے رہتے ہیں تم جاؤ رسول اللہ سے ایک خادم طلب کرو حضرت فاطمہ فرمانے لگیں کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی آبلے پڑ گئے ہیں چنانچہ وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں فرمایا کیسے آئیں بولیں سلام کرنے مگر سوال کرتے شرم آئی بغیر سوال کئے واپس گئیں حضرت علی نے پوچھا تم نے کیا کیا کہنے لگیں مجھکو آنحضرتؐ سے سوال کرتے شرم معلوم ہوئی پھر دونوں ایک ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا حضرت فاطمہ نے عرض کیا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس لونڈی غلام اور مال بھیجا ہے ایک خادم ہم کو بھی عطا فرمائیے آنحضرتؐ نے فرمایا یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ میں تم کو تو دوں اور اہل صفہ کو فاقہ میں چھوڑ دوں میں ان لونڈی غلاموں کو فروخت کر کے اصحاب صفہ پر ان کی قیمت کو صرف کر دوں گا یہ سُنکر دونوں واپس آئے۔ پھر خود آنحضرتؐ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ چادر اوڑھکر سو چکے تھے چادر اس حیثیت کی تھی کہ اگر سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھلجاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرتؐ کے تشریف لانے سے دفعۃً دونوں اُٹھنے لگے آنحضرتؐ نے روک دیا اور فرمایا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو اس چیز سے بہتر ہے جس کو تم مجھ سے مانگتے ہو دونوں نے کہا ہاں پھر فرمایا مجھکو حضرت جبرئیل نے چند کلمہ سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح۔ دس بار تحمید۔ دس بار تکبیر کہہ لیا کرو اور سوتے وقت تسبیح ۳۳ بار تحمید ۳۳ بار تکبیر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ جب سے آنحضرتؐ نے مجھکو یہ کلمات سکھائے اُس وقت سے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ شب صفین میں بھی کیا آپ نے

نہیں ترک کیا آپ نے کہا نہیں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ بروایت امام احمد)

یہ حدیث تسبیح مختلف طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ قریب قریب تمام محدثین نے اس کو روایت کیا سب سے اول و مشہور روایت امام بخاری کی ہے جو اپنی صحیح میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ کو خادمہ کے لئے آنحضرتؐ کے پاس بھیجا تھا آنحضرتؐ تشریف فرما نہ تھے وہ حضرت عائشہ سے ملکر واپس آئیں جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی تشریف آوری بیان کی پھر آپ حضرت فاطمہ کے یہاں تشریف لائے اور آپ نے تسبیح تعلیم فرمائی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ بروایت بخاری)

ابو بشر دولابی صاحب الکنی بروایت حضرت ام سلمہؓ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے آکر گھر کے کام کاج کی شکایت کی کہ میرے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں مجھے ایک خادمہ دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رزق تمہارے مقسوم میں ہے وہ پہنچا رہیگا میں تم کو تسبیح تعلیم کرتا ہوں اس کا درد رکھو خادم سے یہ زیادہ بہتر ہے۔

دولابی بروایت اسماء بنت عمیس لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ میرے دونوں بیٹے حسن و حسین کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ وہ دونوں بھوکے تھے حضرت علی کہنے لگے کہ میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں یہاں تمہارے پاس رہیں گے تو روئیں گے ان کے بہلانے کے لئے تمہارے پاس کچھ موجود بھی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان کو ایک یہودی کے یہاں لے گئے ہیں۔ آنحضرتؐ یہ سن کر خود وہیں تشریف لے گئے دیکھا کہ دونوں صاحبزادے کھیل رہے ہیں اور سامنے کھجور کی گٹھلیاں رکھی ہیں آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ قبل اس کے کہ دھوپ تیز ہو ان کو گھر واپس لے چلو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میری یہاں کچھ کھانے کو نہیں اگر آپ توقف فرمائیں تو میں گھر کے لئے تھوڑی سی کھجوریں جمع کر لوں آنحضرتؐ بیٹھ گئے حضرت علی نے اوس یہودی کا حوض بھرنا شروع کیا فی ڈول ایک کھجور ملی۔ جب تھوڑی سی کھجوریں جمع ہو گئیں تو حضرت علی نے اُن کو اپنے تہ بند کے کونے میں باندھ لیا

پھر آنحضرتؐ نے ایک صاحبزادے کو اپنی گود میں لیا اور دوسرے کو حضرت علی نے اور مکان واپس تشریف لائے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ بروایت دولابی در ذریت طاہرہ و صفحہ ۲۳۳ وارجح المطالب صفحہ ۱۴۸)

تحمل

مصائب پر صبر اور تکالیف کا تحمل جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ نے کیا دوسرا کوئی شخص نہیں کر سکتا واقعات زندگی اس کے شاہد عادل ہیں۔ خود آپ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ جب ہمارے گھر آئیں تو ہمارے بچھانے کیلئے صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی ضمرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے گھر کا کام کاج اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے متعلق کیا تھا اور بیرونی انتظامات حضرت علی سے متعلق فرمائے تھے شدت تکلیف و محنت و مشقت میں خادم کی درخواست پر بارگاہ نبوت سے تحمل کی جو تعلیم فرمائی گئی اُن کا بجز آپ حضرات کے اور کون متحمل ہو سکتا تھا۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں ؎

علی آمد ولیّ ہر مومن — اقتدا کن چو مومنان بولی
سرور انبیا چنیں فرمود — کہ علی از من است و من زعلی

عدل

حضرت علی مرتضیٰ کے عدل کی یہ کیفیت تھی کہ مال سب کو مساوی تقسیم فرماتے آنحضرتؐ کا ارشاد آپ کے حق میں ہے واقسمھا بالسویۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵) سب سے زیادہ برابر کی تقسیم کرنے والے تفصیل کتب احادیث و مناقب میں موجود ہیں ملاحظہ ہو مطالب السئول صفحہ ۱۱۵)

امام شعبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی آپ اُس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور خود فرش کے کنارہ پر بیٹھ گئے فرمایا کہ اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں بھی اُس کے برابر کھڑا ہوتا یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے یہودی نے اس سے انکار کیا۔ قاضی شریح نے گواہ طلب کئے آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور قنبر کو پیش کیا مگر قاضی شریح نے نہ مانا اور دلیل طلب کی حضرت علی نے فرمایا کوئی دلیل نہیں قاضی شریح

نے یہودی کے موافق فیصلہ کر دیا حضرت علی ساکت ہو گئے یہودی زرہ لیکر کچھ دور گیا تھا کہ پھر واپس آیا اور کہنے لگا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ انبیا کے احکام ہیں کہ امیر المومنین ایسا شخص مجھکو قاضی کے سامنے لائے اور قاضی اُس پر قضا کا حکم جاری کرے میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ زرہ جنگ صفین میں حضرت علی سے گر پڑی تھی حضرت علی اُس یہودی کے مسلمان ہو جانے سے بہت خوش ہوئے وہ زرہ اُس کو بخشدی اور ایک گھوڑا اور عنایت کیا وہ یہودی حضرت علی کے ساتھ رہ کر جنگ نہروان میں شہید ہوا (مطالب السئول صفحہ ۷۲ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۹ ان دونوں روایتوں میں قلیل اختلاف ہے مطالب السئول میں شعبی کا نام نہیں) وینابیع المودۃ صفحہ ۲۹ منقول از صواعق محرقہ)

حیا و شرم

حضرت علی مرتضیٰ میں حیا و شرم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہانتک کہ خود آنحضرتؐ سے ضروری مسائل دریافت کرنے میں بھی حیا دامنگیر ہوتی تھی۔

صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ یہ دریافت کرنا تھا کہ خروج مذی سے غسل لازم آتا ہے یا نہیں آپ بوجہ قرابت و شرم و حیا بفطری خود بالمشافہ نہ دریافت فرما سکے بذریعہ حضرت مقداد (ابن الاسود دریافت فرمایا آنحضرتؐ نے وضو کا حکم دیا (ریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۹)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ غزوۂ احد میں ابو سعد کافر سے مقابلہ ہوا ایک ہی حملہ میں وہ ایسا گرا کہ برہنہ ہو گیا حضرت علی شرم سے الگ کھڑے ہو گئے (خلفائے راشدین صفحہ ۲۱۳)

غیرت

حضرت علی کی غیرت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ کیا شدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا محنت و مزدوری کی کسی کے یہاں کھانے کے روادار نہ ہوئے احباب میں اکثر حضرات مالدار بھی تھے یہی حالت زمانۂ خلافت میں بھی رہی۔ خانگی حالات سے یہ امور بخیر و خوبی واضح ہوں گے۔

قناعت

قناعت کی یہ کیفیت تھی کہ ہارون ابن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی سے قصر خورنق میں ملنے گیا جاڑوں کا زمانہ تھا حضرت علی ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے سردی کا کچھ اثر آپ کو محسوس ہو رہا تھا میں نے آپ سے عرض کیا اے امیرالمومنین اللہ تعالےٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کے لئے بیت المال میں حق مقرر کر دیا ہے آپ اپنے نفس پر اسقدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ وہ سب میں تم لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہوں میں خود اس میں سے کچھ نہیں لیتا یہ وہی چادر ہے جس کو میں مدینہ سے اوڑھکر آیا تھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۱۹ و مطالب السئول صفحہ ۱۱۲)

خلوص

خلوص سے مراد عبودیت ہے حضرت علی مرتضیٰ کا ہر فعل خالصاً لوجہ اللہ ہوتا تھا۔ عبادات میں خلوص اور اُس کے واقعات فضائل کتبی میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

حضرت علی کے اخلاص کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرتؐ لوگوں کو اس کی ہدایت فرماتے تھے کہ علی سے اخلاص سیکھو۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی مثنوی شریف میں لکھتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل	شیر حق را دان منزہ از دغل
گفت پیغمبر علی را کائے علی	شیر حقی پہلوانے پر دلی
لیکہ بر شیری مکن ہم اعتمید	اندر آ در سایۂ نخل امید
تو تقرب جو بعقل و سر خویش	نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش
یا علی از جملۂ طاعات راہ	برگزیں تو سایۂ خاص الہ
تو برو از سایۂ عاقل گریز	تا رہی زاں دشمن پنہاں تیز
از ہمہ طاعات اینک لائق است	سبق یابی بر ہر آنکو سابق است

توکل

امام احمد و ابونعیم و دورقی و ضیاء مقدسی لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھ پر ایسا گذرا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹) عمش کا قول ہے کہ حضرت علی صبح و شام یونہی گذار دیتے مدینہ شریف سے اُن کے پاس جو چیز آتی وہ نوش فرماتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

صداقت

ابن ابی شیبہ و ابن ابی عاصم و عقیلی و نسائی و حاکم و ابونعیم بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی فرمایا کرتے کہ میں اللہ کا بندہ اور آنحضرتؐ کا بھائی اور صدیق[1] اکبر ہوں اس امر کو میرے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا میں نے سب لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴)

سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم صدیق اکبر ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۲ بروایت طبرانی و دیلمی)

صدق کے متعلق تفصیلی بیان اوپر لکھا جا چکا ملاحظہ ہو "حضرت علی کا جامع مدارج فضل ہونا"

عصمت

امام احمد ابن حنبل مناقب میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی تم کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئیں جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں (۱) تم خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہو گے جبتک کہ حساب سے فارغ نہ ہو (۲) دوسرے لواء الحمد جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی۔ تمہارے ہاتھ میں ہوگا

---

[1] احسن الانتخاب صفحہ ۲ سطر ۲ میں بسلسلہ القاب صدیق اکبر کا لفظ لکھنے پر جو لوگ معترض ہیں وہ یہ حدیث مطالعہ فرمائیں واضح رہے کہ معاذ اللہ منہا اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی صدیقیت کبریٰ پر کوئی حملہ نہیں مقصود ہے بلکہ وہ اپنی جگہ پر ہے اور یہ اپنی جگہ پر۔ ۱۲ منہ

(۳) حوض کوثر پر کھڑے ہوگے جس کو میری امت سے پہچانو گے اُس کو پلاؤ گے (۴) میرا ستر ڈھانپو گے اور مجھ کو خدا کے سپرد کروگے (۵) تمہارے متعلق مجھکو اس بات کا مطلق خوف نہیں کہ پارسا ہونے کے بعد امر حرام کی طرف رجوع کروگے یا ایمان کے بعد کفر کی طرف رجوع کروگے

(ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ و ینابیع المودۃ صفحہ ۳۱۵ منقول از صواعق محرقہ)

آنحضرتؐ کے اس ارشاد سے حضرت علی کا محفوظ و معصوم عن الخطا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں ؎

آں امام مبیں ولی خدا — آفتاب وجود اہل صفا
آں امامے کہ قائمست بہ حق — در زمین و زماں و ارض و سما
ذات او ہست واجب العصمت — او منزہ ز شرک و کفر و ریا
عالم وحدتست مسکن او — او بروں از صفات مافیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی شوند او برجا
جنبش او بود زحی قدیم — گردش او بود بملک بقا
ذات سبحان است باقی و بیچوں — وان صفاتش علی عالی را
نیست خالی صفات او از ذات — ہست محسوس او بذات خدا
او است آں گنج مخفی لاہوت — کہ حق او بحق شدہ پیدا
نقد آں گنج علم بے پایاں — نیست دیگر بجز علی اعلا
حکمت او جزا و ند اند کس — کو حکیم است و عالم اشیا
اول حق بود بلا اول — آخر حق بود بلا آخرلے
ناصر انبیا است او الحق — اولیا راست دیدۂ بینا
او بحق حاضر است در کونین — بیقیں داں کہ او ست بدرجی
او بحق است و حق از و ظاہر — او بحق است و جاوداں بہ بقا

لمعهٔ نور روئے او کردہ — آفتاب از ضیائے خود شیدا
بود از نور او دل آدم — کہ شدہ تاج مظہر اسما
بے ولائے علی بحق خدا — نہ نہد در بہشت آدم پا
مطلع گشتہ است بر ہر شی — آدم از علم آں امام بقا
سجدہ کردند مرد را ملکوت — زانکہ بد نور خالق یکتا
درہ قدس عالم جبروت — انبیارا دلیل وراہ نما
شیث در رحم دید نور علی — گشت ازاں نور را علم واعلیٰ
نوح از و یافت انچہ می طلبید — تا رسید او بمنزل علیا
کرد ذکرش خلیل در ریلہ — شد براو نار لالہ حمرا
جملہ نسرین وسنبل وگل شد — نار نمرود بر خلیل خدا
روباد کرد پیشک اسمٰعیل — گشت قربان کیش خود بہ صفا
بسکہ نالید پیش او یعقوب — بوئے یوسف شنید و شد بینا
نور او دید موسی عمران — گشت والہ در آں شب یلدا
از یعنی فتادہ بد بے خود — گشت مستغرق وصال بقا
گفت یارب مرا نشانے دہ — گفت دادم ترا ید بیضا
لطف او بود ہمدم مریم — گشت عیسیٰ ازاں سبب پیدا
بود با جملہ انبیا در سر — گشت با ذات مصطفیٰ پیدا
سر او دید سرور کونین — در شب قرب در مقام دنی
از علی می شنید نطق علی — نعلی جز علی نبود آنجا
اول و آخر او بود در دیں — ظاہر و باطن او بود بخدا
تا ندانی تو سر ایں معنی — نہ رسی در ولایت و الا

او علی است و ابن عم رسول — او است والی و شوهر زهرا
رهروان طالبند او مطلوب — عارفان صامت اند او گویا
خلق جهال او بود عالم — غیر نادان و او بود دانا
علم جاوید شد بر و روشن — کرد تحقیق رمز ما اوحی
او ست مقصود کل موجودات — او ست واقف ز گنجهای خدا
ذرهٔ نیست بے مشیت او — از ثری تا به فوق تحت سرا
خاصهٔ علم واحدیت او است — کرده او قصر دین و شرع بنا
گر تو لاکنی بجید رکن — تا برندت بجنت المأوی
روح اعظم بگرد مرقد او — دایما در طواف و ذکر و دعا
گفت احمد خود از سر تحقیق — بوتراب است شاه هر دو سرا
گر شود دوشنت که والی اوست — با من اے خواجه کم کنی غوغا
مومنان جمله رو به او دارند — که امیر است و هادی و والا
ما همه ذره ایم او خورشید — ما همه قطره ایم او دریا
ما همه مرده ایم او زنده — ما همه پستی ایم او اعلی
ما همه غافلیم و او آگاه — ما همه فانی ایم او به بقا
شمس دین چونکه صادقی در عشق — جان فدا کن برائے مولانا
تا شود جانت واصل جاناں — تا رسد قطرهٔ سوے دریا
بندهٔ خاندان یکان می باش — گر نخواهی رسی به تخت ولا

فضائل جسمی مشتمل بر دو (۲) قسم ظاہری و باطنی

۱ــــ ظاہری

حُسن صورت

علامہ محب طبری ریاض النضرت میں حضرت علی کے متعلق لکھتے ہیں :۔

وکان رضی اللہ عنہ حسن الوجہ کانہ قمر لیلۃ البدر (جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت مثل چودھویں رات کے چاند کے تھے۔

ارجح المطالب صفحہ ۲۲۴ میں ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حُسن صورت میں حضرت علی تمام عرب میں مشہور تھے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں بروایت ابی الحجاج لکھتے ہیں :۔

رایت علیا یخطب وکان من احسن الناس وجہا

میں نے حضرت علی کو خطبہ پڑھتے دیکھا۔ آپ سب لوگوں میں بہت زیادہ خوبصورت تھے۔

اہل عرب حضرت علیؓ کو دیکھکر کہتے لا الہ الا اللہ ما اشرف ھذا الفتی لا الہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتی۔ لا الہ الا اللہ ما اشجع ھذا الفتی (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد چہارم)

حلیہ مبارک جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں گذر چکا۔

وجاہت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کو مرتبہ وجاہت حاصل تھا۔ یہ مرتبہ اس قدر عالی ہے کہ کلام اللہ میں انبیاء علیہم السلام میں سے صرف دو شخصوں کے حق میں وارد ہوا۔ اولاً حضرت موسیٰ کے لئے ارشاد ہوا کہ

وکان عند اللہ وجیھا — موسیٰ خدا کے نزدیک باآبرو تھے

دوسرے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ارشاد ہے کہ

وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین — باآبرو دنیا و آخرت میں مقربین سے ہیں

اس مرتبہ کے متعلق شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ ایسا عالی مرتبہ ہے کہ علماء شیعہ و اہلسنت دونوں اس سے غافل ہیں (روض الازہر صفحہ ۳۸۲)

شرافت نسب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہی شرافت نسبی حاصل تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی۔ آنحضرتؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تھے اور حضرت علی کے والد ماجد ابوطالب (عبد مناف) تھے اور یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ حضرت علی بجہت طرفین ہاشمی اس وجہ سے تھے کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم تھیں اور والد ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔

بنی ہاشم کا فضل و شرف احادیث سے ثابت ہے۔ سب سے زیادہ شرف یہ ہے کہ بوجہ اُن کی عزت و حرمت کے اُن کے لئے صدقات و زکوٰۃ کا مال حرام کیا گیا اور یہ تخصیص اُن کے موالی اور غلام کے ساتھ بھی کی گئی۔

بنی ہاشم کے چند فضائل

عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسمٰعیل واصطفیٰ من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا واصطفیٰ من قریش بنوھاشم اخرجہ المسلم والترمذی وقال ھٰذا حدیث صحیح

(ینابیع المودۃ صفحہ ۱۲ شرح الروی صفحہ ۱)

واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور اولاد بنی کنانہ میں قریش کو اور اولاد قریش میں بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ اس حدیث کی تخریج امام مسلم اور ترمذی نے کی۔ ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دیگر محدثین وغیرہ نے بھی اس حدیث کو اپنے مسانید و سنن وغیرہ میں لکھا ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم ار رجلا افضل من محمد ولم ار ابن اب افضل من بنی ھاشم اخرجہ احمد فی المناقب والمخلص الذھبی والمحاملی وغیرھم (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶ وارجح المطالب صفحہ ۲۲۹ و شرع الروی صفحہ ۱۱)

نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے انھوں نے کہا میں نے مشرق اور مغرب کی زمین کو چھان مارا مگر میں نے تم سے افضل کسی کو نہیں پایا اور نہ بنی ہاشم کی اولاد سے افضل کسی کی اولاد پائی۔ اس حدیث کی تخریج احمد نے مناقب میں اور مخلص ذہبی اور محاملی وغیرہ نے کی۔

بنی ہاشم کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر بنی ھاشم والذی بعثنی بالحق نبیا لو اخذت بحلقۃ الجنۃ ما بدأت الا بکم (شرع الروی صفحہ ۱۱ وارجح المطالب صفحہ ۲۲۹ بروایت احمد ذہبی محاملی)

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم قسم اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ اگر میں جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑوں گا تو میں تمہارے سوا اور کسی سے ابتدا کروں گا

بنی ہاشم کی عیادت کا مسلمانوں پر فرض ہونا

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب للزبیر ما علمت ان عیادۃ بنی ھاشم فریضۃ و زیارتھم نافلۃ اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ (ارجح المطالب صفحہ ۲۲۹)

زید ابن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت زبیر سے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اور زیارت نفل ہے ابن السمان نے کتاب الموافقۃ میں اس کی تخریج کی۔

بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق و کفر ہونا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغض بنی ھاشم کفر و فی روایۃ بغض بنی ھاشم نفاق (شرع الروی صفحہ ۱۱) عن طلحۃ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ھاشم نفاق اخرجہ ابو بکر بن یوسف (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی ہاشم سے بغض کفر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے۔ طلحہ ابن مصرف سے مروی ہے کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے۔ ابوبکر ابن یوسف نے اس کی تخریج کی۔

فضائل بنی عبد المطلب

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نحن بنى عبد المطلب سادة اهل الجنة انا وحمزة وجعفر وعلى والحسن والحسين والمهدى اخرجه ابن ماجة والديلمى

انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ بنی عبد المطلب سرداران اہل جنت سے ہیں اور حمزہ اور جعفر اور علی اور حسن اور حسین اور مہدی اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ اور دیلمی نے کی

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنى عبد المطلب انى سالت لكم ثلثا ان يجعلكم جواد ابخباء رحماء۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد المطلب میں نے تمہارے لئے خدا سے تین باتیں مانگی ہیں کہ تم کو سخی اور دلیر اور رحم دل بنادے۔

وعنه قال قال رسول الله انى سالت الله ان يثبت قائمكم وان يهدى ضالكم وان يعلم جاهلكم (شرح الرؤیہ صفحہ ۱۱ و ارجح المطالب صفحہ ۲۳۱)

اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تم کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت کرے اور تم میں جو جاہل ہوں انکو عالم کردے

شرف قرابت نبوی وفضائل بنی ہاشم میں اگرچہ حضرت عباس ابن عبد المطلب اور دیگر بنی ہاشم وبنی عبد المطلب بھی شریک ہیں لیکن حضرت علی کو جو قربت نسبی حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ شرف قرابت ونسب حضرت علی کا خاص طرۂ امتیاز تھا جس کے قائل حضرت ابوبکر صدیق تھے اور دیگر صحابہ بھی معترف تھے۔ خود حضرت علی نے بھی اکثر مواقع پر اس کا اظہار فرمایا تھا۔ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیۂ کریمہ

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله من المومنين والمهاجرين۔

قرابت دار بعض سے بعض بہترین کتاب اللہ میں مومنین اور مہاجرین سے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ وہ مومن مہاجر اور صاحب قرابت تھے

عن ابن عباس قال ذلك على لانه كان مؤمنا مهاجرا ذا رحم اخرجه ابن مردويه

ابن مردویہ نے اس کی تخریج کی (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۵)

فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کی جدۂ محترمہ فاطمہ بنت عمر ابن عائذ مخزومیہ تھیں ابن سعد نے طبقات میں رسول اللہؐ کے حال میں ایک خاص فصل اس طرح مقرر کی ہے کہ

ذکر الفواطم والعواتك الذی ولدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	ذکر اُن فاطمہ وعاتکہ نامی بیبیوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدات میں گذریں۔

اس سلسلۂ فواطم میں خاندان اہلبیت میں برابر تسلسل رہا۔ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہوئیں اور حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد اور ابوطالب کی والدہ فاطمہ بنت عمر ہوئیں یہ سلسلہ بعد میں بھی بیشتر جاری رہا ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب است ایں خانہ تمام آفتاب است

قرابت وعترت وذریت واہلبیت کی مفصل تحقیق ومناقب وغیرہ حصۂ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تُراب میں بہ تحت بیان مباہلہ ہو چکی

شرف مصاہرت نبوی

اس شرف میں بھی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ افضل ہیں اس لئے کہ آل اطہار کا ظہور آپ ہی سے ہوا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مناقب والقاب احادیث میں بکثرت آئے جو مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان ہوں گے۔ یہاں مقصود صرف حضرت علی کا شرف مصاہرت ہے۔ اس شرف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ارشاد بھی فرمایا ہے ؎

مہتر انبیاءؑ و بہتر خلق	گفت در شان شاہ دیں پرور
کہ علیؑ گر نبی شدے مخلوق	خود نبی داشت فاطمہؑ ہمسر

(رشائع مرتضوی ص۱۱۱)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد قد بلغت ھذا اخی وابن عمی وصھری فی ابو ولدی اللھم کب من عاداہ فی النار اخرجہ ابن النجار الشیرازی	حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوندا گواہ رہنا میں نے لوگوں کو اس امر سے مطلع کر دیا ہے کہ یہ (علی) میرا بھائی میرے چچا کا بیٹا میرا داماد میرے بچوں کا باپ ہے۔ خداوندا جو اس سے دشمنی رکھے اُسے

فی الالقاب عن ابی عمر۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲
وارجح المطالب صفحہ ۲۳۹)

عن ابی لحمراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی اوتیت ثلثا لم یؤتی احد ولا انا اوتیت صہرا مثلی ولم اوت انا مثلی و اوتیت صدیقۃ مثل ابنتی ولم اوت مثلہا واوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم اوت من صلبی مثلہما ولکنکم منی وانا منکما اخرجہ الدیلمی وابو سعد فی شرف النبوۃ و الامام علی ابن موسیٰ الرضا فی مسندہ (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۸ و ریاض النضرہ صفحہ ۱۸۲)

عن عمر بن الخطاب قد ذکر عندہ علی قال ذلک صہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل جبرئیل فقال ان اللہ یامرک ان تزوج ابنتک من علی۔ اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ واخرجہ الملا فی سیرتہ بروایۃ انس ابن مالک (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۲)

عن محمد بن سیرین فی قولہ تعالیٰ وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصہرا قال انہا نزلت فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابن ابی طالب ھو ابن عم النبی و زوج فاطمۃ فکان نسبا وصہرا (کفایۃ الطالب وارجح المطالب صفحہ ۲۳۶)

اور دھواں آگ بن گرا۔ ابن النجار نے اس کی تخریج کی اور شیرازی نے القاب میں ابن عمر سے روایت کی

ابی الحمراء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں ایسا کہ مجھے نہیں حاصل ہوئی تھیں تم کو میرا ایسا خسر ملا مجھ کو نہیں ملا تم کو صدیقہ میری ایسی بیٹی ملی مجھے ویسی نہیں ملی تم کو تمہارے صلب سے حسن وحسین ملے اور مجھ کو میرے صلب سے ایسے نہیں ملے۔ درحقیقت تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی اور امام سعد نے شرف النبوۃ میں اور امام علی رضا نے اپنے مسند میں کی۔

مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس حضرت علی تشریف فرما تھے حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ یہ رسول اللہ کے داماد ہیں۔ حضرت جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی لڑکی کی شادی علی سے کر دیں۔ ابن السمان نے کتاب الموافقت میں اس کی تخریج کی اور ملا نے سیرت میں بروایت حضرت انس ابن مالک اس کو لکھا۔

محمد ابن سیرین نے اس آیت کے شان نزول میں جس کا ترجمہ یہ ہے (وہ ذات جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا۔ پھر نسب اور سسرال اس کے لئے بنائے) بیان کرتے ہیں کہ یہ آنحضرت اور حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی جو رسول اللہ کے ابن عم اور حضرت فاطمہ کے شوہر ہیں۔ حضرت علی کے دو رشتے

تو آنحضرتؐ خود ابتداء کلام فرماتے۔ طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر احادیث آپ سے روایت ہوئیں اوتنی کسی اور سے روایت نہیں ہوئیں۔ آپ نے علاوہ آنحضرتؐ سے براہ راست حدیثوں کے نقل فرمانے کے اپنے رفقا و ہمعصروں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ اپنی اہلیہ مقدسہ جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ و حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ و حضرت مقدادؓ ابن الاسود سے بھی احادیث روایت فرمائی ہیں

آپ سے جن لوگوں نے احادیث روایت کئے اُن میں آپ کی عترت مطہرہ و اولاد امجاد سے حسب ذیل حضرات ہیں۔

حضرت امام حسنؑ۔ حضرت امام حسینؑ۔ حضرت محمد بن الحنفیہ۔ حضرت عمر بن علی۔ حضرت فاطمہ بنت علی۔ محمد بن عمر بن علی۔ علی ابن حسین ابن علی۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ جدہ ابن ہبیرہ مخزومی پسر ام ہانی بنت ابی طالب۔

عام اصحاب میں سے جن حضرات نے آپ سے روایت کی اُن کے اور تابعین کے اسماء تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۲ و نزل الابرار وغیرہ سے حسب ذیل ماخوذ ہیں۔

اسمائے صحابۂ کرام

عبداللہ ابن مسعود۔ براء بن عازب۔ ابوہریرہ۔ ابوسعید خدری۔ بشر ابن سحیم غفاری۔ زید ابن ارقم سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صہیب رومی۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ جابر ابن عبداللہ۔ جابر بن سمرہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی۔ عمر بن حریث۔ نزال بن سبرہ۔ ہلال۔ ابوجحیفہ۔ ابوامامہ باہلی۔ ابولیلیٰ انصاری۔ ابوموسیٰ اشعری۔ مسعود ابن حکم۔ ابوالطفیل عامر ابن واثلہ۔ حذیفہ بن اُسید۔ طارق ابن اشیم۔ عبدالرحمٰن ابن اشیم۔ عمارہ ابن رویبہ۔ طارق ابن شہاب۔ عبدالرحمٰن بن ابزی۔ زبیر ابن ارقم۔ عبداللہ ابن ثعلبہ۔ ابورافع۔ ابوسریحہ۔ عبیداللہ بن ابی رافع۔ ام موسیٰ وغیرہ۔

اسامی تابعین عظام

زر بن حبیش۔ زید بن وہب۔ ابوالاسود ظالم بن عمرو دُئلی۔ حارث بن سوید تیمی۔ حارث بن عبداللہ

سمعوا من السماء یوم احد لا سیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علی۔

ہے کہ لوگوں نے یوم احد آسمان (فرشتہ) سے سُنا تھا کہ ذوالفقار کی مثل تلوار نہیں اور نہ علی کا ایسا بہادر

عبداللہ ابن شریک عامری اپنے والد سے ناقل ہیں کہ حضرت علی سے لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں مسجد کے دروازہ پر ایک گروہ ہے جو آپ کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ آپ اُن کے خدا ہیں آپنے اُن کو بُلوا کر تنبیہ فرمائی اور کہا تم یہ کیا کہہ رہے ہو ہلاک ہو جاؤ گے تمہارا ایسا میں بھی ایک بندہ ہوں جس طرح تم کھاتے پیتے ہو میں بھی کھاتا پیتا ہوں اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا تو اُس کے عوض میں وہ مجھ کو ثواب عطا فرمائیگا اور اگر گناہ کرونگا تو ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو عذاب دیگا تم اللہ سے ڈرو اور اس سے باز آؤ۔ اُن لوگوں نے انکار کیا۔ آپ نے اُن کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ دوسرے روز وہ لوگ پھر آئے قنبر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج پھر وہ لوگ آئے ہیں اور وہی باتیں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اُن کو پھر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے آکر پھر وہی گفتگو کی۔ حضرت علی نے پھر اُن سے وہی فرمایا جو پہلے فرما چکے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تم گمراہ اور فتنہ انگیز ہو۔ تیسرے روز پھر وہ لوگ آپ کے حضور میں لائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پھر وہی بات کہی تو میں تم کو نہایت بُری طرح سے قتل کرونگا اُنھوں نے پھر انکار کیا اور اپنی بات پر ثابت قدم رہے۔ آپ نے اُن کے لئے مسجد اور قصر کے درمیان گڈھا کھدوا کر آگ جلوائی اور فرمایا کہ تم اب بھی باز آجاؤ ورنہ میں تم کو اس گڈھے میں ڈلوا دوں گا۔ وہ لوگ اُسی ہٹ پر رہے۔ آپنے اُن کو اُسی گڈھے میں ڈلوا دیا۔ مخلص ذہبی بعد اس واقعہ کے لکھتے ہیں کہ وہ لوگ اس ارتداد کی وجہ سے خاص ایسی سزا پانے کے لئے اور طرح کے مجرموں میں سے مستثنیٰ سمجھے گئے تھے۔ اُن کا آگ میں ڈلوانا باوجودیکہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت مروی ہے اس امر پر محمول تھا کہ شاید وہ اپنے ارتداد سے باز آجائیں یا اُن میں سے بعض اشخاص اپنے قول سے توبہ کرلیں۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

مُلّا علی قاری شرح شفا قاضی عیاض میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی کے غلام نصیر نے آپ سے کہا کہ آپ خدا ہیں آپ نے اُس کو آگ میں ڈلوا دیا وہ جلنے کی حالت میں کہنے لگا کہ اگر یہ خدا نہ ہوتے تو آگ کا عذاب مجھ پر وارد نہ کرتے (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۲)

یہ سب امور اس بنا پر ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی یہ فرمادیا تھا کہ ایک قوم اے علی تمہارے ساتھ فرط محبت میں تباہ و برباد ہوگی اور دوسری قوم تفریط میں۔ آپکی تعزیری سزائیں نیز عبداللہ ابن سبا اور اُس کے متبعین کو جلاوطن کردینا اور دیگر حالات حصۂ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بالتفصیل لکھے جاچکے ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں ؎

اے زازل بحر بزرگی گہر — کز تو ابد را علم کبریا
گرد و جہاں خاک شود بر درت — نیست عجب مرد خرد مند را
زانکہ خداوند جہاں آنچناں — داد ترا عزت بے منتہا
عزت ذات تو اگر کلک فکر — نقش نگارد مثلاً بر سما
مہر شود آں نقش بانوار مہر — کائنہ گردد بجہان از ضیا
چرخ چو پیش نظرت آورد — زیں ہمہ تمکیں کہ بود مرترا

آداب الحرب

جتنے مشاہد (بدر۔ احد۔ احزاب وغیرہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات میں پیش آئے اُن میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت ذاتی اور فن پہلوانی کا اس طریقہ پر ظہور ہوا کہ جس کے سامنے سام و نریمان کی سلحشوری بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد خود حضرت علی کو تین واقعے پیش آئے۔ جمل۔ صفین۔ نہروان۔ ان تینوں میں آپ کے ذاتی جوہر جلادت (بہادری) کے ساتھ آپ کا فن سپہ سالاری اور آداب الحرب اور قواعد فوج کشی پورے طور پر ظاہر ہوئے جن سے علیٰ وجہ الکمال یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو پسپا کردیتے تھے۔ چنانچہ واقعۂ جمل کے متعلق علامہ یوسف گنجی شافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ۔

ذکر نقلۃ الاخبار واصحاب التواریخ ان عدۃ — ناقلان اخبار وصاحبان تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ اصحاب جمل

من قتل من اصحاب الجمل ستة عشر الفاً وسبعمائة وقتل من اصحاب علی ثلاثة وتسعون رجلاً وکان جملتهم ثلاثین الفاً فالقتل علی اکثر من نصفهم وان عدة من قتل من اصحاب علی الف رجل

تیس ہزار تھے جن میں سے سولہ ہزار سات سو نے قتل ہوئے اُن کے مقتولین کی تعداد نصف سے زیادہ تھی اور حضرت علی کی طرف بیس ہزار تھے۔ جس میں سے صرف ایک ہزار قتل ہوئے

اور حرب صفین کے متعلق علامۂ موصوف لکھتے ہیں کہ

قال ابن خیثمة وفی اوائل سنة سبع وثلاثین صار معاویة من الشام وکان قد دعی لنفسه وعلی من العراق فالتقیا بصفین علی شاطی الفرات فقتل من اصحاب علی خمسة وعشرون الفاً منهم عمار ابن یاسر وکان عدة عسکره تسعین الفاً وقتل من اصحاب معاویة خمسة واربعون الفاً وکان عدتهم مأته وعشرین الفاً

ابن خیثمہ کا بیان ہے کہ ۳۷ھ میں معاویہ شام سے چلے وہ اپنے لئے خلافت کے مدعی تھے اور حضرت علی عراق سے روانہ ہوئے۔ فرات کے کنارے پر بمقام صفین دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی کے لشکر میں نوے ہزار آدمی تھے جس میں سے پچیس ہزار شہید ہوئے اُن میں عمار ابن یاسر بھی تھے اور معاویہ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جس میں سے پینتالیس ہزار قتل ہوئے۔

اور جنگ نہروان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

فلم یبق منهم غیر اربعة آلاف فرجعوا الی علی فقال علیه السلام کفوا عنهم حتی یبدؤکم فتنادوا الرواح الی الجنة وحملوا الناس فانفرقت خیل علی علی فرقتین حتی صارت فی وسطهم ثم عطفوا علیهم من المیمنة والمیسرة واستقبلت الرماة وجوههم بالنبل وعطفت علیهم الرجالة بالسیوف والرماح فما کان باسرع من ان قتلوهم وکانوا اربعة آلاف فلم یفلت منهم الا سبعة انفس لا غیر

خارجی سب بچکر ہو کر چار ہزار کی تعداد میں لڑنے آئے۔ حضرت علی نے اپنے لشکر سے فرمایا تم ہٹے رہنا تاوقتیکہ وہ تمہارے سامنے نہ آئیں۔ چنانچہ وہ چلاتے ہوئے کہ راحت و آسائش جنت میں ہے حضرت علی کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔ حضرت علی کے لشکر کی دو صفیں ہو گئیں۔ اس طرح پر کہ تمام خارجی اُن کے بیچ میں آ گئے پھر دونوں صفیں میمنہ اور میسرہ کی اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ تیر اندازوں نے اُن کے سامنے تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور پیادے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ وہ چاروں ہزار

مارے گئے صرف سات آدمی اُن میں کے بچے

علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ

فما افلت منهم الا تسعة انفس فلم يقتل من اصحاب علی الا سبعة (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۶)

غداریوں میں سے صرف نو آدمی باقی بچے اور حضرت علی کے لشکر میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے

قواعد فوج کشی و فن سپہ سالاری و آداب الحرب اس سے بہتر اور کیا ہو سکتے ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں ؎

امیر لشکر دیں پیشوائے اہل یقیں — کہ ہادی رہ اسلام خواند رہبر او
چو وقت حملہ زند بانگ بر تگاور خویش — قدم بقبلۂ گردوں زند تگاور او
دلاور یکہ چو تیغ دوسر کشد زنیام — شود دو نیم دل خصم در برابر او
بکوہ قاف چو خنجر کشد بروز مصاف — شود شگاف شگاف از نہیب خنجر او
امام صفدر غالب کہ بود دولت دیں — ہمیشہ در کنف رایت مظفر او

قوت بدنی

قوت بدنی آپ کی ضرب المثل تھی۔ جس کی یہ کیفیت تھی کہ آپ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ سانس تک نہ لے سکتا۔ یہانتک کہ باب خیبر آپنے اکھاڑا بہت سے لوگ اُس کے اُلٹنے پلٹنے کے لئے مجتمع ہوئے مگر اُس کو نہ اُلٹا سکے۔ ابو رافع مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جب حضرت علی کو علم دیکر خیبر کی فتح کے لئے روانہ فرمایا تو میں آپ کے ساتھ تھا جب آپ قلعہ کے قریب پہنچے اور مقاتلہ شروع ہوا۔ تو ایک یہودی نے قلعہ سے نکل کر آپ کے ہاتھ پر ایک ضرب دی کہ آپ کے ہاتھ سے سپر گر پڑی۔ آپ نے قلعہ کا دروازہ اُٹھالیا اور سپر کا کام اُس سے لیتے رہے بعد فتح آپ نے اُسے ڈال ڈیا پھر ہم دس آدمیوں نے اُسے اُلٹنا چاہا نہ اُلٹ سکے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ بروایت امام احمد و مطالب السئول صفحہ ۱۳۷ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۰) مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں ؎

کف کافی آں شاہ جوانمرداں یداللہ بود — وگرنہ کے تواند آدمی کندن در خیبر

دیگر

برآشفت ازاں شاہ عالی اثر　　درقلعہ را کند و کرد ش سپر

دیگر

شبی کہ تابد و انگشت در زخیبر کند　　برآمد از پئے اسلام صد ہزار انگشت

ابن ابی شیبہ بروایت جابر بن سمرہؓ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے یوم خیبر دروازہ اُٹھالیا۔ یہانتک کہ مسلمانوں نے اُس پر چڑھ کر قلعہ کو فتح کرلیا۔ پھر چالیس آدمیوں نے اُسے اُٹھانا چاہا مگر نہ اُٹھا سکے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۸ شیخ علی متقیؒ کا قول ہے کہ یہ حسن ہے۔ علامہ محب طبریؒ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ میں اس واقعہ کو حاکمؒ کی کتاب اربعین سے لے کر بروایت جابر ابن عبداللہؓ لکھکر ایک ضعیف روایت یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستر آدمیوں نے دروازہ کے اُٹھانے کوشش کی مگر نہ اُٹھا سکے۔ ارجح المطالب صفحہ ۲۲۶ میں تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے یہ مرقوم ہے کہ حضرت علی نے دروازہ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھالیا تھا۔ یہ روایت اُن روایات کے مقابلہ میں صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم)

صفین جاتے وقت راستہ میں آپ نے ایک بہت بھاری پتھر جس کو کُدال سے متعدد آدمیوں کی متفقہ کوشش بھی جنبش نہ دے سکی تنہا اکھاڑ کر پھینک دیا (ملاحظہ ہو مبادیات صفین حسن الانتخاب)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ باوجودیکہ اکثر صائم الدہر رہتے کھانا بھی پیٹ بھر کر بہت کم میسر آتا اگر کبھی ملتا بھی تو سوکھی روٹی نوش فرماتے اس پر بھی قوت کا یہ حال تھا کہ بقول ابن ابی قتیبہ کوئی پہلوان آپ سے کُشتی میں سر بر نہیں ہوا۔ حضرت علی کی تلوار کی کاٹ کے متعلق صاحب حیوۃ الحیوان درۃ الغواص سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ضرب ایک وار میں پوری کاٹ والی تھی اگر سر پر پڑتی تو کمر تک تسمہ نہ باقی رکھتی اور اگر کندھے پر پڑتی تو دوسرے کندھے تک صاف کر دیتی (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۸) مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں ؎

بہر سو کہ دلدل بر انگیختے　　بسے سر ز فتراکش آویختے

زدے بر سر ہر کہ شمشیر کیں　　دو نیم اُو فتادے بروئے زمیں

ز خون سیہ زور گاران شام　　زمین و زماں ساختے لعل فام

زبان سنانش باہل ستم　　بگفتم پیام اجل دمبدم
بہر سو کہ تیرش نمودے عبور　　چو خوں در رگ خصم کردے خطور

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی قوت مظہر قوت خدا تھی اور موہبت الٰہی اور معجزۂ حضرت رسالت پناہی کی واضح دلیل۔ آپ کا خود ارشاد ہے کہ

ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ لکن　　میں نے دروازۂ قلعہ خیبر قوت جسمانی سے نہیں اکھاڑا بلکہ
بقوۃ روحمانیۃ (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۸)　　قوت رحمانی سے

تعداد مقتولین

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے دست مبارک سے جن لوگوں کو قتل کیا اُس کی صحیح تعداد کا تو خدا کو علم ہے۔ صرف لیلۃ الہریر میں چار سو آدمی آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل کئے۔ اس اعتبار سے تعداد بہت زائد ہوگی۔ اس کی تصریح صحت کے ساتھ کہیں نہیں ملتی۔ صرف خاوند شاہ تاریخ روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے بحالت نزع اپنے صاحبزادوں کو جہاں اور وصیتیں فرمائی تھیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرا دفن کسی کو نہ بتانا اس لئے کہ میں نے دس ہزار بہادران کفار و دلیران اسلام کو جن کا قتل کرنا ضروری تھا اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے اُن کے اعقاب سے مجھ کو اس کا خوف ہے کہ کہیں وہ میرے بعد میری قبر نہ کھود ڈالیں۔ اس کے علاوہ بنی امیہ کو میرے ساتھ بہت زیادہ دشمنی ہے (ارجح المطالب صفحہ ۲۳۳)

کیفیت مقاتلہ اعداء

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے محاسن اخلاق میں سے ایک خُلق دشمنوں کی مدافعت و مبارزت تھا۔ فیض ربانی نے اس خُلق کو حضرت علی کے سوابق اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا یہ آیت ھٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربھم (ان دونوں فریق نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی) اُن کے اور اُن کے رفقا کی شان میں نازل ہوئی

امام بخاری نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصومیت کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کا قول ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل

ہوئی جنھوں نے بدر کے روز باہم مبارزت کی یعنی حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ حضرت عبیدہ ابن الحارث اور شیبہ ابن ربیعہ۔ عتبہ۔ ولید ابن عتبہ (جلد ۳ ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۳۱۳ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰) حضرت علی مرتضیٰ کا اعداء سے مقاتلہ کرنا بیان سابق سے نیز غزوات و محاربات سے احسن الانتخاب میں بخوبی واضح ہو چکا۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں حکیم سنائی کے اشعار حدیقہ سے لے کر لکھتے ہیں صفحہ ۳۴۴

اے سنائی بقوت ایماں — مدح حیدر بگوئے از دل و جان
آں نبی را وصی و ہم داماد — چشم پیغمبر از جمالش شاد
مرتضیٰ را کہ کردہ یزدانش — ہمرہ جان مصطفیٰ جانش
ہر دو یک قبلہ و خرد شاں دو — ہر دو یک روح کالبد شاں دو
دو روندہ چو اختر گردوں — دو برابر چو موسے و ہارون
نائب مصطفیٰ بروز غدیر — کردہ بر شرع مرا و را میر
اے خوارج اگر دریں شک ہست — کفر و دیں نزد تو ز جہل یکے ہست

۲ — باطنی

شجاعت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ واقعات شجاعت اس قدر حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں کہ کسی میں اُس کے انکار کی قدرت نہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب مشاہد میں آپ نے شجاعت کے اعلیٰ جوہر دکھائے اسلام میں سب سے اول غزوۂ بدر پیش آیا اس غزوہ میں حضرت حمزہ اور آپ (حضرت علی) پیش پیش تھے اس جنگ میں آپنے تجربہ کار جنگ آزما بہادروں کے دوش بہ دوش داد شجاعت دی۔ حالانکہ اُسوقت آپ کا عنفوان شباب تھا۔ جنگ جب شروع ہوئی تو آپ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ آپ نے ایک وار میں

اُس کا کام تمام کر دیا۔ غزوۂ احد میں کفار کا علم طلحہ ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے مبارز طلب کیا آپ اُس کے مقابلہ میں آئے اور آتے ہی سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور ہو کر تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔ غزوۂ خندق میں آپ تمام صحابہ سے پیش پیش رہے۔ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبد وُدّ نے جب مبارز طلب کیا تو آپ نے آنحضرت سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت نے آپ کو اپنی تلوار عنایت فرمائی اور سر پر عمامہ باندھا اور دعا فرمائی کہ "خداوندا تو اس مقابلہ میں ان کا مددگار ہو"۔ اس کے بعد باہم تیغ آزمائی شروع ہوئی اور عمرو بن عبد وُدّ تیغ حیدری کا شکار ہوا۔ غزوۂ خیبر بھی آپ کی اظہار شجاعت کا مخصوص میدان ہے اس غزوہ میں آنحضرت نے فرمایا تھا۔ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور اُس کا رسول اُس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر آنحضرت نے حضرت علی کو علم عنایت فرمایا۔ مرحب تلوار ہلاتا اور رجز پڑھتا ہوا جب مقابلہ میں آیا تو آپ بھی رجز خواں ہو کر آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ سر پھٹ گیا۔ غزوات نبوی میں غزوۂ ہوازن بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں تمام قبائل عرب کی متحدہ طاقت مسلمانوں کے خلاف امنڈ آئی تھی لیکن اس غزوہ میں بھی حضرت علی ہر موقع پر ممتاز رہے۔ رسول اللہ نے جن اکابر صحابہ کو علم عنایت فرمائے اُن میں حضرت علی بھی شامل تھے اُس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور کفار نے دفعۃً تیروں کا مینہ برسایا مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے صرف چند ممتاز صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے جن میں ایک حضرت علی بھی تھے۔ عہد نبوت کے بعد خود آپ کے زمانہ میں جو معرکے پیش آئے اُن میں بھی حضرت علی کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حضرت علی خود بھی جنگ صفین میں لڑے تھے حضرت ابن عباس کہنے لگے میں نے اُن کے مثل کسی کو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے نہیں دیکھا میں اُن کو دیکھا کرتا تھا کہ لڑائی میں ننگے سر نکلا کرتے ایک ہاتھ میں عمامہ ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۳)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۳۵ میں لکھتے ہیں ؎

مورخ کہ تاریخ عالم نہاد — ز اخبار صفیں چنیں کرد یاد
کہ چوں کشت نومید جیش عراق — ز ارشاد اصحاب ظلم و شقاق
صباحی کہ خورشید عالی مکاں — برافراخت اعلام نصرت نشاں
علم کرد تیغ ظفر انتقام — بہ رزم سپاہ سیہ روز شام
امیر نجف شاہ ملک عرب — علی قریشی بنام و نسب
بہ بست از نطاق کرامت کمر — بیاراست از تاج تائید سر
برافراخت رایات دشمن شکن — ز درع توکل بپوشید تن
سپر کرد از حفظ پروردگار — سبز دست بر قبضۂ ذوالفقار
در آور دپائے ظفر در رکاب — در آمد بشبدیز گردوں رکاب
پئے نصرتش جملہ جیش عراق — کہ بودند عاری ز عیب و نفاق
بصحرائے صفیں کشیدند صف — گرفتہ ہمہ گرز و خنجر بکف
درفش درخشاں برافراشتند — ازاں پس بمیداں کمیں تاختند
سناں تیز کردہ بہ میداں مصاف — کشیدند تیغ جدل از غلاف
سیل ستوراں برآمد بلند — تزلزل در ارکان عالم فگند

مستطرف میں ہے کہ مصعب ابن زبیر کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑائیوں میں اس قدر ہوشیار تھے اور ایسی گھاتیں جانتے تھے کہ کوئی اُن پر چوٹ نہ لگا سکتا تھا۔ آپ کی زرہ صرف سامنے کی جانب ہوتی تھی پشت کی طرف بالکل کھلا ہوا رہتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پشت کی طرف سے حملہ کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر میں دشمن کو پشت کی طرف سے آنے دوں تو مجھ کو خدا باقی نہ رکھے یعنی اتنا بدحواس ہو جاؤں کہ دشمن پشت پر سے آکر حملہ کر دے اور مجھکو خبر نہ ہو

خزانۃ الادب میں ہے کہ عدی ابن حاتم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اثنائے گفتگو میں کہنے لگے یا رسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بہت بڑا شاعر ایک بہت بڑا سخی، ایک بہت

بڑا شہسوار گذرا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اُن کے نام بیان کرو اُنھوں نے کہا کہ ہم اشعر الناس امرء القیس بن حجر اور اسخی الناس حاتم بن سعد طائی (عدی کے والد) اور شہسوار عمرو ابن معدیکرب تھے آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو اشعر الناس عرب میں خنساء بنت عمرو اور اسخی الناس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اشجع علی ابن ابیطالب ہیں۔

علامہ ابن ابی قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب جنگ صفین میں طوالت شروع ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت علی نے معاویہ ابن ابی سفیان کو مقابلہ کے لئے طلب کیا کہ معاملہ جلد طے ہو جائے۔ عمرو ابن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حضرت علیؑ نے انصاف کی بات تو کہی ہے۔ معاویہ نے جواب دیا اے ابن العاص تم مجھ کو ابوالحسن (حضرت علی) کے مقابلہ میں جانے کے لئے کہتے ہو۔ حالانکہ تم خود جانتے ہو کہ وہ بہت بڑے بہادر اور ٹھوکنے والے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے بعد تم امیر بننا چاہتے ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۷)

سختی و دلیری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آپ کے محاسن اخلاق سے یہ بھی تھا کہ آپ نہایت سخت و دلیر تھے۔ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اور لوگوں کی خاطر مدارات کے لئے اپنی خواہش سے باز نہ آتے تھے۔ فیض ربانی نے اُنہیں اخلاق سے نہی عن المنکر اور بیت المال میں حفاظت کا کام لیا۔ (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۱۳ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۳۰)

وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اشتکی الناس علیاً یوماً فقام رسول اللہ فینا فخطبنا فسمعتہ یقول ایھا الناس لاتشکوا علیا فواللہ انہ لاخشن فی ذات اللہ عزوجل او قال فی سبیل اللہ اخرجہ احمد (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ ذکرہ العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ بروایت امام احمد و حاکم و ابونعیم (الضیاء و ترجمہ ازالۃ الخفا غیرہ)	حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت سے حضرت علی کی شکایت کی تو آنحضرت ہم لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ خدا کی ذات میں یا خدا کی راہ میں بہت سخت ہے اس حدیث کی تخریج امام احمدؒ نے کی۔
عن کعب ابن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ	کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم ان علیا مخشوشن فی ذات اللہ عزوجل اخرجہ ابو نعیم[1] نے فرمایا کہ علی خداوند تعالیٰ کی ذات میں بہت سخت ہے

سیرت ابن اسحاق میں یزید ابن طلحہ ابن یزید ابن رکانہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی یمن سے روانہ ہوئے تو آپ نے فوج میں سے ایک شخص کو افسر مقرر فرمایا اور خود پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اُس شخص نے توشہ خانہ سے فوج کے ہر شخص کیلئے کپڑے نکال دیئے۔ جب فوج مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو حضرت علی اُن سے ملنے تشریف لائے۔ لوگوں کو توشہ خانہ کے کپڑے پہنے دیکھکر پوچھا کہ یہ کپڑے کہاں سے آئے۔ افسر فوج کہنے لگا کہ میں نے اُن کو کپڑے اس لئے پہنائے ہیں تاکہ مکہ میں لوگ ان سے عزت کے ساتھ ملیں۔ حضرت علی نے افسوس فرما کر ارشاد کیا کہ آنحضرت سے ملنے کے قبل یہ کپڑے اُتروا کر واپس لے لو اسکی تعمیل حکم کی اور سب کپڑے لے کر توشہ خانہ میں داخل کر دیئے۔ فوج کے لوگوں نے اس کی شکایت آنحضرت سے کی۔ آنحضرت نے فرمایا اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو وہ خدا کی راہ اور اُس کی ذات میں سخت ہے[1] (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۶)

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ کا خدا کی ذات میں دیوانہ ہونا بھی ثابت ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ

عن کعب ابن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا علیا فانہ ممسوس فی ذات اللہ اخرجہ الطبرانی وابو نعیم فی الحلیہ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی پر سب نکرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے طبرانی اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں اس کی تخریج کی۔

[1] ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں مخشوشن فی ذات اللہ یا انہ لاخشن فی ذات اللہ یا انہ لاخیشن فی ذات اللہ۔ اس کا مصدر خشونت ہے۔ جس کا ماضی خَشُنَ اور افعل التفضیل اَخْشَنُ اور اَخْیَشُنُ ہے۔ مخشوشن یخشوشن سے اسم فاعل ہے جس کے معنی سخت ہونے کے ہیں۔ جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں یہ امر کہ فلاں خشن فی دینہ یعنی فلاں شخص اپنے دین میں خشونت والا ہے۔ یہ اُس وقت کہا جاتا ہے۔ جب کہ وہ دین میں نہایت تشدد کرنے والا ہو۔ اس لئے اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ امور دین میں نہایت سخت اور مضبوط ہے۔ یہاں پر تصغیر کا صیغہ تعظیم کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرت میں اخشن کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ خشن کے مثل ہے۔ جوہری کا قول ہے۔ کہا جاتا ہے خشن بالضم اور اخشوشن مبالغہ کے لئے یعنی خشونت میں سختی کے ساتھ (جلد ۲ باب رابع فصل تاسع بیان فضائل ص ۲۲۵ وارجح المطالب صفحہ ۴۷۶)

عن ابی هریرة وزید بن خالد قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسبوا علیا فانه ممسوس[1] فی ذات الله اخرجه الدیلمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۷)

ابوہریرہ وزید بن خالد سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علی پر سب مت کرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ارشادات سے یہ امر واضح فرمادیا کہ حضرت علی خدا کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ حقانیت اس درجہ ساری وطاری ہوگئی جس طرح ہر اُس شخص کا فعل جس پر جن یا پری کا سایہ ہوجایا کرتا ہے اُسی جن یا پری کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت علی کا بھی ہر فعل بے اختیار اُنہ سمجھا جاسکتا ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں باقی رہتی۔

مولانا محمد صالح کنفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں ؎

از ازل داریم در دل ماہوائے مرتضیٰ — تو بیائے دیدۂ جاں خاکپائے مرتضیٰ
ای خوشا جائیکہ در راہ وفایش گشت خاک — صد جہاں گر جاں بود سازم فدائے مرتضیٰ
مژدۂ عمر ابد باد ابر آں کز صدق دل — ساخت جان خود فدا اندر وفائے مرتضیٰ
دوستی مرتضیٰ بگزیں بجاں ای شیخ شہر — کس ولی ہرگز نگشتہ بے ولائے مرتضیٰ
صد ہزاراں ورد اگر خوانی ندارد ہیچ سود — اے خدا جو ساز ورد خود ثنائے مرتضیٰ
ماورائے رائے او ہر کس کہ جوید مکرہ است — باش مکرہ ہر کہ باشد ماورائے مرتضیٰ
ہاں گدائے باب علم احمدی شو از خرد — زانکہ بر شاہاں شرف دارد گدائے مرتضیٰ
گر نیاید باورت سوئے گدائی او ببیں — کز دو عالم ساختش فارغ عطائے مرتضیٰ
ز ابتلائے و نیز دوں پاکش شو پس نگر — اے کہ میگوئی دل من مبتلائے مرتضیٰ
بغض و کینہ را ز دل بیگانہ کن ای یار من — گر تو میخواہی کہ گردی آشنائے مرتضیٰ
بود قوت پاکش از نور تجلی حضور — نان جو بود وہ بظاہر گر غذائے مرتضیٰ

[1] ممسوس مجنون وفی الاساس ممسوس الذی مس به من الجن یعنی ممسوس کے معنی مجنون کے ہیں اور علامہ جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ ممسوس وہ شخص ہے جس کو کہ پری کا سایہ ہوگیا ہو۔ ۱۲

تو غذائے خویشتن کردی ہمہ حقد وحسد وانگہے گوئی نخواہم جز رضائے مرتضیٰ

جنت فردوس مشتاق لقائے او بود
آنکہ چوں کشفی است مشتاق لقائے مرتضیٰ

طہارت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طہارت ذاتی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے اور رسول اللہ کے سوا اور کوئی شخص بحالت جنابت مسجد میں نہ آسکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشہر القاب طیب وطاہر ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکے وجود باجود کو مجسم طہارت خلق فرمایا تھا ویسا ہی آنحضرت نے حضرت علی کو اپنے اہلبیت میں شامل فرما کر طہارت سے مشرف فرمایا جیسا کہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آیت تطہیر مخصوص آنحضرت وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرات حسنین کے حق میں نازل ہوئی (اس حدیث کی تخریج امام احمد وطبرانی و ابن جریر نے کی۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بعض نے اس کو صحیح مانا ہے آیت تطہیر کے متعلق معہ طرق مرویہ وغیرہ احسن الاتحاف فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں تحت بیان اہلبیت اس کا بیان ہو چکا)

یا خود حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ حقیقتاً ہم اہلبیت سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برائیوں کو دور فرما دیا ہے یا حضرت امام حسنؓ نے اپنے زمان خلافت میں خطبہ میں فرمایا تھا کہ

نحن حزب المفلحون وعترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاقربون واھل بیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثانی کتاب اللہ (رواہ الطبرانی) (مرقاۃ الطالب ص ۱۶۳ منقول از رفع الریب)

ہم فلاح پانے والوں کا گروہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب ترین عترت اور اُن کے اہلبیت میں طیب وطاہر ہیں اور ایک اُن دو ثقلین میں سے ہیں جن کو آنحضرت نے اپنے بعد چھوڑا ہے اور دوسری چیز کتاب اللہ ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت جنابت مسجد میں آنے کی اجازت عطا فرمائی تھی جو آپ کے کمال طہارت کی بیّن دلیل ہے۔ اس کے متعلق احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد

(۱) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی کسی ایک پر حلال نہیں کہ وہ اس مسجد میں بحالت

أن يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك
اخرجه البزار وقال علي بن المنذر قلت
لضرار بن صرد ما معنى هذا الحديث قال
لا يحل لاحد يستطرقه جنبا غيري وغيرك
اخرجه الترمذي[1] (رياض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ وکنز العمال
جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ بروایت ابو یعلیٰ وعقیلی)

جنابت داخل ہو سوائے میرے اور تمہارے اس حدیث کی تخریج
بزار نے کی علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا
کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں اُنھوں نے کہا کسی ایک پر حلال
نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور تمہارے رہنا چاہے
ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

(۲) عن ام سلمة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا ينبغي لاحد ان يجنب في هذا المسجد لا
انا وعلي رواه الطبراني (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۹)

(۲) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کسی ایک پر یہ مناسب نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور
علی کے اس مسجد میں داخل ہو، طبرانی نے اس کو روایت کیا

(۳) عن ابن عباس سد رسول الله صلى الله عليه
وسلم ابواب المسجد غير باب علي وكان يدخل المسجد
وهو جنب هو طريقه وليس له طريق غيره اخرجه
احمد والنسائي (راجع المطالب صفحہ ۴۱۸)

(۳) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسجد میں تمام صحابہ کے دروازے بند کرا دیئے بجز حضرت علی کے
کہ وہ مسجد میں بحالت جنابت داخل ہوا کرتے وہی ان کا راستہ تھا
اور کوئی راستہ علاوہ اس کے نہ تھا امام احمد اور نسائی نے اس کی تخریج کی[2]

(۴) عن مطلب بن عبد الله بن حنطب ان النبي صلى
الله عليه وسلم لم يأذن لاحد ان يمر في المسجد

(۴) مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے مروی ہے کہ آنحضرت
نے بحالت جنابت کسی کو مسجد سے ہو کر گزرنے کی اجازت نہیں

---

[1] ینابیع المودۃ صفحہ ۸۷ میں بعد روایت ترمذی کے لکھا ہے۔ ہذا حدیث حسن غریب یعنی یہ حدیث حسن غریب ہے۔ سبط ابن الجوزی رحمۃ تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں عطیہ راوی ہیں اور عطیہ خود ضعیف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطیہ عوفی نے ابن عباس اور دیگر صحابہ سے حدیث سُنی اور یہ ثقہ تھے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ مسجد میں جانا حلال نہیں مگر طاہر کے لئے حائض اور جنب کے لئے نہیں۔ تو امام شافعی کے نزدیک جنب کے لئے مسجد سے عبور مباح ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک بوجہ نص صریح تا وقتیکہ غسل نہ کرے مباح نہیں۔ انھوں نے اس حدیث کو اس امر پر محمول کیا کہ یہ حضرت علی کیلئے مخصوص تھا۔ جیسا کہ آنحضرت کے لئے اور خصائص مخصوص ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] احادیث متعلق بسد ابواب و سد خوخہ کی تفصیلی بحث حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ مذکر الآثار المرتضویہ و سومیہ احسن الانتخاب میں گذر چکی ہے منہ

وهو جنب الا علی لان بیته کان فی المسجد اخرجه اسمٰعیل القاضی فی احکام القرآن (ارجح المطالب ص۴۱۵)

(۵) عن ام المؤمنین ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ان مسجدی هذا حرام علی کل حائض من النساء وجنب من الرجال الا علی محمد واهل بیته علی وفاطمة والحسن والحسین

(۶) عن ابی هریرة قال قال عمر بن الخطاب لقد عطی علی علی ثلث خصال لان یکون لی واحدة منهن احب الی من ان اعطی حمر النعم فسئل ما هی قال تزوجه ابنته فاطمة واسکناه المسجد معه رسول الله صلی الله علیه وسلم یحل له ما لا یحل لغیره والرایة یوم خیبر اخرجه احمد وابو یعلی والحاکم فی المستدرک (ارجح المطالب صفحہ ۴۱۹)

(۷) عن جابر بن عبد الله قال جاءنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن مضطجعون فی المسجد ونحن بدرة عسیب رطب قال ارقدون فی المسجد وقد اجفلنا واجفل عنی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم تعال یا علی انه یحل لك فی المسجد ما یحل لی الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا النبوة والذی نفسی بیده انك لذا یذاعن حوضی یوم القیامة تذود عنه رجالا کما یذاد

دی سوائے حضرت علی کے کہ اُن کا گھر مسجد میں تھا۔ قاضی اسمٰعیل نے کتاب احکام القرآن میں اُس کی تخریج کی۔

۵

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پر حرام ہے مگر مجھ پر اور میرے اہلبیت پر جو علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اس حدیث کی تخریج طبرانی نے معجم کبیر میں کی۔

۶

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے حضرت علی کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جاتی تو وہ مجھ کو سرخ اونٹ سے زائد محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں، فرمایا (۱) آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح (۲) بحالت جنابت مسجد نبوی کی آمد و رفت۔ (۳) ہر روز خیبر عطائے علم۔ امام احمد و ابو یعلیٰ و حاکم نے مستدرک میں اس کی تخریج کی۔

۷

جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں لیٹے ہوئے سونے کے قریب تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپکے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم اونگھ رہے ہو یہ سن کر ہم لوگ اُٹھکر جلدی سے آنے لگے حضرت علی بھی ساتھ تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اے علی ادھر آؤ تم کو بھی مسجد میں وہی جائز ہے جو مجھ کو جائز ہے کیا تم اس امر پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ ہارون کا مرتبہ موسیٰ کے ساتھ تھا بجز نبوت کے قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری

بعیرا فضال عن الماء بعصاء لك من عوسج كاني انظر اني مكانك عن حوضي اخرجه الخوارزمي في المناقب - (ارجح المطالب صفحہ ۴۱۹ وینابیع المودۃ صفحہ ۸۸)

جان ہے تم قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو اس طرح ہانک دو گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ پانی سے ہانک دیا جاتا ہے۔ عوسج کا عصا تمہارے ہاتھ میں ہوگا۔ گویا اس وقت میں حوض پر تمہاری جگہ دیکھ رہا ہوں۔ خوارزمی نے مناقب میں اس کی تخریج کی۔

(۸) عن عثمان بن عبد الله القرشي من حديث طويل قال خطب علي يوم بويع فيه عثمان فقال فيها انا شدكم الله هل تعلمون معشر المهاجرين والانصار ان احدا كان يدخل المسجد غيري جنبا قالوا اللهم لا اخرجه ابن عساكر - (ارجح المطالب صفحہ ۴۱۹)

(۸) عثمان ابن عبداللہ قرشی ایک حدیث طویل میں ذکر کرتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمان سے لوگوں نے بیعت کی۔ تو حضرت علی نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میرے سوا کسی ایسے شخص کو بتا سکتے ہو جو میرے سوا حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوا کرتا ہو سب نے کہا خدا گواہ ہے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(۹) عن جابر بن سمرة قال امرنا بسد ابواب المسجد كلها غير باب علي فربما مر فيه وهو جنب اخرجه الطبراني في الكبير (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۰)

(۹) جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ ہم کو مسجد کے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا تھا سوائے حضرت علی کے دروازہ کے کہ وہ وہاں سے بحالت جنابت گذرا کرتے تھے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی تخریج کی۔

(۱۰) عن ابي رافع ان النبي صلى الله عليه وسلم خطب ان الله عز وجل امر موسى وهارون ان يتبوأ لقومهما بيوتا وامرهما ان لا يبيت في مسجدهما جنب ولا يقربوا النساء الا هارون وذريته ولا يحل لاحد ان يقرب

(۱۰) ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے لئے گھر بناؤ اور حکم دیا کہ مسجد میں جنب نہ رہے اور نہ عورتوں سے قربت کرے سوائے ہارون اور اس کی ذریت کے اور کسی کو حلال نہیں کہ مسجد میں رہے اور قربت کرے اسی طرح سوائے علی و

للنساء فی مسجدی هذا ولا یبیت فیه الا علی ذو بیته — اس کی ذریت کے اور کسی کو مسجد میں رہنا اور قربت کرنا حلال نہیں

اخرج ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور — ابن عساکر نے اور سیوطی نے در منثور میں اس کی تخریج کی۔

ان احادیث سے حضرت علی مرتضیٰ کی فضیلت و خصوصیت و معیت اعلیٰ درجہ پر ثابت ہوتی ہے۔ کوئی فضل و شرف اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں ؎

ای بودہ ز مرفوع تو ازنہ فلک ارفع — وے پردہ ز روے تو ضیا شمع مشعشع

ماہ عرب و شاہِ عجم مخبر عالم — سلطان سرا پردۂ ایوان طمع

شاہنشہ دیں شیر خدا ہمسر زہرا — نفس نبی اللہ سرور مجمع

ہم اعظم و ہم اعلم و ہم افضل و اکمل — ہم مہتر و ہم بہتر و ہم اورع و اشجع

ہست او بسر شرع ولی عہد پیمبر — روشن کن ایں دائرۂ سطح مربع

از بعد نبی غیر علی کیست کہ اورا — گویند بحق میر امم شاہِ مشفع

فرمان دہِ اقلیم سلونی کہ بمعنی — گنجینۂ آدم شدہ مجموعۂ یوشع

مواخات

اس کے معنی بھائی بنانے کے ہیں اس لئے مواخات دلیل مساوات ہے۔ نفس مواخات حضرت علی کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال ہے۔ اس لئے اس سے صرف مراد مساوات فی العمل سمجھی جائے گی اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے اور کثرت ثواب دلیل افضلیت لہٰذا اب ذیل میں ہم حدیث مواخات کو معہ تمام طرق مرویہ کے لکھکر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ قال یا رسول اللہ اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی و بین احد قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت اخی فی الدنیا والاخرۃ اخرجہ

(۱) عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی۔ حضرت علی نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ میں مواخات کرائی مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ ترمذی نے اس حدیث

الترمذی وقال غریب والبغوی فی المصابیح فی الحسان (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ بروایت حاکم)

کی تخریج کی اور کہا غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں اسے حدیث حسان میں لکھا۔ ارجح المطالب صفحہ ۴۲۳ میں یہ حدیث بزار و دارقطنی مرقوم ہے

(۲) وعنہ قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ حتی بقی علی لم یؤاخ احدا فکان رجلا شجاعا ماضیا علی امرہ اذا اراد شیئا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان اکون اخاک قال بلی یا رسول اللہ رضیت قال انت اخی فی الدنیا والاخرۃ اخرجہ الخلعی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

(۲) اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی باقی رہ گئے اور وہ مرد شجاع تھے جب کسی چیز کا ارادہ کرتے اس کے کر گذرنیوالے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم راضی ہو کہ میں تمہارا بھائی بنوں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہاں تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو خلعی نے اس کی تخریج کی۔ استیعاب میں بھی یہ روایت ہے

(۳) عن زید ابن ابی اوفی قال لما اخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فقال علی یا رسول اللہ اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال والذی بعثنی بالحق نبیا ما اخرتک الا لنفسی فانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی انت اخی ووارثی وانت معی فی قصری فی الجنۃ مع ابنتی فاطمۃ وانت اخی ورفیقی ثم تلا اخوانا علی سرر متقابلین المتحابون فی اللہ ینظر بعضہم الی بعض اخرجہ احمد فی مسندہ بسند فی المناقب والمتقی فی کنز العمال

(۳) زید ابن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ آپنے اصحاب میں مواخات کرائی اور مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا آنحضرت نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق پر نبی بنا کر مبعوث کیا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے البتہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا تم میرے بھائی اور وارث ہو اور تم میرے ساتھ جنت کے قصر میں ہوگے میری بیٹی فاطمہ بھی ہوگی تم میرے بھائی اور دوست ہو پھر یہ آیت پڑھی بھائی آمنے سامنے تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کی جانب دیکھنے والے ہوں گے بعض بعض کو محبت سے دیکھیں گے امام احمد نے

(ینابیع المودۃ صفحہ ۵۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۲۳)

مسند و مناقب میں بسند اُس کی تخریج کی اور متقی نے کنز العمال میں روایت کی۔

(۴) عن زید بن ارقم قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی مواخ بینکم کما اخی اللہ بین الملائکۃ ثم قال لعلی انت اخی و رفیقی اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۲)

(۴) زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوا آپ فرما رہے تھے کہ میں تم میں مواخات قائم کرانے والا ہوں جس طرح اللہ نے ملائکہ میں مواخات کرائی۔ پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔ ابوبکر ابن مردویہ نے اس کی تخریج کی

(۵) عبد اللہ ابن احمد فی زیادات المسند بسندہٖ عن سعید بن المسیب قال اخا بین اصحابہ فی مکۃ فاخا بین ابی بکر و عمر فقال لعلی انت اخی (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۲۳)

(۵) عبد اللہ ابن احمد زیادات مسند میں سندوں کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ واقعۂ مواخات مابین اصحاب مکہ میں ہوا حضرت ابوبکر و حضرت عمر میں مواخات کرائی گئی اور حضرت علی سے ارشاد ہوا کہ تم میرے بھائی ہو

(۶) عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت اخی و انا اخوک اخرجہ الطبرانی (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۳ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱ بروایت ابن عساکر)

(۶) ابو رافع کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں۔

(۷) احمد فی المناقب المسند بسندہٖ و ابن مردویہ عن حذیفۃ ابن الیمان قال اخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین و الانصار و کان یواخی بین الرجل و نظیرہ ثم اخذ بید علی فقال ھذا اخی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۲۴)

(۷) امام احمد مسند و مناقب میں سندوں کے ساتھ اور ابن مردویہ حذیفہ ابن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے مابین مہاجرین و انصار مواخات قائم کرائی ہر ایک صحابی کو اسی سے مثل اوصاف میں ایک دوسرے کا بھائی بنایا پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے۔

(۸) عن ابن عباس قال لما اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین و الانصار و ھو اخی صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین ابوبکر و عمر و اخی

(۸) ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اصحاب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کرائی تو آپ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھائی بنایا اسی طرح حضرت عثمان ابن عفان و

بین عثمان ابن عفان و عبدالرحمن ابن عوف و اخی بین طلحۃ والزبیر و اخی بین ابی ذر الغفاری و المقداد ولم یواخ بین علی و بین احد منهم وقال له اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ، انتهی مختصراً اخرجه الطبرانی والسیوطی والمتقی۔

(دارج المطالب صفحہ ۴۲۴)

حضرت عبدالرحمن ابن عوف اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کے لئے تھے۔ (یہ حدیث مختصراً نقل کی گئی) طبرانی اور سیوطی اور متقی نے اس کی تخریج کی

(۹) وعن انس قال لما کان یوم المباهلة آخی النبی صلی الله علیه وسلم بین المهاجرین والانصار وعلی واقف ولم یواخ بینه وبین احد فانصرف علی باکی العین فافتقده النبی صلی الله علیه وسلم فقال ما فعل ابو الحسن قالوا انصرف باکی العین قال یا بلال اذهب فأتنی به فمضی بلال الی علی وعلی قد دخل منزله باکی العین فقالت فاطمة ما یبکیك قال یا فاطمة اخی النبی صلی الله علیه وسلم بین اصحابه المهاجرین والانصار ولم یواخ بینی وبین احد قالت لا یحزنك الله لعله انما اخرك لنفسه فقال بلال یا علی اجب النبی صلی الله علیه وسلم فاتی علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال له ما یبکیك یا ابا الحسن فقال اخیت بین المهاجرین وبین الانصار ولم تواخ بینی وبین احد قال انما اخرتك لنفسی اخرجه ابو الحسن فقیه ابن المغازلی (دارج المطالب صفحہ ۴۲۵)

(۹) انس ابن مالک سے مروی ہے کہ جب مباہلہ کا دن آیا اور آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی علی بھی موجود تھے اُن کو کسی کا بھائی نہیں بنایا یہ غمگین ہو کر گھر چلے آئے۔ آنحضرت نے جب اُن کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ ابوالحسن کیا کر رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا وہ غمگین ہو کر چلے گئے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اُن کو لے آؤ۔ بلال حضرت علی کو لینے کے لئے آئے حضرت علی اندر گھر میں غمگین داخل ہوئے حضرت فاطمہ نے پوچھا کہ غمگین کیوں ہو اُنھوں نے کہا اے فاطمہ آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا حضرت فاطمہ نے فرمایا اللہ تم کو غمگین نہیں کریگا ممکن ہے کہ آنحضرت نے تم کو اپنے لئے رکھ لیا ہو اتنے میں بلال نے آکر کہا کہ آنحضرت بُلاتے ہیں۔ حضرت علی آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے آنحضرت نے فرمایا اے ابوالحسن تم کیوں غمگین ہوئے انھوں نے عرض کیا کہ آپنے مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے

لئے رکھا۔ ابوالحسن فقیہ ابن المغازلی نے اس کی تخریج کی

(۱۰) عن ابن عباس ان علیا کان یقول واللہ انی لاخوہ ووليه ووارثه وابن عمه ومن اخی بینی وبینه اخرجه احمد والنسائی ۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۶)

(۱۰) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی کہتے تھے خدا کی قسم میں اُن کا (آنحضرت کا) بھائی اور ولی اور وارث اور اُن کے چچا کا بیٹا ہوا، اور وہ شخص ہوں جن کے ساتھ آنحضرت نے مواخات کی

(۱۱) عن عمر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین الناس وترک علیا حتی بقی اخرهم لا یری له اخا فقال یا رسول اللہ اخیت بین الناس وترکتنی قال وله ترانی ترکتك انما ترکتك لنفسی انت اخی وانا اخوك فانی اذا ذکرك قل انا عبد اللہ واخو رسوله لا یدعیها بعدی الا کذاب اخرجه احمد فی المناقب ۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

(۱۱) عمر بن عبد اللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے لوگوں میں مواخات کرائی اور علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کے ساتھ کوئی مواخات کرنے والا نہ رہا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں میں مواخات کرائی اور مجھے چھوڑ دیا آنحضرت نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں نے تم کو کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑ دیا تم میری بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں تم یوں کہا کرو کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں تمہارے سوا اگر کوئی کہے وہ جھوٹا ہے۔ امام احمد نے مناقب میں اس حدیث کی تخریج کی

(۱۲) عن یعلی بن مرة قال اخی رسول اللہ بین المسلمین وجعل یخلف علیا حتی بقی فی اخرهم ولیس معه اخ فقال له اخیت بین المسلمین وترکتنی فقال انما ترکت لنفسی انت اخی فی الدنیا والاخرة وانا اخوك اخرجه جمال الدین المحدث (صاحب روضۃ الاحباب فی الاربعین (ارجح المطالب صفحہ ۴۲۶)

(۱۲) یعلیٰ ابن مرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جب مسلمانوں میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کا بھائی ہونیوالا کوئی نہ رہا تو انھوں نے آنحضرت سے عرض کیا آپ نے سب میں مواخات کرائی مجھے چھوڑ دیا آنحضرت نے فرمایا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ شیخ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نے اربعین میں اس حدیث کی تخریج کی۔

(۱۳) عن ابی الطفیل قال لما جعل امر الشوریٰ بین علی و عثمان و طلحۃ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و سعید ابن زید فقال علی ھل فیکم احد اٰخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینہ و بینہ اذ اخی بین المسلمین قالوا اللھم لا اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب۔

(۱۳) ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جب امر شوریٰ ما بین حضرت علی و حضرت عثمان و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عبد الرحمن ابن عوف و حضرت سعد ابن ابی وقاص و حضرت سعید ابن زید گردانا گیا تو حضرت علی نے فرمایا تھا کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اُس کے درمیان مواخات کرائی ہو سب کہنے لگے خدا گواہ ہے اور کوئی نہیں۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں اس کی تخریج کی

(ارجح المطالب صفحہ ۴۲۷)

(۱۴) وفی کتاب المسامرۃ لشیخ محی الدین العربی رویناہ من حدیث محمد ابن اسحٰق المطلبی قال واخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین المھاجرین والانصار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواخوا فی اللہ اخوین ثم اخذ بید علی ابن ابی طالب فقال ھذا اخی وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اخوین (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۰)

(۱۴) کتاب المسامرۃ تصنیف شیخ محی الدین ابن عربی میں ہے کہ ہمنے اُس کو روایت کیا حدیث محمد ابن اسحاق مطلبی سے کہا اور مواخات کرائی آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اللہ کے لئے آپس میں بھائی بن جاؤ پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ بھائی بھائی تھے۔

شیخ محمد سلیمان حنفی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخات صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ موفق ابن احمد نے واخات میں گیارہ حدیثیں روایت کیں اور عبد اللہ ابن احمد بن حنبل نے زوائد مسند میں چھ حدیثیں اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالاسناد مجاہد و عکرمہ۔ حضرت ابن عباس۔ سعید بن المسیب۔ ابن عمر۔ زید بن ابی اوفی۔ انس ابن مالک۔ زید ابن ارقم۔ حذیفہ ابن الیمان۔ مخدوج بن زید ہذلی۔ ابو امامہ باہلی۔ جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں:۔

آں امام برحق از قول نبیؐ　　آں پناہ مغربی و مشرقی

آں جہانِ علم را بدر منیر — آں شہانِ ملک تمکیں را امیر
آں کہ شہر معرفت را آفتاب — آں ز وصل شاہد جاں کامیاب
معدن حلم و حیا صدق و صفا — مخزنِ علم و عمل خلق و وفا
از سخایش گشت مفلس کان زر — ملک دنیا را نماند ز و ثمر
قبلۂ ارباب عرفاں ذات او — مصحف اصحاب عشق آیات او
زو ولایت شد بسر تاج شرف — در فیوضش مکۂ ثانی نجف
شمع بزمِ جنت آمد روئے او — عطر افشاں بر جہاں گیسوئے او
آفتابِ آسمانِ ھل اتیٰ — تاجدارِ انما و لافتیٰ
بود زیبندہ بفرقش تاج دین — زانکہ بیشک بود امیر المومنین
خاکپایش افسرِ عرش برین — سایہ اش انوار بخش شمس دین
گر فتد نور ضمیرش بر جہان — ہمچو خود یکسر شود کون و مکان
در صحابہ چون در انجم آفتاب — سجدہ گاہِ ہر دو کون اورا جناب
سرفرازان خاک بر درگاہ او — چون خس و خاشاک اندر راہ او
بر سرش زیبندہ تاج سروری — روشن است از وے چراغ رہبری
شاہ اقلیم ولایت ذات او — ماہ گردونِ ہدایت ذات او
سایۂ او آفتاب دو جہان — روشنی بخش ضمیر انس و جان
مظہر عرفانِ حق اندیشہ اش — معرفت بخشیدن آمد پیشہ اش
برق تیغش شمع بزم دین بود — پرتو او را ظفر آئیں بود
گشت پشت دین قوی از تیغ او — ہم شریعت یافت بر رو آبرو
ہر کہ رو گرداند از وے کافر است — خویشتن را تا جہنم رہبر است
چونکہ صائم بود وے آں شہ بردوام — نانِ جو بودے غذایش وقت شام

میکنم نام شریفش بر ملا — ہاں فدائے من شوید اے نہ سما
جانشین مصطفےٰ یعنی علی — مجتبےٰ و مرتضےٰ یعنی علی
ایخو شا نامی کز و دل زندہ گشت — ہمچو عیسیٰ و خضر پایندہ گشت
وصف او چوں ہست بیروں از خیال — باب دیگر را و ہم صورت زقال

نیابت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری نیابت متعدد مرتبہ حاصل ہوئی۔ سب سے اول ہجرت کے موقع پر۔ اس موقع پر جو عظیم الشان کارنامۂ جاں نثاری واقع ہوا اُس کی نظیر نہیں ہو سکتی۔ نیز اپنی نیابت میں تبلیغ سورۂ برأت کے لئے مکہ معظمہ بھیجنا یا جنگ تبوک میں اپنا نائب و قائم مقام کر جانا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو بہترین دلیل حصول شرف و فضائل جلیلہ کے لئے ہیں۔ اِن امور کے تفصیلی بیانات بصورت واقعات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں آچکے ہیں۔ یہاں پر مقصد صرف اظہار فضائل ہے نہ کہ بیان واقعات۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

اے مرغ خوش الحاں بخواں اللہ مولانا علی — تسبیح خود کن بر زباں اللہ مولانا علی
اسمش عظیم و اعظم است غفار فرد عالمست — مولائے حق آدم است اللہ مولانا علی
خواہی کہ یابی زو نشاں جان در رہِ او بر فشاں — کو جاندہ است و جان ستاں اللہ مولانا علی
سلطانِ بیمثل و نظیر پروردگارِ بے وزیر — دارندۂ برنا و پیر اللہ مولانا علی

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۵۷)

فضائل خارجی مشتمل بر دو قسم کسبی و وہبی!

ا ــــ کسبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بذریعۂ کسب حاصل کئے۔ اور وہ دو طرح کے ہیں۔ عبادات و جہاد

معبود حقیقی کی عبادت اور اُس کا حقیقی ذوق حضرت علی کے خاص خصوصیات میں سے ہے بقول اشہر منہ آپ کی عمر دس سال کی تھی کہ سعادت ازلی رہبر ہوئی اور آپ اسلام لائے اور معبود حقیقی کے سامنے سر عبودیت خم کیا اور یہی ذوق عبودیت تمام زندگی بھر آپ کے تمام افعال و اقوال و عادات میں ساری وطاری رہا۔ اس صفت میں جو خاص امتیازی شان آپ کو اپنے ہمعصر صحابہ میں حاصل تھی اُس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ (پ۲۶ سورہ فتح رکوع آخر)	محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم رحمدل ہیں تم ان کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے خدا کا فضل اور اُس کی رضامندی کی جستجو کرتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ والذین معہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور اشداء علی الکفار سے حضرت عمر فاروق رضؓ اور رحماء بینھم سے حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور رکعاً سجداً سے حضرت علی مرتضیٰؓ مراد ہیں[1] رکوع و سجود صحابہ کا عام وصف ہے۔ جناب باری کا ان الفاظ رکعاً سجداً کو آپ کی ذات کے لئے استعمال کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ کی وہ امتیازی حیثیت جو آپ کو اس صفت میں صحابۂ کرام کے مقابلہ میں حاصل تھی مسلمانوں

[1] تفسیر فتح البیان جلد ۹ صفحہ ۱۲ منہ

کے نظر کے سامنے آجائے آپ کی اس امتیازی خصوصیت کا اعتراف خود صحابہ کرام نے بھی فرمایا ہے ملاحظہ ہو ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہ رسولؐ

کان ما علمت صواماً قواماً (ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمہ) جہانتک مجھے معلوم ہے وہ بڑی روزہ دار اور عبادت گذار تھی

وارشاد زبیر ابن سعید قرشیؒ

لما رأها شمیا قط کان اعبد اللہ منه (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ خدا کا عبادت گذار ہو

خود آپکا ارشاد ہے کہ اس اُمت میں سب سے پہلے میں نے نماز پڑھی اور سات سال تک سب سے پہلی خدا کی عبادت کرتا رہا (ریاض النضرہ باب رابع فصل رابع صفحہ ۱۵۵)

آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں جس چیز کا آپ التزام کر لیتے اوس پر ہمیشہ قائم رہتے ایک موقعہ پر آنحضرتؐ نے آپ سے اور حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ۳۳ بار تسبیح ۳۳ تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرتؐ نے مجھکو اسکی تلقین کی میں نے ترک نہیں کیا۔ عبداللہ ابن الکوا نے پوچھا کہ کیا صفین کی شب میں بھی ترک نہیں کیا آپ نے فرمایا نہیں (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ و سنن ابوداؤد کتاب الادب)

چونکہ عوام کے نزدیک عبادت کا معیار کثرت صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ (صدقات) و ادائے حج سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم مفصل و مشرح طور پر ان امور کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کی نماز

امام تاج الاسلام سلیمان بن داؤد سقیفی لکھتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کا رنگ زرد پڑ جاتا ایک مرتبہ اسکے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ اُس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا اور اُنہوں نے

اس بار کے اُٹھانے سے انکار کیا تھا اور میں نے باوجود اپنی ناتوانی کے اُس کو اُٹھا لیا تھا مجھکو یہہ نہیں معلوم کہ میں اس کو کس طرح ادا کرتا ہوں (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۴)

جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں دو صفوں کے درمیان آپکے لئے قطع (زرہ) بچھائی گئی تھی جسپر آپ نماز پڑھتے رہے تیروں کی بارش ہوتی رہی مگر آپ بلا خوف و خطر نماز و وظائف میں مشغول رہے۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی پیشانی پر بوجہ کثرت سجود ایسا ڈھٹا پڑ گیا تھا جیسا کہ اونٹ کے زانو میں بیٹھتے بیٹھتے پڑ جاتا تھا (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۴)

آپ علاوہ فرائض کے اسقدر کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے کہ اوس کی تعداد کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں۔ اسی شغف کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ و نوافل و عبادات کے متعلق آپ سے زائد کسی سے حدیثیں مروی نہیں بوجہ کثرت عبادت ذات ستودہ صفات زین العابدین و امام المتعبدین تھی۔

حارثہ بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کی ایک جگہ مسجد میں تھی جہاں پر آپ عبادت کی تعلیم اُسی طرح دیتے جس طرح آنحضرت دیتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

نماز کی حالت میں آپ کو اسقدر استغراق ہو جاتا کہ ماسوا کا ہوش نہ رہتا۔ تفسیر حسینی میں ہے کہ آپ ہر شب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے نماز میں اسقدر استغراق ہوتا کہ جنگ احد میں آپ کے پائے مبارک میں تیر لگا اور اتنا گہرا کہ بلا وقت نہیں نکل سکتا تھا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ علی جب نماز میں ہوں تب تیر نکالا جائے چنانچہ نماز کی حالت میں نکالا گیا بہت سا خون نکلا مگر آپ کو مطلقاً اس کی خبر نہ ہوئی۔ شیخ فرید الدین عطار اسکے متعلق لکھتے ہیں۔ ؎

چنان شد در نماز او محو سبحان — کہ از پایش برون کردند پیکاں

مولانا عبد الرحمٰن جامی نے مثنوی تحفۃ الاحرار میں اس واقعہ کو خوب نظم فرمایا ہے ؎

شیر خدا شاہ ولایت علی — صیقلی شرع خفی ہم جلی

روز احد چو صف ہیجا گرفت — تیر مخالف بہ کفش جا گرفت

غنچۂ پیکاں بگل او نہفت — صد گل راحت زگل او شگفت
روئے عبادت سوی محراب کرد — پشت بدو رسرا احباب کرد
خنجر الماس چو بنداختند — چاک بہ تن چوں گلش انداختند
غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گون — آمد ازان گلبن احسان برون
گل گل خونش بمصلا چکید — گشت چو فارغ زنمازش بدید
کیں ہمہ گل چیست تہ پای من — ساختہ گلزار مصلائے من
صورت حالش چو نمودند باز — گفت کہ سوگند بدانائے راز
کز الم زخم ندارم خبر — گرچہ زمن نیست خبردار تر
طائر من سدرہ نشین شد چہ باک — گر شود م تن چو نفس چاک چاک
جامی از آلایش تن پاک شو — در قدم پاک رواں خاک شو
باش ازاں خاک بگردی رسی — گرد شکافی و بمردی رسی

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۱۹۷ وارجح المطالب صفحہ ۱۶۵)

کثرت صوم

آیۂ شریفہ کلام اللہ یطعمون الطعام الخ حضرت علی کے کثرت صوم کی بہترین شہادت ہے جو آپ کے بیہم تین روزے رکھنے پر نازل ہوئی تھی۔ اس کا مفصل واقعہ سابق میں تحریر ہو چکا ہے۔ سابقہ حالات زہد و ورع و صبر و تحمل اور نیز حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد کان ما علمت صواما قواما سے کثرت صلوۃ و صیام کی کیفیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ مناقب مرتضوی صفحہ ۱۹۵ میں ہے کہ روزۂ ایام بیض کا حکم حقیقتاً آپ کو ہوا ؎

در حلقۂ اولیا علی ولی است — شاہنشہہ اصفیا علی ولی است
محبوب و محب عین ذات احد — واللہ کہ بے ریا علی ولی است

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۲)

زکوٰۃ وصدقات

امام احمد ابن حنبل حضرت علی کا ارشاد لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں آنحضرتؐ کیساتھ بوجہ شدت بھوکہ کے پتھر پیٹ پر باندھتا تھا آج میری زکوٰۃ چالیس ہزار ہے ایک روایت میں ہے کہ اب چالیس ہزار تک میری زکوٰۃ پہونچ گئی ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اکثر متوہم (شک کرنیوالے کو) اس حدیث سے یہہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس اس قدر مال موجود رہتا تھا کہ جس کی اسقدر زکوٰۃ نکلتی ہوگی۔ حقیقتاً ایسا نہیں ہے اس لئے کہ آپ سب لوگوں سے زائد زاہد تھے جس کا بیان سابق میں ہو چکا اس روایت پر کیونکر توجہ کی جاسکتی ہے ابوالحسن ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کا مطلب پوچھا تھا وہ کہنے لگے اس کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا اگر وہ اس وقت تک رہتا تو اوس کی زکوٰۃ اسقدر ہوتی۔ اسکے علاوہ اس میں وہ اوقاف بھی مراد ہوں گی جن کو آپ نے جاری کیا تھا۔ قبل اون کے اجرا کے آپ اُن اوقاف کے مالک بھی تھے آپ نے اون کا محاصل اسی قدر بیان فرمادیا ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر علیہ وعلیٰ آبائہ واولادہ السلام سے ناقل ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو ایک ٹکڑہ زمین کا جاگیر میں دیا تھا پھر آپنے اوس کے متصل ایک اور قطعہ مول لیا تھا اور اوس میں ایک تالاب کھودوایا تھا۔ لوگ تالاب کھود رہے تھے کہ اوس میں سے ایک چشمہ نکلا۔ حضرت علی جب تشریف لائے تو لوگوں نے آپکو خوشخبری دی آپنے فرمایا کہ خوشخبری اوس کے وارث کو دینا چاہئے پھر آپنے اُس کو فقرا مساکین ومسافرین پر فی سبیل اللہ وقف فرمادیا (ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۲۹)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں ؎

اے کہ از دل طالب حق گشتہ ۔ آفتابِ اوجِ مطلق گشتہ

دوستی مرتضیٰ را پُر بساز — نفس دوں را پائے در زنجیر ساز
مہر حیدر چشم دل بینا کند — مہر حیدر قطرہ را دریا کند
مہر حیدر گر نباشد راہبر — میرود بیچارہ رہرو در سقر
مہر حیدر مایۂ ایمانِ من — مہر حیدر زندگی جانِ من
گشت از مہر علی روشن دلم — ہست از مہرش منور محفلم
گوہرِ من آمد از مہر علی — دارم امید ولایت زان ولی
بندۂ حیدر زجاں و دل شدم — زان بنور ذاتِ حق واصل شدم
دست من دامان حیدر روز حشر — نام پاکش بر زبانم روز نشر

حج

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کتنے حج کئے اس کا حال معلوم نہیں زمانۂ خلافت میں بسبب حدوث حوادث و فتن آپ کو ایک سال بھی حج ادا کرنے کی نوبت نہ آسکی اوس سے قبل کے متعلق کہیں بالتصریح موجود نہیں مگر اجرعل کچھ کثرت پر منحصر نہیں وجہ قبول اور ہی کچھ ہوا کرتی ہے۔

حضرت علی کے سب سے زیادہ قابل ذکر دو حج ہیں ایک وہ جس میں آپ لوگوں کو سورۂ برات سنانے کے لئے مامور ہوئے جسکو ہم حصۂ اول لسیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ باحسن الانتخاب فی ذکر میشتہ سیدنا ابی تراب میں بیان کر چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا حجۃ الوداع جس میں آپ یمن سے آکر شریک ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تھا اس حج سے واپسی پر آنحضرتؐ نے بمقام غدیر خم ایک طویل خطبہ دے کر خلعت مولائیت

من کنت مولاہ فعلی مولاہ — جسکا میں مولا ہوں علی اوس کے مولا ہیں

سے سربلند فرمایا۔ اس حدیث کو حدیث ولایت کہتے ہیں۔ اسکی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ جلد سوم کتاب السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں ہوگی

آنحضرتؐ کا حج کے موقعہ پر آپکو اپنی قربانی میں شریک فرمانا اور حضرت علی کا تاحیات خود موافق ارشاد آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کرتے رہنا روایات ذیل سے ظاہر ہے۔

ابن اسحاق سیرت نبوی میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ ابن نجیح نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی کو نجران کی طرف بھیجا تھا جب وہاں سے آپ لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں آنحضرتؐ سے ملے۔ حضرت فاطمہ کو دیکھا کہ وہ احرام کھولنا چاہتی ہیں آپنے وجہ پوچھی اونہوں نے فرمایا ہم کو آنحضرتؐ نے عمرہ کا احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم احرام کھولتے ہیں پھر حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوئے جب حالات سفر عرض کر چکے تو آپ سے بھی آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ طواف کر کے اپنے دوستوں کی طرح تم بھی احرام کھول ڈالو آپنے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے احرام باندھتے وقت یہہ نیت کی تھی کہ خداوندا تیرا رسول جس طریقہ پر اپنا احرام کھولے گا میں بھی اوسی طریقہ پر اپنا احرام کھولوں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لئے کچھ ہے عرض کیا نہیں پھر آپنے حضرت علی کو اپنی قربانی میں شریک کیا آپ احرام باندھے رہے یہانتک کہ آنحضرتؐ نے حج سے فارغ ہو کر آپکی طرف سے بھی قربانی کی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۳)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خاص اپنے دست مبارک سے ترسٹھہ قربانی اونٹ کی فرمائی اُن کے علاوہ جسقدر اونٹ قربانی کے لئے رہ گئے تھے اون کی قربانی حضرت علی سے کرائی پھر قربانی کا تھوڑا سا گوشت پکوا کر آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ نے تناول فرمایا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ بروایت صحیح مسلم)

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھکو اپنی قربانی کے بارہ میں حکم دیا کہ یہہ سب خیرات کر دیا جائے اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ بروایت صحیح مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ تاحیات برابر آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کیا کئے۔ بروایت امام احمد و ترمذی حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنے کا حکم عطا فرمایا تھا اسی حکم کی بنا پر آپ شہادت کے وقت تک آنحضرت

کی طرف سے دو مینڈھے قربانی کرتے رہے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ محمدؐ ابن شہاب زہری (جنہوں نے سب سے پہلے بحکم حضرت عمر و ابن عبدالعزیزؒ فن حدیث کو مدون کیا تھا) کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے اپنے تمام اہل قرابت میں سے حضرت علی کو اس قربانی کیلئے مخصوص فرمایا گویا حضرت علی کا قربانی کرنا خود آنحضرت کا قربانی کرنا تھا (ارجح المطالب صفحہ ۳۴۲) مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں ؎

در خانۂ کعبہ گر بود منزل تو	در زمزم اگر سرشتہ باشد گل تو
گر مہر علی نباشد اندر دل تو	مسکین تو و سعی ہائے بے حاصل تو

جہاد

عبادات کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ جہاد کا ہے جس سے نصرت دین مراد ہے تہہ بھی مدار فضل سمجھا جاتا ہے خدا کے نزدیک مجاہد کا مرتبہ کثرت ثواب کی وجہ سے نہایت بلند ہے۔ کلام مجید میں ہے

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی	آرام سے بیٹھنے والے مومن اور وہ جو خدا کی راہ میں
الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم	اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والے ہیں برابر نہیں
وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین	ہو سکتے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین پر
(پ ۵ سورۂ نساء)	فضیلت دی ہے۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں جہاد مع النفس و جہاد مع الاعدار۔

جہاد مع النفس

شارع علیہ السلام نے جہاد مع النفس سے جہاد اکبر مراد لیا ہے ملاحظہ ہو ارشاد نبویؐ

رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر	ہم رجوع کرتے ہیں جہاد صغر سے جہاد اکبر کی طرف

جہاد مع النفس سے مراد خواہشات نفس کی مخالفت کرنا ہے زہد و تقوے و تورع وغیرہ اسکے آلات ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زہد و تقوے و نفس کشی وغیرہ کے تفصیلی حالات ہم فضائل عملی کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ ان بیانات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی بفحوائے مضمون

صداقت مشحون ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سرآمد اتقیا تھے تقوے اور صداقت کا شاہد عادل خود کلام مجید ہے ملاحظہ ہو۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون۔	جو شخص صدق کیساتھ آیا اور اوس کے تصدیق بھی کی وہ متقین سے ہیں۔

ابن عساکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ والذی جاء بالصدق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدق بہ سے حضرت علی مراد ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی نقشبندی ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں۔

والاعمال التی یستحق بھا الخیر الکثیر والثواب الکبیر اربعۃ السبق فی الاسلام والجھاد فی الدین ودفع الاعداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن الدین والعلم الکثیر والفقہ فی احکام اللہ واسرار القرآن والزھد فی الدنیا وھی مجتمعۃ فی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ومتفرقۃ فی غیرہ۔	ایسے اعمال جس سے کہ وہ خیر کثیر وثواب کبیر کے مستحق ہوئے وہ چار ہیں۔ سبقت اسلام۔ جہاد فی الدین اور اعدا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دین سے دفع کرنا اور علم کثیر اور احکام الٰہی میں تفقہ اور اسرار قرآن اور زہد فی الدنیا یہ سب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں مجتمع تھے اور دوسروں میں علیحدہ علیحدہ پائے جاتے تھے۔

جہاد مع الاعداء

قسم ثانی جہاد مع الاعداء میں کفار وغیر کفار (اہل بغی وعناد) سب شامل ہیں اسکی بھی دو قسمیں ہیں جہاد بالدعوت وجہاد بالسیف۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں طریق سے جہاد فرمایا۔

جہاد بالدعوت

اس سے مراد وعظ ونصیحت۔ ترغیب وترہیب سے مخالفین کے تمام شبہات کا رفع کرنا اور اون کے دل کو اسلام کی طرف گرویدہ کرنا ہے۔ اس قسم کا جہاد منشاء بعثت کے مطابق ہونے کی وجہ سے نہایت افضل واعلیٰ ہے۔ حضرت علی کے وعظ سے تمام یمن مشرف بہ اسلام ہوا۔ بحوالہ ابو عمر براء ابن عازب

سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن الولید کو اشاعت اسلام کیلئے یمن بھیجا تھا میں بھی اون کے ساتھ گیا تھا وہاں وہ چھ مہینہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تب آنحضرتؐ نے حضرت علی کو بھیجا جب آپ حدود یمن میں پہونچے تو لوگ آپکے پاس مجتمع ہوگئے آپنے ہم سب کے ساتھ نماز فجر ادا کی بعد نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ کر سنایا اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ ہمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے آپنے یہ آنحضرتؐ کو لکھا آنحضرتؐ بہت محظوظ ہوئے اور سجدہ شکر بجالائے (ریاض النضرۃ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۳۸ وارجح المطالب صفحہ ۱۷۳) اس کے علاوہ متفرق طور پر جو آپنے اشاعت اسلام فرمائی وہ بھی ناظرین سے مخفی نہیں۔

جہاد بالسیف

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے جہاد بالسیف سے جس قدر اسلام کو نفع پہونچا اتنا کسی اور سے نہیں پہونچا امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں۔

وقد کان فی الصحابۃ جماعۃ کابی دجانۃ وخالد بن ولید وکانت شجاعتہ اکثر نفعا من شجاعۃ الکل الاتری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین	صحابہ میں مثل ابو دجانہ وخالد ابن ولید وغیرہ کے ایک ایسی جماعت بھی جو شجاعت میں بہت مشہور تھے لیکن اور ونکی شجاعت سے حضرت علی کی شجاعت سب سے زیادہ نفع رساں تھی کیا تم اس امر پر غور نہیں کرتے کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا تھا علی کی ایک ضرب جن وانس کی عبادت سے افضل ہے

خود پروردگار عالم نے حضرت علی کے جہاد کو دوسرے صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی چنانچہ ارشاد ہے

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ (پ۱۰ سورۂ برات رکوع ۴)	کیا تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر اُس شخص کے برابر سمجھتے ہو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ خدا کے نزدیک برابر نہیں

اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ وابن جریر وابن مندہ والشعبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول والقرظی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی فی سننہ والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابونعیم فی فضائل الصحابۃ قالوا ان علیا والعباس وطلحۃ بن ابی شیبۃ افتخروا فقال طلحۃ انا صاحب البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایۃ والقائم علیہا فقال علی لا ادری لقد صلیت ستۃ اشہر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایۃ الحاج

(ینابیع المودۃ ص۹۳ وارجح المطالب ص۱۷۳)

ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ وشعبی نے اپنی تفسیر میں اور واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں اور قرظی اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور نسائی نے سنن میں اور سیوطی نے درمنثور میں اور حافظ ابونعیم نے فضائل الصحابہ میں تخریج کی کہ ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کی باتیں کر رہے تھے طلحہ نے بیان کیا کہ میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اوسکی کنجی میرے ہاتھ میں ہے اگر میں چاہوں تو وہیں رہوں حضرت عباس نے کہا میں زمزم کا مالک ہوں اور اوس کا نگہبان حضرت علی نے فرمایا اور تو میں کچھ نہیں جانتا میں نے سب سے چھ مہینہ قبل نماز پڑھی اور میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیت اجعلتم سقایۃ الحاج نازل فرمائی

اس امر پر تمام محدثین متفق ہیں کہ حضرت علی سوائے غزوۂ تبوک کے کل مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمدار رہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت علی کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنکے سوا اور کسی دوسرے کی ایسی خصلتیں نہیں (۱) وہ تمام عرب وعجم میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی (۲) وہ آنحضرتؐ کے ہر لشکر میں اُن کے ساتھ علمدار رہے (۳) جس روز آنحضرتؐ کے پاس سے سب لوگ علیحدہ ہو گئے تھے تو وہ موجود رہے (۴) انہیں نے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس و بیت اللہ

کی طرف نماز پڑھی اور آنحضرتؐ کیساتھ ہجرت کی اور بدر و احد و احزاب وغیرہ تمام غزوات میں حاضر رہے اور ان غزوات میں نمایاں کام کئے۔ سراج بلقینی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ کسی مشہد سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرتؐ اس موقع پر آپ کو اپنے عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اُن مشاہد کے کارناموں سے کتب سیر و تواریخ بھری پڑی ہیں جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ہم نے تفصیل سے ان واقعات کو درج کر دیا ہے بعض حضرات نے حضرت علی کے زمانہ خلافت کا حضرات شیخین کے زمانہ خلافت سے اس صورت میں موازنہ کیا ہے کہ حضرات شیخین کے زمانہ میں فتوحات اسلام بہت ہوئے اسلئے جہاد مع الاعدا میں حضرات شیخین حضرت علی سے افضل ہیں اُن حضرات نے اس بحث میں اُن امور کو نظر انداز کر دیا جن کی وجہ سے افضلیت کی وہ حیثیت باقی نہیں رہتی جو ان حضرات نے بزعم خود قائم کی ہے۔ جو لڑائیاں حضرت علی کو اپنے پنج سالہ دور ان خلافت میں پیش آئیں وہ ان حضرات کے نزدیک شاید جہاد مع الاعدا میں شمار کرنے کے لائق نہیں حالانکہ یہ خیال اُن کا غلطی پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ جنگ صفین و جنگ نہروان کا شمار قطعاً جہاد مع الاعدا میں ہے اور ان لڑائیوں کے اجر کی بھی وہی کیفیت ہوگی جو روم اور ایران کے خلاف جنگ کرنے میں تھی اگر حضرات شیخین عند اللہ اُن لڑائیوں کی وجہ سے مستحق اجر تھے تو اُسی اجر کے مستحق حضرت علی بھی ہونگے۔ حضرت علی کی خلافت سے قبل صحابہ کا وہ گروہ جس کو ذات نبوت کے شرف صحبت اور فیض کا نمایاں امتیاز حاصل تھا تقریباً ختم ہو چکا تھا اور اُن کے ورثاء اور نمایندگان میں وہ حقیقی جوش اور سچا احساس دینی خدمات کا نہیں رہ گیا تھا جس پر حضرات شیخینؓ کی کامیابی کا بہت کچھ انحصار تھا۔ حضرت علیؑ کے وقت میں مسلمانوں میں خود غرضی و نفس پرستی ایثار و ہدایت و خلوص کی جگہ لے چکی تھی اور آپ کی وہ کوششیں جو آپنے ان عیوب کی مٹانے کے لئے کیں تھیں اُن کا شمار بھی جہاد ہی میں کیا جائیگا۔ جہاد مع الاعدا کا اجر و دامور پر مبنی معلوم ہوتا ہے ایک اُس تکلیف پر جو انسان کو لڑائی میں اُٹھانا پڑتی ہے دوسرے اس طور پر کہ اس سے دوسروں کو صراط مستقیم کی طرف آنے کا موقع ملتا ہے اور مجاہد الدال علی الخیر کفاعلہ بغیر پر دلالت کرنیوالا مثل فاعل کے ہی

کا مصداق ہوتا ہے جو لڑائیاں کہ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں پیش آئیں اگر اُن پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو اون میں یہہ دونوں امور صاف طور سے نظر آئیں گے برخلاف جنگ ایران و روم وغیرہ کے کہ اُن میں جزو اول کا وجود تو بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے اور اس مدت میں تمامتر وقت آپ کا جمل صفین اور نہروان کے نذر ہوا پھر بھی باوجود اس ابتلا کے آپنے ممالک محروسۂ اسلام کے حدود کو وسیع کرنے کی کوشش فرمائی۔ حارث ابن مرّہ عبدی کو ملک سندھ کی طرف آپ ہی نے جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا اور قزوین اور رے کی طرف بھی آپ ہی نے اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ حضرات شیخین کے دور خلافت کا آپ کے دور خلافت سے موازنہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتا کہ واقعات اور کیفیات بالکل بدل چکے تھے اور جو چیز ایک کے لئے باعث قوت رہچکی تھی وہ دوسرے کے لئے سنگ راہ کا کام دے رہی تھی۔

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۲۵۳ میں لکھتے ہیں ؎

اے برگزیدہ مرخدایت یا امیرالمومنین — خواندہ نفس مصطفایت یا امیرالمومنین
گردنانِ دہر را آوردہ سر ہا زیر حکم — بازوے زور آزمایت یا امیرالمومنین
از نسیم بادِ نوروزی نشاید کرد یاد — پیش خلق جانفزایت یا امیرالمومنین
مدح گر شایستۂ ذات تو باید گفت بس — کیست تا گوید ثنایت یا امیرالمومنین
خاطرِ پیچون من شوریدہ خاطر کے کند — وصف قدر کبریایت یا امیرالمومنین
باہمہ بالا نشینی عقل کُل نابردہ راہ — زیر شاورانِ[1] جاہت یا امیرالمومنین
گر بدے بالاتر از عرش بریں جاے دگر — گفتمی کانجاست جایت یا امیرالمومنین
انچہ تو شایستۂ آنی زروے عز و جاہ — کس نداند جز خدایت یا امیرالمومنین
ماہمہ از درگہ لطفت گدائی میکنیم — اے ہمہ شاہان گدایت یا امیرالمومنین
انچہ عیسیٰ از نفس میکرد در مرمے بود و بس — از لبِ معجز نمایت یا امیرالمومنین

[1] بضم دال مہملہ بساط فرش و پردہ و شامیانہ و سائبان ۱۲ غیاث اللغات

۲ ——— وہبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جن کے حصول میں انسان کی سعی و کوشش کو دخل نہیں ہوتا اور جن کے حصول کا انحصار محض فضل ایزدی پر ہوتا ہے وہبی فضائل کہلاتے ہیں۔ حضرت علی کے فضائل وہبی کا ایک جزو مثلاً مورد آیت تطہیر ہونا۔ آل عبا میں داخل ہونا۔ نفس نبی قرار پانا واقعہ مباہلہ ہم جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ناظرین کے سامنے پیش کر چکے ہیں یہ فضائل احادیث صحیحہ سے بطریق احسن بطور تواتر ثابت ہیں آپ کے ان فضائل کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ بدل مگر چونکہ ان فضائل میں حضرات حسنین اور حضرت فاطمہؑ بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں اس لئے اب ہم اس موقع پر ناظرین کے سامنے وہ فضائل پیش کرنا چاہتے ہیں جن کا تعلق مخصوص آپ ہی کی ذات مبارک سے ہے۔

مماثلت با انبیا علیہم التحیۃ والثنا

اس بحث میں ناظرین کے سامنے میں حضرت علی کے وہ اوصاف اور امور پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں آپ انبیاء ماسبق و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ قبل اس بحث کے ابتدا میں حدیث تمثیل پیش کیجاتی ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی یحیی بن زکریا فی زھدہ والی موسی بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب اخرجہ القزوینی الحاکمی۔ وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد

ابی الحمراء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور فہم میں حضرت نوح کو اور حلم میں حضرت ابراہیم کو اور زہد میں حضرت یحیی کو اور سختی میں حضرت موسی ابن عمران کو دیکھنا چاہتا ہو تو علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔ قزوینی و حاکمی نے اس کی تخریج کی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر

ان ینظر الی ابراھیم فی حلمہ والی نوح فی حکمہ والی یوسف فی جمالہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب اخرجہ الملا فی سیرتہ[1]	کوئی شخص حضرت ابراہیم کا حلم، اور حضرت نوح کی حکمت اور حضرت یوسف کا جمال دیکھنا چاہے تو علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔ ملا نے سیرت میں اسکی تخریج کی

اس حدیث کی ذیل میں فخر الاسلام امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ

ھذا الحدیث یدل علی ان علیا کان مساویا لھؤلاء الانبیاء فی ھذہ الصفات ولا شک ان ھؤلاء الانبیاء کانوا افضل من سائر الصحابۃ والمساوی الافضل افضل فوجب ان یکون علی افضل منھم۔ (ارجح المطالب ص۵۵۴)	یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی ان صفات میں انبیا علیہم السلام کے مساوی تھے اور بلاشک انبیاء تمام صحابہ سے افضل تھے اور افضل کی برابری والا بھی افضل ہوا کرتا ہے اسلئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی بھی (صحابہ) میں افضل ہوں

حضرت علی کی ذات مبارک کو جرح و قدح کے میدان میں لانے والوں نے چونکہ اس حدیث کو بھی مابہ البحث قرار دینے کی بے سود کوشش کی ہے اس لئے میں بھی مختصراً اس حدیث کے صحت و عدم صحت پر ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں ذیل میں اُن حضرات کے اسماء گرامی درج کرتا ہوں جنھوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور اس کو روایت کیا۔ ناظرین اس کو پڑھ کر خود اندازہ کرلینگے کہ اس حدیث کی صحت میں ذرا بھی شک و شبہ کرنے کی گنجایش نہیں۔

(۱) ابو بکر عبد الرزاق ابن ہمام ابن نافع حمیری نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے حضرت ابی ہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو من محفل من اصحابہ ان تنظروا الی آدم فی علمہ و نوح فی ھمہ وابراھیم فی خلقہ وموسی فی مناجاتہ وعیسی فی سننہ ومحمد فی ھدیہ وحلمہ فانظروا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اصحاب کے مجمع میں فرمایا اگر تم حضرت آدم کا علم حضرت نوح کا ارادہ حضرت ابراہیم کا خلق حضرت موسیٰ کی مناجات حضرت عیسیٰ کا طریقہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت

[1] ارجح المطالب صفحہ ۴۵۲ میں بھی یہ دونوں حدیثیں موجود ہیں ابی الحمراء والی حدیث بہ تخریج امام احمد و ابو الخیر قزوینی و فضائل الصحابہ بیہقی مرقوم ہے اور ابن عباس والی حدیث میں اتنی عبارت الی آدم فی علمہ زائد ہے ۱۲

الی ھذا المقبل فتطاول الناس فاذا ھو علی ابن ابی طالب۔

اور حلم کو دیکھنا چاہو تو اس آنے والے کو دیکھو یہ سنکر لوگ بڑھے انہوں نے حضرت علی ابن ابیطالب کو پایا

عبدالرزاق ابن ہمام مشائخ اعلام سے تھے ملاحظہ ہوں کتب اسمار الرجال تاریخ یافعی و ابن خلکان و تہذیب التہذیب وغیرہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت حدیث کی۔ علامہ ذہبی و امام احمد بن حنبل وغیرہ نے آن کی پورے طور پر توثیق کی۔ امام احمد بن حنبل کا قول محمد بن طاہر مقدسی رجال صحیحین میں لکھتے ہیں کہ اگر معمر کی حدیث میں اختلاف ہوا تو عبدالرزاق کا قول صحیح مانا جائیگا۔ ابو عبداللہ یاقوت ابن عبداللہ رومی حموی بغدادی نے معجم الادبا میں اس حدیث کو بروایت عبدالرزاق لکھا ہے اور استشہاد میں قصیدہ ابن المقفع (مصنفہ محمد بن احمد بن عبداللہ کاتب مشہور بہ ابن المقفع) کو بھی لکھا۔ یاقوت حموی کی روایت اور استدلال اس لئے اور زیادہ وقیع ہے کہ وہ (بقول ابن خلکان) نہایت متشدد اور متعصب خارجی تھا اور حضرت علی کا سخت ترین مخالف، اگر ذرا بھی شک کی گنجایش ہوتی تو اوس کے قلم سے یہہ حدیث کبھی نہ نکلتی (ملاحظہ ہو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

(۲) امام احمد ابن حنبل جو حسب تحریر امام نووی وقول حضرت بشر حافی قائم مقام انبیا تھے جیسا کہ تہذیب الاسمار واللغات سے واضح ہے۔ انکی روایت کو شیخ سلیمان حنفی بلخی نے ینابیع المودۃ صفحہ ۱۲۱ باب الاربعون فی کون علی شبیہا بالانبیا علیہم السلام میں بہ ایں الفاظ لکھا ہے کہ

اخرج احمد بن حنبل فی مسندہ واحمد البیہقی فی صحیحہ عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی عزمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسی فی ھیبتہ والی عیسی فی زھدہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب وقد نقل ھذا الحدیث فی شرح المواقف والطریقۃ المحمدیہ

امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں ابی الحمراء اسکی تخریج کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم حضرت آدم وعزم حضرت نوح وحلم حضرت ابراہیم وہیبت حضرت موسیٰ وزہد حضرت عیسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابیطالب کو دیکھے۔ یہہ حدیث شرح مواقف اور طریقہ محمدیہ میں منقول ہوئی ہے۔

(۳) ابو حاتم محمد ابن ادریس رازی نے اس حدیث کو محمد بن عبداللہ بن المثنی انصاری سے اونہوں نے حمید سے اونہوں نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کیا کہ مکہ معظمہ میں حضرت علی کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں آنحضرتؐ آئے اور ہم سے فرمایا جو شخص علم آدم۔ فہم نوح۔ حلم ابراہیم۔ شدت موسیٰ۔ زہد عیسیٰ بہار محمد وامانت جبرئیل دکوکب دری وشمس الضحیٰ وقمر المضی کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔ اس روایت کو ابو محمد احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتےٰ شرح سورۂ ہل اتیٰ میں حسین بن محمد بلخی سے اونہوں نے عبداللہ ابن ابی منصور سے اونہوں نے ابو حاتم محمد ابن ادریس رازی سے روایت کیا۔ ابو حاتم ثقات و اعاظم وستند علما میں تھے ملاحظہ ہوں کتاب الانساب سمعانی وکامل ابن اثیر ومصنفات علامۂ ذہبی مثل سیر النبلا وتذکرۃ الحفاظ وتذہیب التہذیب وتاریخ العبر ودول الاسلام والکاشف وطبقات سبکی و تاریخ یافعی وتہذیب التہذیب وتقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی وطبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی

(۴) ابن شاہین ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان نے کتاب السنۃ میں اس حدیث کو محمد بن الحسین بن حمید بن الربیع سے اونہوں نے محمد بن عمران بن حجاج سے اونہوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اونہوں نے ابی راشد حرانی سے اونہوں نے ابو ہارون عبدی سے اونہوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علی ابن ابی طالب آئے آپ نے اون کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص علم آدم وحکمت نوح وحلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے وہ انہیں دیکھے۔ ابن شاہین کے مدائح ومحامد کے لئے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی۔ کامل ابن اثیر۔ اسماء الرجال مسند امام ابی حنیفہ محمد بن محمود خوارزمی۔ طبقات جزری وتاریخ العبر ذہبی۔ تاریخ یافعی۔ طبقات وفیات العقول سیوطی طبقات المفسرین شمس الدین داؤدی مالکی۔ تاریخ الخمیس۔ شرح مواہب۔

(۵) ابو عبداللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد بن احمد بن بطہ عکبری البطی نے ابو ذر احمد بن محمد باغندی سے اونہوں نے محمد باغندی سے اونہوں نے مسعر بن یحییٰ نہدی سے اونہوں نے شریک سے اونہوں نے ابن اسحاق سے، انھوں نے اپنے والد سے اونہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ ہم لوگوں کی ایک جماعت کیساتھ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے آنحضرت اون کو

دیکھ کر فرمانے لگے اگر کوئی شخص علم آدم وحکمت نوح وحلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے تو علی ابن ابیطالب کو دیکھے
اس حدیث کو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے ابوالحسن بن المقیر بغدادی سے اونہوں نے مبارک بن الحسن
شہرزوری سے اونہوں نے ابوالقاسم ابن البسری سے اونہوں نے ابوعبداللہ ابن بطہ عکبری سے
روایت کیا۔ اسی حدیث کی بنا پر محمد ابن یوسف گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب
میں ایک باب اس عنوان سے منعقد کیا۔

الباب الثالث والعشرون فی تشبیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب بآدم علیہ السلام فی علمہ وانہ مثلہ بنوح فی حکمتہ ومثلہ بابراھیم خلیل الرحمن فی حلمہ

باب تیئیس اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابیطالب کو علم میں حضرت آدم سے تشبیہ دی اور حضرت نوح سے حکمت میں اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمن سے حلم میں تمثیل دی۔

علامہ ابن بطہ جلال الدین سیوطی کے شیوخ میں سے تھے آپ اکابر محدثین واجلۂ فقہا سے ہیں (ملاحظہ ہوں تصانیف ذہبی وسمعانی وتراجم الحفاظ مرزا محمد بدخشانی وغیرہ)

(۶) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ضبی طہمانی معروف بہ حاکم نے ابوجعفر محمد بن سعید سے انھوں نے محمد بن مسلم سے انھوں نے عبد ابن موسیٰ عبسی سے انھوں نے ابوعمر ازدی سے انھوں نے ابواسحٰق جرانی سے انھوں نے ابی الحمراء سے روایت کی چنانچہ ابوالمویدموفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم مناقب خوارزمی فصل سابع صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ مجھسے شیخ زاہد حافظ ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی نے بیان کیا ان سے شیخ القضاۃ اسمٰعیل بن احمد واعظ نے ان سے احمد بن حسین بیہقی نے ان سے خبردی ابوعبداللہ الحاکم حافظ صاحب تاریخ نیشاپور نے تاریخ میں احمد بن حسین بیہقی کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کو بجز ان سندوں کے اور کسی سند سے نہیں لکھا حاکم کی جلالت قدر ورفعت شان وتبحر حدیث وتمہر بعلم جرح وتعدیل واسماء رجال محتاج بیان نہیں ملاحظہ ہوں کتب مشاہیر علما مثل ذہبی وسیوطی وسبکی وکفوی وابن خلکان وابوالفدا وابن الوردی وغیرہ

(۷) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصبہانی نے اس حدیث کو محمد بن احمد بن ابراہیم سے انھوں نے حسین بن علی بن حسین سکونی سے انھوں نے سعید بن مسعود بن یحیی بن حجاج نہدی سے انھوں نے

اپنے والد سے اُنہوں نے شریک سے اُنہوں نے ابو اسحاق سے اُنہوں نے حارث اعور علدار حضرت علی سے روایت کی کہ مجھکو خبر پہونچی کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کو دکھلاؤں جو علم میں حضرت آدم وفہم میں حضرت نوح وحکمت میں حضرت ابراہیم کا مثل ہے اتنے میں حضرت علی آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کس شخص پر آپ تین رسولوں کا قیاس فرماتے ہیں مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے اُنہوں نے عرض کیا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ای ابوالحسن مبارک ہو تمہارا مثل کون ہے اس روایت کو بھی اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی صفحہ ۵۳ میں محدث دیلمی ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ سے (اجازتاً) روایت کیا اور انہوں نے ابوالفتح عبدوس ابن عبداللہ ابن عبدوس ہمدانی سے اُنہوں نے ابو طالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے انہوں نے حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن فورک اصبہانی سے۔ محدثین میں ابن مردویہ کا پایہ بھی مسلمہ ہے ملاحظہ ہو تصانیف ذہبی وزاد المعاد ابن قیم حنبلی وزرقانی وابن کثیر وحلبی وشعرادی وسیوطی وجزری وغیرہ

(۸) ابونعیم احمد بن عبداللہ ابن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی نے اس حدیث کو فضائل الصحابہ میں مرفوعاً روایت کیا اس روایت میں بجائے "حکمت ابراہیم" کے "خلت ابراہیم" ہے اس روایت کی تخریج محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ میں کی۔ ابونعیم کے حالات اُن کے فضائل وتبحر علم حدیث محتاج بیان نہیں ملاحظہ ہوں کتب فضائل شافعی مصنفہ فخر الدین رازی وابن خلکان ومنہاج السنۃ لابن تیمیہ حنبلی وزاد المعاد ابن قیم واسماء الرجال جامع مسانید ابی حنیفہ وتاریخ العبر ذہبی وطبقات سبکی وکتاب الوافی بالوفیات وتاریخ یافعی وطبقات شافعیہ واسماء رجال مشکوۃ وغیرہ وغیرہ۔

(۹) احمد ابن حسین بیہقی نے اس حدیث کو حاکم سے حسب تحریر اخطب خوارزم روایت کیا انہیں کی روایت کو ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۱۸ میں اور ابن الصباغ نورالدین علی بن محمد

ور حسین بن معین یزدی میبندی و مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشانی و احمد بن عبد القادر عجیلی نے لکھا۔
بیہقی کا شمار اعاظم علما و محدثین میں سے ہے ملاحظہ ہوں معجم الادبا یاقوت حموی و انساب سمعانی و
ابن اثیر و ابن خلکان و ابو الفدا ر و کتب ذہبی و یافعی و سبکی و سیوطی و علی قاری و زرقانی وغیرہ
(۱۰) ابو الحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے اس حدیث کو مناقب میں احمد بن محمد بن عبد ابو نبا
سے اونہوں نے حسین بن محمد بن حسین العدل علوی واسطی سے اونہوں نے محمد بن محمود سے اونہوں نے
ابراہیم بن مہدی سے اونہوں نے ابان بن فیروز سے انہوں نے حضرت انس ابن مالک سے
روایت کیا۔ ابن المغازلی بھی اکابر محدثین سے تھے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی و ابن خلکان و تراجم
الحفاظ میرزا محمد بدخشانی و تذکرۃ الحفاظ ذہبی وغیرہ
(۱۱) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے اپنی کتاب فردوس الاخبار میں روایت
کیا۔ دیلمی کے محامد کتاب رافعی و تصانیف ذہبی و فیض القدیر مناوی وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں
(۱۲) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے دین الفتی فی شرح سورۂ ہل آتے میں بطرق متعدد ابو الحمراء
سے اس حدیث کو مع اسناد روایت کیا
(۱۳) ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص العلویہ میں روایت کیا۔ نطنزی سمعانی کے شیخ
واستاد تھے انکا حال صلاح الدین صفدی نے وافی بالوفیات میں لکھا
(۱۴) ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے اس حدیث کو مسند الفردوس
میں اس سند سے روایت کیا کہ مجھ سے میرے والد (شیرویہ) نے بیان کیا اون سے قاضی مکی بن وکین
نے اس سے علی بن محمد بن یوسف نے اس سے فضل کندی نے اس سے عبد اللہ بن محمد بن الحسن
مولی بنی ہاشم نے ان سے علی بن الحسین نے اس سے احمد بن ابی ہاشم نوفلی نے اس سے عبد اللہ بن
عبید اللہ موسیٰ نے اس سے ابو العلاء نے اس سے ابو اسحاق سبیعی نے اس سے ابی داؤد نے
اس سے نقیع نے اس سے ابی الحمرا رضی اللہ عنہ نے۔ دیلمی کا شمار مشاہیر حفاظ و اجلہ محدثین میں
ہے ملاحظہ ہوں کتب ذہبی و طبقات شافعیہ و مقالید الاسانید وغیرہ

(۱۵) ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق مکی معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی میں اس حدیث کو بہ اسناد لکھا ہے اخطب خوارزم کا شمار عمائد فقہا و اعاظم فضلا میں ہے ملاحظہ ہو جواہر مضیہ و تاریخ ابن النجار و حسن المحاضرہ وغیرہ

(۱۶) ابو الخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل بن یوسف طالقانی قزوینی الحاکمی۔ انکی روایت کو محب الطبری محب الدین احمد بن عبد اللہ نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں و ذخائر العقبی مشمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۲۱۴ میں لکھا ہے۔ ابو الخیر حاکمی کا حال کتاب التدوین رافعی و عبر ذہبی و یافعی و طبقات القراء ابن الجزری و طبقات الشافعیہ و طبقات المفسرین میں ملاحظہ ہو

(۱۷) عمر بن محمد بن خضر المعروف بہ ملا اردبیلی صاحب سیرت نے وسیلۃ المتعبدین میں لکھا آن کی روایت کو محب طبری نے ریاض النضرہ و ذخائر العقبی میں لکھا۔ ملا عمر اجلہ صالحین و اکابر مشائخ سنی تھے

(۱۸) نور الدین ابو حامد محمود بن محمد الصالحانی آن کی روایت توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل مصنفہ سید شہاب الدین احمد میں ہے۔

(۱۹) کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ قرشی صاحب مطالب السئول (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲ مطالب السئول)

(۲۰) محمد بن یوسف گنجی شافعی صاحب کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابیطالب (باب الثالث والعشرون)

(۲۱) محب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری صاحب ریاض النضرہ و ذخائر العقبی۔

(۲۲) سید علی بن شہاب الہمدانی نے مودۃ القربی میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وآلہ وسلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی	نے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے اس امر کو کہ حضرت اسرافیل
ھیبتہ والی میکائیل فی مرتبتہ والی جبرائیل	کی ہیبت اور حضرت میکائیل کا مرتبہ اور حضرت جبرئیل
فی جلالتہ والی آدم فی علمہ والی نوح فی خشیتہ	کی بزرگی اور حضرت آدم کا علم اور حضرت نوح کا
والی ابراھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ و	خوف اور حضرت ابراہیم کی خلت اور حضرت یعقوب کا
الی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ و	حزن اور حضرت یوسف کا جمال اور حضرت موسیٰ کی مناجات

والی ایوب فی صبرہ والی یحیی فی زھدہ والی عیسیٰ فی عبادتہ والی یونس فی ورعہ و الی محمد فی حسبہ وخلقہ۔ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلۃ من خصائل الانبیاء جمعھا اللہ ولم یجمعھا فی احد غیرہ الحدیث وعد ذلک فی کتاب جواھر الاخبار

اور حضرت ایوب کا صبر اور حضرت یحیٰی کا زہد اور حضرت عیسیٰ کی عبادت اور حضرت یونس کا ورع اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی حسب اور خلق دیکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ علی کو دیکھے اللہ تعالیٰ نے اس میں پیغمبروں کی نوے خصلتیں جمع کی ہیں اونکے علاوہ اور کسی میں نہیں جمع کیں جواہر الاخبار میں یہہ حدیث مروی ہے

(ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۸)

ہدایت السعداء میں بھی ہے۔

(۲۳) سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل قلمی باب ۱۸)

(۲۴) ملک العلما شہاب الدین ابن عمر دولتابادی (مناقب السادات قلمی)

(۲۵) نورالدین علی بن محمد ابن الصباغ المالکی (فصول المہمہ صفحہ ۲۱)

(۲۶) کمال الدین حسین بن معین الدین میبذی (فواتح قلمی)

(۲۷) عبدالرحمٰن بن عبدالسلام الصفوری الشافعی (نزہتہ المجالس)

(۲۸) ابراہیم ابن عبداللہ وصابی یمنی شافعی (اکتفا فی فضیلۃ اربعۃ الخلفا)

(۲۹) جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بجمال الدین محدث (الرعین فی مناقب امیر المومنین قلمی)

(۳۰) شیخ احمد بن الفضل ابن محمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل قلمی)

(۳۱) مرزا محمد بن معتمد خاں البدخشی (مفتاح النجا فی مناقب آل العبا قلمی)

(۳۲) محمد صدر عالم بط شیخ ابوالرضا (معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

(۳۳) شیخ محمد صالح کشفی (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۱)

(۳۴) شیخ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر یمانی صنعانی (روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۵۸)

(۳۵) شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی (ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل قلمی)

(۳۶) مولانا ولی اللہ مولوی حبیب اللہ لکھنوی فرنگی محلی (مرآۃ المومنین فی مناقب اہلبیت سید المرسلین قلمی

(۳۷) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ)

(۳۸) مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب)

آن علما کے علاوہ حضرت فرید الدین عطار نیشاپوری نے اس کو نظم بھی کیا ہے ؎

اے پسر تو بے نشانی از علی	عین ولام و یا بدانی از علی
از دم عیسیٰ کسی گر زندہ خاست	او بدم دست بریدہ کرو راست
مصطفےٰ گفتش توئی آدم بعلم	نوح فہم ابراہیم حلم
ہمچو یحییٰ زہد و موسیٰ بطش کیست	گر نمیدانی شجاع دین علی است
بس محمد چوں جمال دوست دید	ہر کمال راکہ آن او ست دید

اس حدیث کے صحت کے متعلق جو کچھ کہ اوپر لکھا گیا اس سے بخوبی یہہ تو ثابت ہے کہ حدیث تشبیہ کو حضرت ابوہریرہؓ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت جابرؓ۔ حضرت ابی الحمراءؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور انہیں کی روایت شائع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب کرام کے مجمع میں یہہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خصوصیت کے ساتھ استفسار کرنا اس حدیث کے صحیح و متواتر ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش کو باقی نہیں رکھتا۔ منزلت ہارونی عطا ہونا۔ حدیث منزلت انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اور مثیل عیسیٰ ہونا حدیث مستخرجہ بزار و ابو یعلیٰ و حاکم سے بھی ثابت ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فیک مثلاً من عیسیٰ احبہ قوم فہلکوا فیہ وابغضوا قوم فہلکوا فیہ۔	حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے علی تم عیسیٰ کے مثل ہو ایک قوم نے اون سے اتنی محبت کی کہ اوس میں وہ ہلاک ہوئے ایک قوم نے اون سے بغض رکھا اوس بغض میں وہ ہلاک ہوئے۔

مرقومۂ بالا احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشابہت حضرات انبیا علیہم السلام سے

ثابت ہے۔ مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے آپ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کی صفوت۔ حضرت نوحؑ کی برکت۔ حضرت سلیمانؑ کی حشمت۔ حضرت داؤدؑ کا اخلاق۔ حضرت موسیٰ کی مناجات۔ حضرت ادریسؑ کی منزلت۔ حضرت عیسیٰ کا زہد۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کو دیکھنا چاہے وہ میرے بھائی علی کو دیکھے۔ صحابہ میں سے کسی ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سب فضائل حضرت علی میں جمع ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اس کو میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بارہ انبیا کے مساوی علی کو کیا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہا ان اللہ اصطفی آدم (اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آدم کو) علی کو کہا ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ (پھر وارث کیا ہم نے اُس کتاب کا اُن کو جنکو برگزیدہ کیا ہم نے اپنے بندوں سے) حضرت نوحؑ کو کہا انہ کان عبدا شکورا (تھا وہ بندہ شکرگذار) علی کو کہا انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (رہنے سیدھے راستہ کی ہدایت کی بعض اُن میں شکرگذار ہیں اور بعض ناشکر) حضرت سلیمانؑ کو کہا وآتیناہ ملکا عظیما۔ (اور دیا ہم نے بہت بڑا ملک) علی کو کہا اذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا (جبکہ دیکھا تم نے پھر دیکھا تم نے بہت اور بہت بڑے ملک کو) حضرت ابراہیمؑ کو کہا وابراھیم الذی وفی (اور ابراہیم وہ ہے جس نے پورا کیا) علی کو کہا یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا (پورا کرتے ہیں منت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر پھیلنے والا ہے) حضرت اسماعیلؑ کو کہا فلما اسلما وتلہ للجبین (جبکہ مطیع ہوئے پچھاڑا اوس کو ماتھے پر) علی کو کہا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (بعض اُن میں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنے نفس کو اللہ کے رضامندی سے) حضرت ایوب کو کہا انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب (پایا ہم نے اوسکو صابر اچھا بندہ رجوع کرنے والا ہے) علی کو کہا وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا (اور بدلہ دیا اُس کو اُسکے صبر کا بہشت اور ریشمی کپڑوں سے)۔ حضرت

موسیٰؑ کو کہا انہ کان رسولاً نبیاً (بیشک وہی تھا رسول اور نبی) علی کو کہا اِنَّ الابرار یشربون من کاساً کان مزاجھا کافورا (نیک کام والے پئیں گے پیالہ کہ جس میں کافور ہوگا) حضرت داؤدؑ کو کہا انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ہم نے گردانا تم کو خلیفہ زمین میں) علی کو کہا و یستخلفھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (اور خلیفہ کرینگے اون کو زمین پر جیسا کہ اون کے قبل خلیفہ کیا تھا ہمنے) حضرت ادریسؑ کو کہا و رفعناہ مکاناً علیاً (اور بلند کیا ہم نے اون کو مکان بلند سے) علی کو کہا و سندس خضر و استبرق و حلوا اساور من فضۃ و سقٰھم ربھم شراباً طھورا (لاہی وسبز و جگمگا اور پہنا جائینگے کنگن چاندی کے اور پلایا جائیگا اون کو شراب طہور) حضرت عیسیٰؑ کو کہا اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ (وصیت کی ساتھ صلاۃ اور زکوۃ کے) علی کو کہا والذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (اور وہ لوگ ہیں جو قایم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہی رکوع کرتے ہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر (وہی ہمنے تجکو کوثر پس نماز پڑھ اپنے پروردگار کی اور قربانی کر) علی کو کہا عیناً یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا (چشمہ ہے کہ پیتے ہیں اوس میں خدا کے بندے اور چیر لیجاتے ہیں اوس کو اچھی طرح)

(۱) تمثیل با حضرت آدم علیہ السلام

اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کے متعلق کلام مجید میں ارشاد فرمایا وعلم آدم الاسماء کلھا آدم کو تمام سب اسما سکھائے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق ارشاد فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا وعلی عیبۃ علمی میں علم کا شہر ہوں اور علی اوس کا دروازہ ہیں باعلی میرے علم کا خزانہ ہے۔ احمد بن علی عاصمی نے زین الفتیٰ میں حضرت علی کی مشابہت حضرت آدم علیہ السلام سے دس چیزوں میں ذکر کی (۱) خلق وطینت میں (۲) مکث و مدت میں (۳) صاحبیت و زوجیت میں (۴) ترویج و خلعت میں (۵) علم و حکمت میں (۶) ذہانت و فطانت میں (۷) امارت و خلافت میں (۸) عداوت و مخالفت میں (۹) وفات و وصیت میں (۱۰) اولاد و عترت میں

(۲) تمثیل با حضرت شیث علیہ السلام

تمام اولاد حضرت آدم علیہ السلام میں حضرت شیثؑ اجود و احسن و باصلاحیت تھے حضرت آدمؑ نے انہیں اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وصی کیا

عن انس ابن مالك قال قلنا لسلمان سل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وصیہ فقال سلمان یا رسول اللہ من وصیك فقال یا سلمان من وصی موسی فقال یوشع بن نون قال صلی اللہ علیہ وسلم وصیی و وارثی یقضی دینی وینجز موعدی علی ابن ابی طالب	حضرت انس کہتے ہیں کہ ہمنے سلمان فارسی سے کہا کہ تم آنحضرت سے پوچھو کہ آپکا وصی کون ہے سلمان نے عرض کیا آنحضرت نے فرمایا کہ موسیٰ کا وصی کون تھا سلمان نے کہا یوشع بن نون تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا علی ابن ابیطالب ہے
(ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ و ارجح المطالب صفحہ ۲۹)	اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مناقب میں روایت کیا ہے

جود کا یہ حال تھا کہ خلعت و طعمہ من الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً سے سرفراز ہوئے۔ احسن ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کے ذکر اور آپکے چہرہ کی طرف نظر کرنے کو عبادت فرمایا ذکر علی عبادۃ والنظر الی وجہ علی عبادۃ آپکو دیکھ کر لوگ کلمہ پڑھتے کہ لا الہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتیٰ۔ صلاحیت کے متعلق آیات قرآنی ناطق اور واقعات زندگی شاہد عادل ہیں۔

(۳) تمثیل با حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریسؑ نشر علوم غریبہ (مثل حکمت و ریاضی و افلاک اسرار طبیعی و الٰہی و منطق و حساب و نجوم) میں اور فنون میں (مثل صنعت حدادی وغیرہ کے) کمال رکھتے تھے۔ جہاد سیفی و سنانی کی ابتدا انہوں نے کی۔ کلام مجید میں انکی مخصوص صفت صدیقیت بیان ہوئی۔ حضرت علی کی ذات سے جیسی کچھ نشر و اشاعت علوم و فنون عجیبہ و غریبہ کی ہوئی وہ اس کتاب کے پڑھنے والے پر بخوبی ظاہر ہے۔ جہاد سیفی و سنانی کا کمال مسلمہ ہے محتاج بیان نہیں۔ اب رہی صدیقیت اس کے متعلق آیت والذی جاء بالصدق و صدق بہ برہان واثق ہے۔

(۴) تمثیل با حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ تقوے وفہم وحکمت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی میں بھی یہہ تینوں صفات بدرجۂ کمال موجود تھے (ملاحظہ ہوں آپ کے فضائل علمی وعملی) حضرت نوحؑ نے سفینہ کو ذریعۂ نجات قرار دیا اور جو شخص اُس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی۔ حضرت علی کی ذات اقدس کو آنحضرتؐ نے خود سفینۂ نوح قرار دیا۔

مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا — میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کے مثل ہے جس نے متابعت
نجی ومن تخلف عنھا فقد ھلك (مشکوٰۃ شریف) — اوس نے نجات پائی جس نے علیحدگی اختیار کی ہلاک ہوا

حضرت علی کا اہلبیت میں شامل ہونا ہم احسن الانتخاب میں ثابت کر چکے ہیں۔ متابعت سے مراد حُبّ حضرت علی واہلبیت ہے۔

(۵) تمثیل با حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہودؑ کے اوصاف میں سخاوت وعبادت وحمیت تھی۔ حضرت علی کے حالات زندگی صاف بتاتے ہیں کہ آپ میں یہہ اوصاف علیٰ وجہ الکمال موجود تھے۔ مقروض متوفی کا قرض ادا کرنا۔ سائل کو رد نہ کرنا کمال سخاوت کی دلیل ہے۔ عبادت کی یہہ کیفیت تھی کہ ہمعصروں کا مقولہ تھا کہ کوئی ہاشمی ایسا عابد دیکھا ہی نہیں گیا۔ رحم کا یہہ حال تھا کہ لوگ برابر آپ کو بُرا بھلا کہتے آپ درگذر فرماتے واقعات حسن خلق۔ شفقت علی الخلق۔ عفو کرم۔ حمایت قوم وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

(۶) تمثیل با حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالحؑ زمرہ انبیاء علیہم السلام میں نہایت حسین وجمیل وتقوے وصلاحیت میں ممتاز تھے آپ کا بہترین معجزہ آپکا ناقہ تھا اُس کا عاقر یعنی قتل کرنیوالا اشقی الاولین قرار دیا گیا۔ حضرت علی کا حسن وجمال۔ حلیۂ ظاہری سے اور تقوے وصلاحیت آپ کے اعمال وافعال سے پورے طور پر واضح ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین بدیہی معجزہ حضرت علی تھے کہ جن کا قاتل اشقی الآخرین قرار پایا۔

(۷) تمثیل با حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ خلت میں ممتاز تھے۔ حضرت علیؓ کے حلم کے واقعات اور اُس کے متعلق ارشادات نبوی ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ خلت دلیل شدت ہیجان یعنی محبت ہوا کرتی ہے نفع بخش محبت وہی ہے جو خدا کے ساتھ ہو حضرت علیؓ کی محبت خدا اور رسول کے ساتھ احادیث سے ظاہر ہے جنگ خیبر میں علم دیتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لاعطین ھذہ الرایۃ رجلا یحب اللہ و رسولہ یحبہ اللہ و رسولہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

ہم ایسے شخص کو یہ علم دینگے جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور جسکو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں

یا بہترین دلیل خلت آنحضرتؐ کے ارشادات حسب ذیل ملاحظہ ہوں کہ

علی ممسوس فی ذات اللہ — علی خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر خانہ کعبہ فرمائی اور بت شکنی فرمائی۔ حضرت علیؓ نے کعبہ کے اندر بمد دو معیت رسول اللہ بتوں کو توڑا اور حسب ارشاد نبوی خود بمنزلہ کعبہ کے ہوئے۔ ابن المغازلی مناقب میں حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اس امت میں علی کی مثال کعبہ کی ہے جسکی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اوس کا حج فرض ہے (محرر سطور کے نزدیک یہاں پر حج سے مراد حُب واتباع و تعظیم و وقار ہو سکتا ہے) دیلمی کبیر فردوس الاخبار میں حضرت ابن عباسؓ سے اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ اے علی تم بمنزلہ کعبہ کے ہو لوگوں کو چاہئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں نہ کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ۔ بعض علما کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے اوصاف خاصہ حسب ذیل تھے۔

(۱) عرفان (۲) خوف عاقبت باوجود مامون العاقبت ہونے کے (۳) استجابت دعا۔

حضرت علیؓ میں بھی یہ تینوں باتیں موجود تھیں (۱) عرفان میں کمال اتم تھا آپ کے فیض صحبت سے ہزارہا عرفا ہوتے چلے آئے اور تا قیامت ہوتے چلے جائینگے فیضان ولایت و عرفان مسدود نہیں اس سے بڑھ کر کمال عرفان کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے (۲) خوف کا یہ عالم تھا کہ حضرت امام حسنؑ

نے ایک مرتبہ بیت المال سے شہد بلا اطلاع لے لیا تھا حضرت علی بوجہ خوف بہت روئے اور استغفار کیا (اس قسم کے واقعات فضائل علمی میں بیان ہو چکے) (۳) دعا مستلزم عبودیت ہے عبودیت اسی زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ مخلع بخلعت ابوتراب ہوئے۔

(۸) تمثیل با حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط کا میلان خاطر حضرت ابراہیمؑ کی جانب زائد تھا امام ثعلبی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت لوط کا نام لوط بوجہ شدت حب ابراہیمی کے ہوا حضرت ابراہیم بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت علی کے حب کی حالت خود آنحضرتؐ کے ارشادات دیگر جان نثاری وغیرہ سے ظاہر ہے آنحضرت خود آپ کو اتنا چاہتے تھے کہ دعا فرماتے

اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیاً شکوۃ شریف ص۵۵۶ یا اللہ مجھکو موت نہ دے جبتک کہ علی کو دکھا نہ دے

(۹) تمثیل با حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل (موافق خواب حضرت ابراہیمؑ) خدا کی راہ میں اور حضرت ابراہیمؑ کی محبت و خوشنودی میں اپنی جان کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت علی نے بھی شب ہجرت اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ اور بارہا اپنے سے زیادہ قوی بہادروں سے مبارزت کی اور اپنی جان پر کھیلے حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے والد کیساتھ کعبہ شریف کی تعمیر کی حضرت علی نے آنحضرتؐ کیساتھ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد فرمایا آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو منجز الوعد (وعدوں کو پورا کرنیوالا) فرمایا حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء تھے جنکے متعلق تمام انبیاء برابر بشارتیں دیتے آئے حضرت علی کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مہدی کے ظہور کو مقدر کیا جن کے محامد اوصاف آنحضرتؐ نے بیان فرمائے جو خاتم الاولیاء ہونگے

(۱۰) تمثیل با حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق کی اولاد میں بیشتر انبیاء جلیل القدر ہوئے۔ حضرت علی کی اولاد میں ائمہ اطہار ہوئے جو حامل کمالات و حالات آنحضرتؐ تھے۔

(۱۱) تمثیل با حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب کو جسطرح اپنی تمام اولاد میں حضرت یوسفؑ محبوب و مرغوب تھے۔ حضرت علی کے یہاں تمام اولاد میں حضرات حسنین کا وہی مرتبہ تھا۔ حضرت یعقوب کا مقبول خدا ہونا خود اُن کے نام اسرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرا کے معنی مقبول اور ایل کے معنی خدا کے ہیں۔ اسی طرح حضرت علی کا مقبول خدا ہونا بھی آنحضرتؐ کی اُس دعا سے ظاہر ہی جو اُنھوں نے دربارہ اکل طیر فرمائی تھی بلا تخصیص اسم کے اور اُس دعا کی قبولیت کا حضرت علی کی تشریف آوری سے ظہور پذیر ہونا اس سے بڑھ کر مقبولیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے (واقعہ طیر کا بیان آیندہ بضمن بیان "مقبول حق" آئیگا۔ اور حدیث طیر کا بیان مع طرق متعددہ و بیان جرح و تعدیل وغیرہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں ناظرین ملاحظہ کریں گے)

(۱۲) تمثیل با حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ حُسن و جمال میں مشہور تھے۔ حضرت علی بھی آنحضرت کے بعد اپنے حُسن و جمال میں تمام عرب میں مشہور ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے چہرہ سے فال بھی لی۔ قاعدہ ہے کہ فال کسی اچھی چیز سے لی جاتی ہے حضرت علی کے حسن الوجہ ہونے کے اس بہتر اور کوئی دلیل نہیں کہ آنحضرتؐ نے فال لی۔

(۱۳) تمثیل با حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ کے خاص اوصاف میں صبر و تحمل تھا ملاحظہ ہو آیۂ کلام اللہ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا[1] نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ حضرت علی کے صبر و تحمل کے واقعات ہم اوپر لکھ چکے ہیں ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان امور میں آپ کسقدر حضرت ایوبؑ سے مماثل تھے۔

(۱۴) تمثیل با حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیبؑ تمام نبیوں میں نہایت فصیح اللسان تھے اسی وجہ سے ملقب بہ خطیب الانبیا تھے۔ حضرت علی کی فصاحت و بلاغت پر علمائے عرب متفق ہیں آپکے خطبات و مواعظ میں فصاحت

---

[1] پایا ہمنے اس کو صابر اچھا بندہ رجوع کرنے والا ہے ۱۲

کی کیفیت ظاہر ہے۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق "فضائل ذہنی" ملاحظہ ہوں۔

(۱۵) تمثیل با حضرت موسیٰ علیہ السلام

حدیث تشبیہ مرقومہ بالا میں حضرت موسیٰؑ کے اوصاف بطش و شدت بیان ہوئے۔ جن کی تمثیل حضرت علی کیساتھ دیگئی۔ حضرت موسیٰؑ میں یہہ اوصاف بلحاظ خشیت الٰہی و خوف خداوندی مخصوص طور پر تھی جس کی وجہ سے آپ ہر چیز سے بے پروا تھے۔ بعینہ حضرت علی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ کسی معاملہ میں آپ بھی کسی کی پروا نہیں کرتے آپ کے حقیقی بھائی عقیل ابن ابی طالب ناراض ہو گئے۔ محبوب ترین شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس بصرہ سے چلے گئے حضرت علی نے کچھ پروا نہ کی خود آنحضرتؐ کے ارشادات کہ علی خدا کی ذات میں سخت ہے اور خدا کی ذات میں دیوانہ ہے اسی صفت کے شعر ہیں۔

(۱۶) تمثیل با حضرت ہارون علیہ السلام

اخوت اور موافقت میں حضرت ہارونؑ فرد تھے حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تھی کہ خدایا ہارون کو میرا وزیر کر اور میرے جملہ امور میں اوسکو میرا شریک بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھی وقت نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین اپنی اخوت و وزارت سے سرفراز کیا (ملاحظہ ہو احسن الانتخاب)

اس کے علاوہ آنحضرت نے غزوۂ تبوک میں منزلت ہارونی سے بھی معزز و ممتاز فرمایا۔ حدیث منزلت کی تشریح مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں تفصیل سے ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

(۱۷) تمثیل با حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضرؑ حامل مرتبہ علم و محرم اسرار حق ہیں۔ حضرت علی کے علم کی کیفیت حدیث علی عیبۃ علمی سے تو ظاہر ہی ہے۔ محرم اسرار رسالت ہونے کے لئے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶) میں نے اوس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی یہہ ارشاد نبوی غزوۂ طائف میں ہوا جب آنحضرتؐ دیر تک حضرت علی سے سرگوشی فرماتے رہے صحابہ نے اس پر کچھ کہا تھا جس پر آنحضرتؐ نے یہہ ارشاد فرمایا۔ اس سے بڑھکر محرم اسرار ہونے کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے

(۱۸) تمثیل با حضرت یوشع علیہ السلام

حضرت یوشع نے جہاد کرکے قوم عمالقہ پر فتح پائی۔ حضرت علی نے جہاد کرکے مارقین پر فتح پائی جو امت محمدیہ میں عمالقانِ روزگار سے تھے۔

(۱۹) تمثیل با حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت حزقیل کا نام ذوالکفل تھا ان کی صفت کلام مجید میں صابر آئی و اسمٰعیل و ادریس و ذوالکفل کل من الصابرین۔ حضرت علی کے صبر کی جو کیفیت تھی اُسکی وجہ سے آپ سید الصابرین کہے جانے کے مستحق ہوئے اُسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

(۲۰) تمثیل با حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاسؑ کو اپنی قوم بنی اسرائیل سے اسقدر تکلیفیں پہونچیں کہ وہ جناب باری سے طالب موت ہوئے۔ حضرت علی کو بھی اپنی قوم یعنی بنی امیہ سے حد سے زیادہ تکلیفیں پہونچیں کہ آخر میں آپ نے بھی موت کی خواہش بہ این الفاظ کی یا اللہ ان لوگوں کے بدلے میں مجھکو بہتر صحبت عطا فرما اور اُن پر بدتر شخص مسلط کر۔

(۲۱) تمثیل با حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیسع کی تعریف کلام مجید میں بلفظ خیر آئی ہے واذکر اسمٰعیل والیسع وذوالکفل کل من الاخیار۔ حضرت علی کو آنحضرتؐ نے خیر البشر فرمایا۔ حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

علی خیر البشر من ابٰی فقد کفر (ارجح المطالب ص۵۸۵ بروایت حذیفہ بن الیمان) علی خیر البشر ہیں جس شخص نے انکار کیا وہ کافر ہوا

(۲۲) تمثیل با حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت شموئیلؑ کی نبوت پر بنی اسرائیل نے حسد ظاہر کیا۔ حضرت علی کی خلافت پر جس طرح کا حسد و عناد بنی امیہ سے ظاہر ہوا وہ ناظرین کتب سیر و تواریخ سے مخفی نہیں۔

(۲۳) تمثیل با حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤدؑ صاحب حکمت تھے قضا و اجرا احکام خاص وصف تھا ملاحظہ ہو کلام مجید

وشددنا ملکہ واتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب — زور دیا ہمنے اسکی سلطنت کا اور اسکو تدبیر دی اور فیصلہ کن بات

حضرت علی کی حکمت وقضا و اجرا احکام کا حال ہم اوپر مفصل درج کر چکے ہیں جس کی بہترین سند آنحضرتؐ کے ارشادات ہیں ملاحظہ ہوں الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت واقضی امتی علی ابن ابیطالب یا واقضاکم علی اور واقضاھم بالقضیۃ

(۲۴) تمثیل یا حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ کے اوصاف میں اصابت رائے و شکر منعم حقیقی تخصیصی طور پر قابل ذکر ہیں اگرچہ بلحاظ جامعیت آپ کو سب اوصاف عطا ہوئے جس کا خود آپنے اعتراف کیا کہ

علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان — سکھلائی ہم کو چڑیوں کی بولی اور دی ہم کو ہر چیز بیشک

ھذا لھو الفضل المبین۔ — وہ صاحب فضل مبین ہے۔

حضرت علی کی اصابت آرائے کے واقعات مذکور ہو چکے۔ شکر کے حالات بھی واقعات زندگی سے واضح ہو سکتے ہیں یہاں شکر عطائے نعمت ظاہری پر تھا یہاں مواہب باطنی پر حضرت سلیمانؑ کو دوش و طیور کے مکالمہ کا اگر علم کامل و فہم صحیح تھا تو حضرت علی کو ملائکہ کی آواز اور مکالمت میں درک کامل حاصل تھا۔ امام احمد مناقب میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے پاس چند آدمی حضرت علی کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس اُن سے کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو جو جبرئیل کے آنے کی آواز اپنے گھر سے سنا کرتا تھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

(۲۵) تمثیل با حضرت شعیا علیہ السلام

حضرت شعیا نبی صاحب الامر اور صاحب بطش و قوت مثل حضرت موسیٰؑ کے تھے حضرت علی کے بطش و قوت کا بیان سابق میں بہ بحث تمثیل حضرت موسیٰ آچکا۔

(۲۶) تمثیل با حضرت ارمیا علیہ السلام

حضرت ارمیا کے اوصاف میں عجز و زاری و تضرع مخصوص چیز تھی۔ حضرت علی کے عجز و انکسار

ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲ ۲ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ ۳ مناقب و تفویض صفحہ ۲۵۴ ۴ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۹۸

کا سب سے بہتر ثبوت آپ کی کنیت ابوتراب ہے

(۲۷) تمثیل با حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیرؑ کو مسئلہ قضا و قدر میں جب شبہہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جائے گا۔ حضرت علی پر بعنایت الٰہی و مواہب حضرت رسالت پناہی اسرار قضا و قدر کھلتے گئے جن کو آپنے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا۔ اس سے مقصود حضرت عزیرؑ پر حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنا نہیں بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔

(۲۸) تمثیل با حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ محنت۔ جفاکشی۔ امانت اور کثرت عبادت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی کی محنت و جفاکشی کے حالات "بیان صبر بر تنگی معیشت" (جو اوپر لکھے جا چکے ہیں) اور "خانگی زندگی" سے (جو آیندہ آئینگے) معلوم ہو سکتے ہیں امانت کا یہہ حال تھا کہ وقت ہجرت جن جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے پاس جمع تھیں وہ سب آپ کے سپرد کی گئیں (کہ یہہ جن جن کی ہیں اُن کو دیکر مدینہ منورہ آئیں) عبادت کا بیان اوپر آچکا۔

(۲۹) تمثیل با حضرت لقمان علیہ السلام

حضرت لقمان میں علاوہ کمال حکمت کے نسبت احسانیہ کا غلبہ تھا اس نسبت کا کمال محویت میں ہوتا ہے حضرت علی کی محویت کا یہہ عالم تھا کہ حالت نماز میں تیر نکالا گیا آپکو اسکی خبر نہوئی۔ اس کا تفصیلی قصہ بعہ نظم مولانا جامی علیہ الرحمۃ ہم بیان "عبادات حضرت علیؑ" میں نماز کے متعلق لکھ چکے ہیں۔

(۳۰) تمثیل با حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال شجاعت میں ممتاز تھے۔ حضرت علی کی شجاعت اظہر من الشمس ہے آنحضرتؐ کے ارشادات

هذا اسد الله فی ارضه و سیف المسلول علی اعدائه (شرف النبوۃ وارجح المطالب صفحہ ۲۹)

یہہ زمین پر خدا کا شیر ہے اور دشمنوں کے لئے اُسکی برہنہ تلوار ہے۔

آپ کی شجاعت کے بہترین اسناد ہیں۔

ف۱ حضرت لقمان و حضرت دانیال کے متعلق علمائے مورخین و مفسرین میں باہم اختلاف ہے کہ آیا یہہ نبی تھے یا نہیں ہو نو ٹیکر

(۳۱) تمثیل با حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریاؑ دائم التسبیح الذکر تھے۔ حضرت علی میں یہہ خاص خصوصیت تھی کہ آپ جس بات کو اپنے اوپر لازم کر لیتے اُس کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کرتے رہتے (ملاحظہ ہو بیان ذکر عبادات حضرت علی) سوتے وقت کی تسبیح اور ہر نماز کے بعد کی تسبیح جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں بھی آپ سے ناغہ نہوئی اُس سے بڑھکر دوام و استمرار کیا ہو سکتا ہے۔

(۳۲) تمثیل با حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ زہد میں مشہور تھے۔ حضرت علی کے حالات زندگی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ از ہد العرب و سید الزاہدین و العابدین تھے۔ حالات زہد "فضائل علی" میں بیان زہد حضرت علی سے واضح ہو سکتے ہیں۔

(۳۳) تمثیل با حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ سے تمثیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بہ این الفاظ دی کہ اے علی تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہے ایک قوم اُن کی شدت محبت میں ہلاک ہوئی (اس سے مراد فرقہ نصاریٰ ہے جنہوں نے محبت میں اتنی زیادتی کر دی کہ ہلاکی میں پڑے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا) دوسری قوم اُنکی اسقدر دشمن ہوئی کہ خون کی پیاسی ہو گئی (اس سے مراد یہود ہیں جنہوں نے بغض و عداوت کی حد کر دی) امام احمد و نسائی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا اے علی تم عیسیٰ کے مثل ہو یہود ایسے اُنکے دشمن ہوئے کہ اُنکی والدہ پر تہمت لگائی۔ نصاریٰ نے محبت میں ایسا تجاوز کیا جو اُن کے لئے نہ تھا دیلمی فردوس الاخبار میں حضرت علی سے ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) متعلق کوئی صحیح بات لائق اعتماد نظر نہیں آتی حقیقت حال کا علم عالم حقیقی کے سوا اور کس کو ہو سکتا ہے انبیاء علیہم السلام کے حالات میں بہترین اور جامع و نافع کتاب تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء مؤلفہ حضرت مولانا وجد انبیا مولوی شاہ حسن بخش کاکوروی کی ہے اُس میں ان دونوں کے حالات بہ زمرۂ انبیا تحریر ہیں مع اختلافات کے لہذا وہی کتاب سند قرار دی گئی ۱۲

میری اُمت کے لوگ تیرے حق میں ایسی بات نہ کہہ گذریں کہ جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ رہے ہیں تو البتہ میں آج تیرے حق میں ایک بات کہتا کہ تو کسی مسلمان کے پاس سے ہو کر نہ گذرتا کہ وہ تیرے پاؤں کی خاک لیکر اُس سے برکت نہ حاصل کرتا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۲ و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

حضرت علی کو بھی ایک گروہ نے شدت محبت میں خدا بنا دیا۔ عجیب و غریب عقیدوں کا اظہار کیا آپ کی پرستش کرنے لگے اپنے آپ کو شیعان علی کے نام سے ملقب کیا صحابہ وغیرہ پر سب و شتم شروع کر دیا اور اس کو عبادت میں داخل کر لیا حضرت علی نے اپنے زمانہ میں اُن لوگوں کو تعزیری سزائیں دیں مگر وہ اپنے حرکات سے باز نہ آئے اور اپنے عقائد وغیرہ زور شور سے شائع کرنا شروع کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس فرقہ نے بہت زور پکڑ لیا۔ درمیان میں فرقہ بندیاں ہو گئیں انہیں سے بعض فرقے مائل بہ رفض ہو گئے ہیں اور پھر بھی اپنے کو اثنا عشری متبعین و جان نثارانِ اہلبیتؑ کہتے ہیں۔ دوسرے گروہ کی بغض و عداوت آپ کے شہادت کا باعث ہوئی یہ فرقہ خوارج کا ہے اس کو حروری و ناصبی بھی کہتے ہیں علاوہ سب و شتم و اعتراضات۔ کے یہ فرقہ خوارج حضرت علی کے ایمان تک کا قائل نہیں تھا دونوں گروہ شدت افراط و تفریط کی وجہ سے ہلاکت و ضلالت میں پڑ گئے اور

من یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔ جس شخص کو اللہ گمراہ کرتا ہو تو اُسکو کوئی ہدایت دینے والا نہیں

کے مصداق ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُسی حدیث میں جس میں حضرت علی کی تمثیل حضرت عیسیٰ سے دی اتنا اور فرمایا کہ علی کے منافقین مثل عیسیٰ کے مخالفین کے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منہ یصدفون (ارجح المطالب صفحہ ۴۹) جب ابن مریم کا قصہ تمثیل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے تب تیری قوم اس سے چلانے لگتی ہے۔

(۳۴) تمثیل باحضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اظہار علیٰ وجہ الکمال جیسا حضرت علی کی ذات مبارک میں ہوا ویسا کسی اور میں نہیں ہوا خود آنحضرت کا ارشاد بھی اسی امر کا مشعر ہے کہ

عن انس بن مالك قال قال رسول اللہ حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی الا ولہ نظیر فی امتہ وعلی نظیری (اخرجہ الخلعی (ریاض النضرہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۲) ہر نبی کی نظیر اُسکے امت میں ہوتی رہی ہے علی میری نظیر ہے (اس حدیث کی تخریج خلعی نے کی)

حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مشابہت تامہ حاصل تھی اوسکی دو حیثیتیں ہیں مجازی و حقیقی ہم ہر حیثیت کو علٰحدہ علٰحدہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱- مجازی

(۱) دست مبارک کے متعلق۔ یعنی حضرت علی کے ہاتھ کا ناپ مثل آنحضرتؐ کے ہاتھ کے ہونا خود آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کفی وکف علی فی العدد سواء میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ اندازہ میں برابر ہے

محب طبری ریاض النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ کتاب الموافقۃ لابن السمان میں بروایت جبشی بن جنادہ مروی ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُنھوں نے فرمایا کہ جس شخص سے رسول اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ بیان کرے۔ مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا اے خلیفۂ رسول مجھ سے آنحضرتؐ نے تین مٹھی بھر کر کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہہ سُن کر فرمایا کہ اُس کو حضرت علی کے پاس لیجاؤ اور اُن سے کہو کہ یہہ کہتا ہے کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے تین مٹھی کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا آپ اُسکو تین مٹھی کھجور دیں حضرت علی نے دیدیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس سے کہا کہ ہر مٹھی کے چھوہاروں کو گنو۔ چنانچہ وہ گنے گئے ہر ایک میں ساٹھ ساٹھ تھے کسی میں ایک کھجور کم یا زیادہ نہ تھے حضرت ابوبکرؓ نے یہہ دیکھ کر فرمایا اللہ اور اُس کا رسول سچا ہی آنحضرتؐ نے ہم سے شب ہجرت غار حرا سے باہر مدینہ جاتے وقت فرمایا تھا کہ اے ابوبکرؓ میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ ناپ (وسعت) میں برابر ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ باب رابع فصل سادس صفحہ ۱۹۴ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۶)

(۲) حدیث تسمیہ یعنی آنحضرتؐ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا سوائے حضرت علی کے اور کسی کو جائز نہیں جیسا کہ ارشاد ہے یا علی یولد لک ابن قد نحلتہ اسمی وکنیتی اے علی تمہارے ایک لڑکا ہوگا جس کے لئے میرا نام اور کنیت جائز ہوگی۔ بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ بازار میں تشریف لئے جاتے تھے ایک شخص نے اپنے ایک عزیز کو پکارا جس کا نام

محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی اُس کے پکارنے پر آنحضرتؐ متوجہ ہوگئے اس خیال سے کہ یہ مجھ کو پکار رہا ہے اُس نے عرض کیا کہ میں نے حضور کو نہیں پکارا۔ آنحضرتؐ نے منغض ہوکر فرمایا کہ کسی کو یہ جائز نہیں کہ نام یا کنیت میرے نام یا کنیت پر رکھے۔ صرف حضرت علی کو اسکی اجازت تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد مسند میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے لئے میرا نام اور میری کنیت جائز ہوگی۔ مخلص ذہبی محمد بن الحنفیہ سے ناقل ہیں کہ وہ اپنے والد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تمہارے لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام میرے نام پر اور کنیت میری کنیت پر رکھنا صرف تم کو اس کی اجازت ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) سنن ابی داؤد میں محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد میرے کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اُس کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اُسکی کنیت بھی وہی رکھوں جو آپ کی کنیت ہے فرمایا ہاں۔ محرر سطور کہتا ہے کہ حضرت علی نے اپنے صاحبزادوں میں محمد بن الحنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی حضرات حسنینؑ کے بعد آپ اُنہیں سب اولاد سے زائد محبوب رکھتے تھے اور وقت وفات حضرت امام حسنؑ سے اُن کے لئے وصیت بھی فرمائی تھی (انہیں صاحبزادے کی اولاد میں ہونے کا محرر سطور کو شرف حاصل ہے)

(۳) حضرت علی کا مال غنیمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل حصہ پانا۔ حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ تبوک جاتے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو ویسا ہی اجر ملے جیسا کہ مجھکو اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ میری برابر ہو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲) سیرت حلبیہ میں ہے کہ علامہ زمخشری سے فضائل عشرہ میں مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے تبوک کی غنیمت تقسیم فرمائی تو حضرت علی کو دو حصہ دئے اور ہر ایک کو ایک ایک۔ زایدہ بن الاکوع نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ موافق وحی دے رہے ہیں یا اپنی طرف سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنے فوج کے میمنہ پر ایک سبز عمامہ باندھے سوار کو دیکھا

تھا یا نہیں جس کے کندھوں پر گیسو لٹک رہے تھے اور وہ کفار کے میمنہ اور میسرہ فوج کو اپنے حملوں سے پراگندہ کر رہا تھا لوگوں نے عرض کیا بیشک ہمنے دیکھا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جنھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا حصہ بھی علی کو دیدینا زائدہ کہنے لگے مبارک ہو ایسے حصہ پانے والے کو (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۶)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا یودی الا انا و علی یعنی کسی بات کو جو میرے متعلق ہو سوائے میرے اور علی کے کوئی اور ادا نہیں کر سکتا۔ امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و بغوی و ابن ابی عاصم و ابن قانع و ضیاء صاحب مختارات و اوردی و طبرانی و ابن ابی قتیبہ و حافظ ابن عساکر دمشقی و حافظ سلفی و محب طبری بروایت حبشی ابن جنادہ لکھتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں حاضر تھا) آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں میری متعلقہ بات سوائے میرے یا علی کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴ و ارجح المطالب صفحہ ۴۹۵ دہلی بروایت ابن عباس اسکو لکھا ہے)

آنحضرت سے آپکی بہترین تمثیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے آپکو اپنی جگہ پر مکہ معظمہ سورۂ برات لیکر روانہ فرمایا جسکے متعلق احادیث یہ ہیں

(۱) عن سعد قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر براءۃ اذا کان ببعض الطریق ارسل علیا فاخذھا منہ ثم سار بھا فوجد ابو بکر فی نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤدی الا انا او رجل منی اخرجہ النسائی

(۱) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات کیساتھ مکہ کو روانہ کیا کچھ دور وہ گئے ہونگے کہ حضرت علی کو اُنکے پیچھے روانہ کیا وہ اُن سے سورۂ برات لیکر مکہ چلے گئے حضرت ابوبکر کے دل میں خیال گذرا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسکو نہ کہ میرا ہو جو میرا ہو اور کوئی ادا نہیں کر سکتا

(۲) عن انس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبراۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لما ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیا فاعطاہ ایاھا رواہ النسائی والترمذی قال ھذا حدیث حسن غریب

(۲) حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر اُن کو بلا لیا اور فرمایا کہ کسی ایک کے لائق نہیں کہ اسکی تبلیغ کرے مگر کوئی مرد میرے گھر والوں میں سے پھر حضرت علی کو بلایا اور اُنکو دیا نسائی اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے

(ینابیع المودۃ صفحہ ۸۰ و ارجح المطالب صفحہ ۴۶۳)

(۳) عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث برأۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابو بکر وھو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شیٔ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھل بیتی اخرجہ النسائی (ارجح المطالب صفحہ ۳۹۳)

(۳) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ روانہ کیا پھر مجھ کو اُنکے بعد بھیجا کہ جاکر کاغذ اُن سے لیلو وہ غمگین ہوکر لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے فرمایا نہیں مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اس سورت کو خود پہونچاؤں یا میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص پہنچاوے (نسائی نے اسکی تخریج کی)

(۴) عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر بسورۃ التوبۃ وبعث علیا خلفہ فاخذھا منہ وقال لا یذھب بھا الا رجل من اھل بیتی ھو منی وانا منہ اخرجہ احمد والنسائی (ارجح المطالب صفحہ ۳۹۳)

(۴) حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ توبہ دیکر روانہ کیا اس کے بعد حضرت علی کو روانہ کیا انہوں نے حضرت ابوبکر سے اسکو لیا آنحضرت نے فرمایا اسکو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ شخص کہ جو میرے اہلبیت سے ہو اور میرا ہو اور میں اُسکا ہوں (احمد و نسائی نے اُسکی تخریج کی)

(۵) عن ابی سعید وابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر فلما بلغ ضجنان سمع بغام ناقۃ علی فعرفہ فاتاہ فقال ما شانی قال خیرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی ببراءۃ فلما رجعنا انطلق ابو بکر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ مالی قال خیرا نت صاحبی فی الغار وغیرانہ لا یبلغ غیری او رجل منی یعنی علیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ و ارجح المطالب صفحہ ۳۹۳ بروایت احمد و نسائی)

(۵) ابو سعید خدری و ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ روانہ فرمایا وہ مقام ضجنان تک پہونچے تھے کہ حضرت علی کے ناقہ کی آواز سُنی جب وہ قریب آئے تو حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ میرے لئے کیا ارشاد ہوا ہے فرمایا کہ آنحضرت نے مجکو سورۂ برات لیجانے کا حکم دیا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ تھکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے کیا حکم ہوا ارشاد ہوا کہ تم میرے رفیق غار ہو مگر اس کام کو میرے سوا یا علی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا

(۶) عن علی قال لما نزلت عشرۃ أیات من براءۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر فبعثہ بھا لیقرأھا علی اھل مکۃ ثم دعانی فقال لی ادرک ابا بکر فحیثما لقیتہ فخذ الکتاب فاذھب بہ الی اھل مکۃ فاقرأہ علیھم فلحقتہ بالجحفۃ فاخذت الکتاب منہ ورجع ابوبکر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ نزل فی شیء قال لا جبرئیل جاء نی فقال لن یؤدی عنک الا انت او رجل منک

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۹۲)

حضرت علی سے مروی ہے کہ جب دس آیتیں سورۂ برأت کی آنحضرت پر نازل ہوئیں تو آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو بلایا اور وہ آیتیں دیکر اُن سے فرمایا کہ جاؤ اہل مکہ کو سناؤ وہ چلے گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو بلا کر فرمایا کہ جاؤ ابوبکر جہاں ہوں اُن سے وہ کاغذ لیکر تم اہل مکہ کو سنا دو میں چلا اور حضرت ابوبکر سے بمقام جحفہ ملا اور اُن سے وہ نوشتہ لے لیا حضرت ابوبکر نے واپس آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آنحضرت نے فرمایا نہیں جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کی طرف سے کوئی دوسرا اس فرض کو ادا نہیں کرسکتا یا تو آپ خود ہوں یا وہ آدمی ہو جو آپ کا ہو۔

(۷) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ ببرأۃ قال یارسول اللہ انی لست باللسن ولا بالخطیب قال ما بد لی ان یذھب بھا انا او تذھب بھا انت قال فان کان ولا بد فاذھب انا قال انطلق فان اللہ یثبت لسانک ویھدی قلبک قال ثم وضع یدہ فی فمہ اخرجھما احمد

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۹۲)

(۷) اور آپ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت مجھکو سورۂ برات دیکر مکہ روانہ فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ نہ میں فصیح اللسان ہوں اور نہ خطیب و مقرر ارشاد فرمایا کہ مجبوری ہے یا تو میں اس سورت کو لیجاؤں یا تم لیجاؤ حضرت علی نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میں لیجاتا ہوں آنحضرت نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو درست اور قلب کو ہدایت یافتہ کردیگا یہ کہہ کر آنحضرت نے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھا (ان دونوں کی تخریج احمد نے کی)

اسی مضمون کی حدیث حضرت جابر سے بھی ریاض النضرہ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ میں بروایت نسائی

ینابیع المودۃ صفحہ ۸۸ مجمع الفوائد سے منقول ہے۔ اسی دعا کی برکت تھی کہ فصحاے عرب وعجم حضرت علی کی فصاحت وبلاغت کا لوہا مانگئے تھے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورۂ برأت دیکر مکہ معظمہ اس لئے بھیجا تھا کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ عہود ومواثیق قبیلہ کا سردار یا اُس کا شریک یا وہ جو اُس کا قائم مقام ہو کیا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قاعدہ کے لحاظ سے آپ کو روانہ فرمایا تاکہ اہل عرب اس بات کو سمجھ لیں کہ آپ آنحضرتؐ کے قائم مقام ہیں (تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۲۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۹۲)

۲ - حقیقی

(۱) حدیث تخلیق یعنی آنحضرتؐ کے جسم اقدس اور حضرت علی کے جسم اطہر کا ایک خاک پاک سے بنایا جانا (انا وعلی من تربۃ واحدۃ)

عن انس بن مالك قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مولود یولد فھو فی سرتہ من التربۃ التی خلق منھا وانا وعلی ابن ابی طالب خلقنا من تربۃ واحدۃ اخرجہ العاصمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۳)

حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے اُسکی ناف میں خاص اوس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے کہ وہ پیدا کیا جاتا ہے میں اور علی ابن ابیطالب ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں (ابو محمد احمد عاصمی فی زین الفتی میں اسکو لکھا ہے)

(۲) آنحضرتؐ کے خون وگوشت اور حضرت علی کے خون وگوشت کا ایک ہونا ان علیا لحمہ لحمی ودمہ دمی

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا علی لحمہ لحمی ودمہ دمی (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۰)

(۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ علی ہیں انکا گوشت میرا گوشت ہے اور اُن کا خون میرا خون ہے

(۲) وعنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لام سلمۃ یا ام سلمۃ ان علیا لحمہ لحمی ودمہ دمی (ارجح المطالب صفحہ ۵۹۱)

(۲) اور اُنہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اے ام سلمہ علی کا گوشت میرا گوشت اور اُس کا خون میرا خون ہے۔

(۳) وعن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتحت خیبر انت باب علمی و

(۳) حضرت علی فرماتے ہیں کہ جس روز میں نے خیبر کو فتح کیا تو آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے علم کا دروازہ ہو تمہاری

ولدك ولدی ولحمك لحمی ودمك دمی۔

(۴) وعن ابن مسعود قال خرج رسول الله صلی الله علیہ وسلم من بیت زینب بنت جحش واتی بیت ام سلمة وکان یومها من رسول الله فلم یلبث اذ جاء علی فدق الباب دقا خفیفا فانبثت النبی الدق والکرة ام سلمة فقال رسول الله قومی فافتحی له الباب قالت یا رسول الله من هذا الذی افتح له الباب ینظر بحاسنی وقد نزلت فی آیة من کتاب الله بالامس فقال لها صلی الله علیہ وسلم کهیئة المغضب ان طاعة الرسول کطاعة الله ومن عصی الرسول فقد عصی الله ان بالباب رجلا لیس بنزق ولغلق الا علی الباب رجل یحب الله ورسوله ویحبه الله و رسوله ففتحت الباب فدخل فقال رسول الله یا ام سلمة اتعرفینه قالت نعم یا رسول الله هذا علی بن ابی طالب قال صدقت لحمه من لحمی ودمه من دمی هو عیبة علمی اسمعی یا ام سلمة واشهدی وهو قاتل الناکثین والقاسطین و المارقین من بعدی فاسمعی اشهدی

بیٹا میرا بیٹا اور تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے

(۴) عبد اللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حضرت زینب بنت جحش کے مکان سے حضرت ام سلمہ کے یہاں تشریف لیگئے وہ دن اُن کی باری کا تھا کچھ ہی دیر کے بعد حضرت علی تشریف لائے اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرتؐ کھٹکھٹانا بھی سنا اور یہ بھی سمجھ گئے کہ حضرت ام سلمہ کو اچھا نہ معلوم ہوا آنحضرت نے اُن سے فرمایا اُٹھ کر دروازہ کھولدو حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ کون ہے جسکے لئے میں دروازہ کھولوں کہ وہ میرے چہرہ کو دیکھے کل ہی میری اور سب ازواج کے متعلق آیت حجاب نازل ہوچکی ہے۔ آنحضرت کو یہ سنکر ناگوار ہوا آپنے فرمایا خدا کے رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے جس نے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اُس نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی دروازہ پر ایسا شخص ہے جو نہ متلون مزاج ہے اور نہ عشق باز بلکہ وہ ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اُسکا رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں پھر حضرت ام سلمہ نے دروازہ کھولدیا حضرت علی اندر تشریف لائے آنحضرت نے فرمایا اے ام سلمہ تم پہچانتی ہو یہ کون ہے اُنھوں نے کہا یہ علی بن ابی طالب ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ سچ کہتی ہو اس کا گوشت میرا گوشت ہے

لوان عبدا عبد الله الف عام بين الركن والمقام ثم لقى الله عزوجل مبغضا له و عترتى اكبه الله على منخريه يوم القيامة فى نار جهنم اخرجه امام الرافعى فى تاريخ قزوين المسمى بالتدوين فى ترجمة ابراهيم بن زيد النخعى من التابعين والخوارزمى وابو نعيم واليمنى والوصابى فى الاكتفا فى فضائل اربعة الخلفا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۵۹۱)

اور اُسکا خون میرا خون ہے اور یہہ میری علم کا مخزن ہے ام سلمہ سن رکھو اور گواہی دینا کہ یہہ میری بعد ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کرنیوالا ہی یہہ میرے دشمنوں کو توڑیگا اگر کوئی شخص ایک ہزار برس درمیان رکن ومقام کے خدا کی عبادت کرے اور خدا کو ساتھ میرا اور علی اور میری عترت یعنی اولاد کا بغض لیکر جائے تو خدا اُس کو قیامت کے دن جہنم میں اوندھا گرائیگا امام رافعی نے تاریخ قزوین میں جس کا نام تدوین ہے تحت ترجمہ ابراہیم بن زید نخعی تابعین سے اور خوارزمی وابو نعیم ویمنی ووصابی نے اکتفا فی فضائل اربعۃ الخلفا میں اُسکی تخریج کی

(۳) حدیث الشجرہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کا ایک شجرہ سے ہونا انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی۔ اس حدیث کو صحابہ میں سے حضرت علی۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت جابر ابن عبداللہ اور ابو امامہ باہلی نے روایت کیا اور محدثین وعلما میں سے حسب ذیل حضرات نے اس حدیث کو لکھا۔ سلیمان بن احمد طبرانی۔ ابو عبداللہ محمد حاکم۔ احمد بن موسیٰ۔ بن مردویہ اصبہانی۔ ابو الحسن علی بن محمد الجلابی معروف بابن المغازلی۔ شیرویہ بن شہردار دیلمی۔ ابو المؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم مکی۔ محمد بن یوسف زرندی۔ سید شہاب الدین احمد۔ شمس الدین محمد لاہجی نوربخشی۔ حسین ابن معین الدین میبذی۔ جلال الدین سیوطی۔ علی متقی۔ ابراہیم وصابی۔ جمال الدین محدث عبدالرؤف مناوی۔ شیخ بن محمد حضرمی۔ مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی۔ محمد صدر عالم۔ نظام الدین احمد بلوی۔ مولوی محمد مبین فرنگی محلی۔ شیخ سلیمان بلخی قندوزی۔ عبید اللہ بسمل امرتسری

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتی

(۱) فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درخت سے

در اوسط طبرانی و صواعق محرقہ از جابر بن عبداللہ انصاری و در مودات از ابن عباس مروی است کہ رسول گفت من و علی از یک درختیم و آدمیان دیگر از درخت پراگندہ ہ

طبرانی نے معجم اوسط میں اور صاحب صواعق محرقہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور مودات میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

شجر معرفت رسول خدائے — گفت در شان قاتل کفرہ
خلقت ناس ہر یک از شجریست — من و او ہر دو از یکے شجرہ

(مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴۵ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵ بروایت طبرانی از حضرت جابرؓ و ابو امامہ باہلی)

(۲) اخبرنی حسین بن علی التمیمی حدثنا ابو العباس احمد بن محمد حدثنا ہارون بن حاتم انبانا عبد الرحمن بن ابی حماد حدثنی اسحق بن یوسف عن عبداللہ بن عقیل عن جابر بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی یا علی الناس من شجرۃ شتی وانا وانت من شجرۃ واحدۃ ثم قراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجنات من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ

(مستدرک للحاکم کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۱ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

(۲) خبر دی مجھکو حسین بن علی تمیمی نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس احمد بن محمد نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن حاتم نے کہ خبر دی ہم کو عبدالرحمن بن ابی حماد نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے اسحق بن یوسف نے انہوں نے روایت کی عبداللہ بن عقیل سے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ کہا سنا میں نے آنحضرت کو حضرت علی سے فرماتے ہوئے کہ اے علی لوگ مختلف درخت سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں پھر آنحضرت نے یہہ آیت (جسکا ترجمہ یہہ ہے) پڑھی انگور کے باغات اور کھیتیاں اور کھجوریں ایک جڑ کی اور متفرق جڑوں کی ایک پانی سے سیراب کیجاتی ہیں حاکم کا قول ہے کہ یہہ حدیث صحیح الاسناد ہے بخاری و مسلم نے اسکی تخریج نہیں کی

(۳) ابو الحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے مناقب میں بروایت حضرت جابرؓ اس حدیث کو

بہ اسناد روایت کیا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷) ابن المغازلی کے رواۃ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر (۲) ابوزکریا (۳) حافظ عبدالرحمن بن احمد بن نصر ازدی (۴) ابومحمد حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی (۵) یوسف بن القاسم (۶) علی بن عباس (۷) محمد بن مروان (۸) ابراہیم بن الحکم (۹) حکم (۱۰) ابی مالک (۱۱) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم

(۴) ابوبکر احمد بن مردویہ اصبہانی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

(۵) شیرویہ ابن شہردار دیلمی صاحب فردوس الاخبار (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۷ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴)

(۶) ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم مکی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶) رواۃ خوارزمی حسب ذیل ہیں

(۱) سید الحفاظ ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی صاحب مسند الفردوس (۲) عبدوس ابن عبداللہ ہمدانی (۳) ابوطالب فضل بن محمد (۴) حافظ ابوبکر بن مردویہ (۵) جد ابوبکر بن مردویہ (۶) عبداللہ بن اسحاق (۷) محمد بن احمد (۸) احمد بن ابی العوام (۹) ابوالعوام (۱۰) عمر بن عبدالغفار (۱۱) محمد بن علی (۱۲) عبداللہ بن محمد (۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم

(۷) محمد بن یوسف زرندی (درالسمطین قلمی)

(۸) سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل قلمی)

(۹) شمس الدین لاہجی نوربخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز صفحہ ۱۰۱)

(۱۰) حسین میبذی (فواتح شرح دیوان حضرت علی قلمی)

(۱۱) جلال الدین سیوطی (قول جلی فی فضائل علی حدیث ثالث عشر)

(۱۲) ملا علی متقی (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

(۱۳) ابراہیم بن عبداللہ وصابی (الاکتفا بروایت حضرت علی و جابر ابن عبداللہ)

(۱۴) جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب (اربعین قلمی حدیث رابع)

(۱۵) عبدالرؤف مناوی (کنوز الحقائق مشمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۱۷۹)

(۱۶) شیخ محمد حضری (کنز البراہین الکبیتہ لسادات المشائخ العلویہ قلمی)

(۱۷) مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی (مفتاح النجا قلمی باب ثالث فصل خامس وفصل حادی عشر)

(۱۸) مولوی محمد صدر عالم (معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

(۱۹) مولوی نظام الدین دہلوی (تحفۃ الحسین قلمی خاتمہ در بیان فضائل حضرت علی وائمہ ووجوب محبت شان)

(۲۰) مولوی محمد مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجات صفحہ ۶۹)

(۲۱) شیخ سلیمان بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ صفحہ ۹ وباب العشرون صفحہ ۹۱)

(۲۲) (مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

اس کے علاوہ حدیث شجرہ دوسرے طریقہ پر بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں اور حضرت علیؑ اسکی فرع اور حضرات حسنین علیہما السلام اس کے اغصان ہیں اس حدیث کو عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل شیبانی۔ سلیمان بن احمد طبرانی۔ ابو نعیم۔ ابن المغازلی۔ ابن عساکر۔ محمد بن یوسف گنجی۔ مالک العلما شہاب الدین دولت آبادی۔ سید شہاب الدین احمد نے روایت کیا۔ جس میں سے تین طریقہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار شتی خلقنی وعلی من شجرۃ واحدۃ فانا اصلھا وعلی فرعھا وفاطمۃ لقاحھا والحسن والحسین ثمرھا فمن تعلق من اغصانھا نجا ومن زاغ عنھا ھوی ولو ان عبدا عبد اللہ بین الصفا والمروۃ الف عام ثم لم یدرک محبتنا اکبہ اللہ علی منخریہ فی النار ثم تلا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ

(۱) ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو متفرق شجروں سے پیدا کیا اور مجھکو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا میں اسکی جڑ ہوں اور علی اسکی شاخ اور فاطمہ پیوند اور حسنین اسکے پھل جس شخص نے اسکی شاخیں پکڑیں وہ نجات پائیگا اور جس نے اسکو چھوڑ دیا وہ اوندھا گریگا اگر کوئی شخص ہزار برس مابین صفا و مروہ خدا کی عبادت کرے اور ہماری محبت نہ حاصل کرے تو اللہ اسکو ناک کے بل آگ میں گرائیگا پھر آنحضرت نے یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہوا کہدو

فی القربی اخرجہ الطبرانی

(ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

(۲) عن ابی الزبیر المکی قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات وعلی بحیالہ فاومی النبی الی علی وقال اذن منی فدنا علی منہ فقال خمسک فی خمسی یعنی کفک فی یا علی خلقتک انا وانت من شجرۃ انا اصلہا وانت فرعہا والحسن والحسین اغصانہا فمن تعلق بغصن منہا ادخلہ اللہ الجنۃ یا علی لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کالحنایا وصلوا حتی یکونوا کالاوتار ثم ابغضوک لاکبہم اللہ تبارک وتعالی علی وجوہہم فی النار اخرجہ عبد اللہ بن احمد بن حنبل وابو نعیم وابن المغازلی فی المناقب والطبرانی وابن عساکر

(۳) وعن عاصم بن حمزۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلقنی وعلیا من شجرۃ انا اصلہا وعلی فرعہا والحسن والحسین ثمرہا والشیعۃ ورقہا فہل یخرج من الطیب الا الطیب انا مدینۃ العلم وعلی بابہا من اراد العلم فلیات الباب اخرجہ الخطیب فی تاریخہ والکنجی فی کفایۃ الطالب

(ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

اے محمد میں تم سے اُسپر کوئی اجر نہیں مانگتا بجز محبت قرابت داروں یعنی اہلبیت کے (طبرانی نے اسکی تخریج کی)

(۲) ابوالزبیر مکی سے مروی ہے کہ مینے حضرت جابر سے سنا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ عرفات پر رونق افروز تھے حضرت علی آنحضرت کے سامنے تھے آنحضرت نے اُنکو اپنے پاس بلایا جب حضرت علی آئے تب آنحضرت نے اُن سے فرمایا اے علی اپنے پنجہ کو میرے پنجہ میں دو الو میں اور تم ایک شجرہ سے پیدا ہوئے ہیں میں اصل ہوں اور تم اُسکی فرع اور حسنین اُسکی شاخیں ہیں جو شخص ان شاخوں کو پکڑیگا اللہ تعالی اُسکو جنت میں داخل کریگا اے علی اگر میری امت کے لوگ اسقدر روزے رکھیں کہ مثل کمان کے ٹیڑھے ہو جائیں یا اسقدر نمازیں پڑہیں کہ مثل تار کے باریک ہو جائیں پھر بھی اگر تم سے بغض رکھیں تو اللہ تعالی اُسکو منہ کے بل دوزخ میں ڈالیگا (عبد اللہ بن احمد بن حنبل وابونعیم وابن المغازلی وطبرانی وابن عساکر نے اسکی تخریج کی)

(۳) عاصم ابن حمزہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے اللہ تعالی نے مجھکو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا میں اُسکی اصل ہوں اور علی اُسکی فرع اور حسنین اوسکے پھل اور محبین اُسکے پتے ہیں پاکیزہ آدمی سے بجز پاکیزہ چیز کے اور کیا ظاہر ہوتی ہے میں مدینۂ علم ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہیں جو شخص شہر علم تک پہونچنا چاہے اُسکو لازم ہے کہ دروازہ سے آوے (خطیب نے تاریخ میں اور کنجی نے کفایۃ الطالب میں اسکی تخریج کی)

(۴) حدیث نور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کا ایک نور سے ہونا انا وعلیؑ من نور واحد

(اسمائے صحابہ کرام رواۃ حدیث نور)

(۱) حضرت علی ابن ابی طالبؑ۔ آپکی روایت کو صالحانی۔ کلاعی۔ سید محمد جعفر مکی۔ ابراہیم وصابی۔ محمد واعظ ہروی۔ محمد صدر عالم نے لکھا ہے

(۲) حضرت امام حسینؑ۔ آپکی روایت کو عاصمی۔ اخطب خوارزم۔ مطرزی۔ شہاب الدین احمد نے لکھا ہے

(۳) حضرت سلمان فارسیؓ۔ انکی روایت کو احمد بن حنبل۔ عبداللہ ابن احمد۔ ابن المغازلی۔ شیرویہ دیلمی نطنزی۔ شہردار دیلمی۔ اخطب خوارزم۔ ابن عساکر۔ حموینی۔ شرف الدین محمود طالبی۔ علی ہمدانی۔ محمد بن یوسف گنجی۔ محب الدین طبری۔ ابراہیم وصابی۔ محمد واعظ ہروی۔ محمد صدر عالم نے لکھا ہے

(۴) حضرت ابوذر غفاریؓ انکی روایت کو ابن المغازلی نے لکھا ہے

(۵) حضرت جابر ابن عبداللہؓ۔ انکی روایت کو بھی ابن المغازلی نے لکھا ہے

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ اُن کی روایت کو خطیب بغدادی۔ نطنزی محمد بن یوسف گنجی حموینی زرندی۔ شہاب الدین احمد۔ جمال الدین محدث نے ذکر کیا ہے

(۷) حضرت ابوہریرہؓ۔ انکی روایت کو ابوالمویّد ابراہیم بن محمد حموینی نے لکھا ہے

(۸) حضرت انس ابن مالکؓ۔ اُن کی روایت کو ابو محمد احمد بن محمد علی عاصمی نے لکھا ہے

(اسمائے تابعین عظام رواۃ حدیث نور)

(۱) حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام (۲) ابو عمر زاذان کندی (۳) ابو عثمان زرعی (۴) سالم بن ابی الجعد اشجعی (۵) ابوزبیر محمد بن مسلم اسدی مکی (۶) عکرمہ ابن عبداللہ بربری مولیٰ ابن عباس (۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی (۸) ابو عبیدہ حمید الطویل بصری۔

(اسمائے محدثین وعلمائے کبار رواۃ حدیث نور)

(۱) امام احمد بن محمد حنبلؒ۔ اُن کی روایت کو ابو المظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۲ میں اس طرح لکھا ہے کہ

قال احمد فی الفضائل حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن خالد بن معدان عن زاذان عن سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کنت انا وعلی ابن ابی طالب نورًا بین یدی الله تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة آلاف عام فلما خلق آدم قسم ذلك النور جزئین فجزء انا وجزء علی وفی روایة خلقت انا وعلی من نور واحد۔

احمد نے فضائل میں کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے عبدالرزاق نے اُنھوں نے معمر سے اُنھوں نے زہری سے اُنھوں نے خالد بن معدان سے اُنھوں نے زاذان سے اُنھوں نے سلمان فارسی سے اُنھوں نے آنحضرتؐ سے کہ فرمایا آپنے میں اور علی خدا کے سامنے ایک نور تھا حضرت آدم کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل پس جب آدم پیدا ہوئے تو اس نور کی تقسیم دو جزؤں پر ہوئی ایک جزء میں میں ہوں اور دوسرے میں علی اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا کیا گیا۔

اس حدیث کے رواۃ میں سب ثقہ ہیں فضائل و محامد عبدالرزاق و معمر و زہری محتاج بیان نہیں، خالد بن معدان و زاذان کا ثقہ ہونا بھی تصانیف ذہبی و ابن حجر عسقلانی میں موجود ہے امام احمد بن حنبلؒ کے مدائح و مفاخر و فضائل و مآثر بھی روز روشن کی طرح واضح و لائح ہیں جس سے انکار نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہوں کتب تواریخ و اسماء الرجال وغیرہ) سبط ابن الجوزی کے محامد جامع مسانید ابی حنیفہ و تاریخ ابن خلکان و تاریخ الجزری و تاریخ ابوالفدا و تاریخ یافعی و کشف الظنون وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اُن کی تصنیف تذکرۂ خواص الامہ مشہور و معروف کتاب ہے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور مرزا محمد بدخشی نے مفتاح النجا میں اور دیگر علمائے اپنی اپنی تصنیفات میں اس سے استدلال کیا ہے ابن الوردی نے تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں انکے حال میں تصریح سے لکھا ہے کہ سبط ابن الجوزی کے تصانیف میں تذکرۂ خواص الامہ ہے۔ اس حدیث کے متعلق سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

فان قیل فقد ضعفوا هذا الحدیث فالجواب ان الحدیث الذی ضعفوه غیر هذه الالفاظ وغیر الاسناد اما اللفظ خلقت انا وهارون بن

پس اگر کہا جائے کہ یہہ حدیث ضعیف کیگئی ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ جو حدیث ضعیف کیگئی ہے اسکے یہہ اسناد ہیں اور یہہ الفاظ الفاظ یہہ ہیں کہ میں اور ہارون ابن عمران و یحیی ابن زکریا و علی

عمران ویحیی بن زکریا وعلی ابن ابی طالب من طینۃ
واحدۃ وفی روایۃ خلقت انا وعلی من نور وکنا عن
یمین العرش قبل ان یخلق اللہ آدم بالفی عام فجعلنا
نتقلب فی اصلاب الرجال الی عبد المطلب فاللاسناد
فقالوا فی اسنادہ محمد بن خلف المروزی وکان
مغفلا وفیہ ایضا جعفر بن احمد بن بیان وکان
شیعیا والحدیث الذی رویناہ یخالف ھذا اللفظ
والاسناد رجالہ ثقات فان قیل فعبد الرزاق کان
یتشیع قلنا ھو اکبر شیوخ احمد بن حنبل ومشی
الی صنعا من بغداد حتی سمع منہ وقال ما
رایت مثل عبد الرزاق ولو کان فیہ بدعۃ
لما روی عنہ وما زال الی ان مات یروی عنہ
ومعظم الاحادیث التی فی المسند رواھا
من طریقہ وقد اخرج عنہ ایضا فی الصحیح

(صفحہ ۲۸)

ابن ابیطالب ایک مٹی سے پیدا کئے گئے دوسری روایت ہے کہ میں
اور علی ایک نور سے پیدا کئے گئے اور ہم عرش کی داہنی جانب آدم
علیہ السلام کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل تھے اور ہم مردوں
کی پیٹھ میں منتقل ہوتے رہے عبد المطلب تک اسناد میں
لوگوں کا قول ہے کہ اس سند میں محمد بن خلف مروزی
ہیں جو متروک ہیں اور اس میں جعفر بن احمد بن بیان ہیں
جو شیعی تھے ہم جس حدیث کو روایت کیا وہ ان الفاظ اور
اسناد کے مخالف ہے اسکے اسناد میں سب رجال ثقہ ہیں اگر
یہ کہا جائے کہ عبد الرزاق میں شیعہ پن تھا تو ہم یہ کہیں گے
کہ وہ احمد ابن حنبل کے بہت بڑے شیوخ میں تھے وہ صنعا سے
بغداد گئے یہاں تک کہ اُن سے حدیث سُنی اور کہا کہ میں نے
عبد الرزاق کی مثل نہیں دیکھا اگر اُن میں بدعت ہوتی تو
اُن سے وہ روایت ہی کیوں کرتے اور ہمیشہ وقت موت تک
اسی حال پر رہے سب سے بڑی حدیثیں جو اُنھوں نے روایت کیں
وہ مسند میں ہیں کئی طریقہ سے اُن سے روایت کی اور
صحیح میں بھی اُن سے تخریج کی گئی

(۲) ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی۔ اُن کی روایت کو احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتی فی شرح سورۂ ہل اتی میں حسب ذیل اسناد سے روایت کیا (۱) حسین بن محمد (۲) عبد اللہ بن ابی منصور (۳) محمد بن بشر (۴) محمد ابن ادریس رازی (۵) محمد بن عبد اللہ بن المثنی (۶) حمید الطویل (۷) انس ابن مالک

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خلقت انا وعلی من نور واحد

انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ
مخلوقات کی پیدائش سے قبل ہم اور علی ایک نور سے پیدا

نسبح الله عزوجل فی یمنة العرش قبل خلق الدنیا
ولقد سکن آدم الجنة ونحن فی صلبه لقد رکب
نوح السفینة ونحن فی صلبه لقد قذف ابراهیم
فی النار ونحن فی صلبه فلم تزل یقلبنا الله عزو
جل من اصلاب طاهرة الی ارحام طاهرة
حتی انتهی بنا الی صلب عبد المطلب فجعل
ذلک النور بنصفین فجعلنی فی صلب عبد الله
وجعل علیا فی صلب ابی طالب وجعل
فی النبوة والرسالة وجعل فی علی الفروسیة
والفصاحة واشتق لنا اسمین من اسمائه
فرب العرش محمود وانا محمد وهو الاعلی و
هذا علی۔ (ارجح المطالب صفحہ ۳۶۲)

ہوئی اور عرش کے داہنی بازو کی طرف خدا کی تسبیح کیا کرتے
تھے جب حضرت آدم بہشت میں رکھے گئے تو ہم اُن کی پشت
میں تھے اور جب حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئے تو اُسوقت ہم
اُنکی پشت میں تھے اور جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے
تو ہم اُنکی پشت میں موجود تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمکو اصلاب
طاہرہ سے ارحام طاہرہ کیطرف منتقل کرتا رہا حتی کہ عبد المطلب
کے صلب کیطرف منتقل کر کے اُس نور کو دو حصوں میں منقسم
کر دیا مجھکو عبد اللہ کے صلب میں اور علی کو ابو طالب کے
صلب میں گرایا مجھکو نبوت اور رسالت سے اور علی کو شجاعت
اور فصاحت سے ممتاز فرمایا اور اپنے اسمائے حسنہ سے دو نام
مشتق فرمائے چونکہ رب العرش محمود ہے میں محمد ہوا اور وہ اعلیٰ
ہے یہ علی ہوئے۔

(۳) عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل۔ اُن کی روایت زوائد المسند میں حسب ذیل اسناد سے ہے
(۱) حسن (۲) احمد بن مقدام بجلی (۳) فضیل بن عیاض (۴) ثور بن یزید (۵) خالد بن معدان (۶)
زاذان (۷) سلمان فارسی (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۱ ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹) عبد اللہ بن احمد بن حنبل
کے مدائح تذکرہ الحفاظ ذہبی وتہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی وتاریخ یافعی میں موجود ہیں ہے

(۴) احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصفہانی انکی روایت کو اخطب خوارزم فی مناقب خوارزمی صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے

اخبرنا شهردار هذا اجازة اخبرنا عبدوس
بن عبد الله بن عبدوس الهمدانی کتابة حدثنا
الشریف ابو طالب الجعفری حدثنا ابن مردویه
الحافظ حدثنا اسحق بن محمد علی بن خالد

خبر دی ہمکو شہردار نے اور اُسکی اجازت دی کہا خبر دی ہمکو
عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس ہمدانی نے بطور کتابت
کہا حدیث بیان کی ہم سے شریف ابو طالب جعفری نے
کہا حدیث بیان کی حافظ ابن مردویہ نے کہا حدیث بیان کی

الهاشمی حدثنا الحسین بن اسمعیل بن حماد عن ابیہ عن زیاد بن المنذر عن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ الحسین عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت انا وعلی نورًا بین یدی اللہ تعالٰی من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ تعالٰی آدم سلك ذلك النور فی صلبہ فلم یزل اللہ تعالٰی ینقلہ من صلب الی صلب حتی اقرہ فی صلب عبد المطلب فقسمہ نصفین قسمین فاخرج قسمًا فی صلب ابی عبد اللہ وقسمًا فی صلب عمی ابی طالب فعلی منی وانا منہ لحمہ لحمی ودمہ دمی فمن احبہ فبحبی احبہ ومن ابغضہ فببغضی ابغضہ

(ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

اسحاق بن محمد علی بن خالد ہاشمی نے کہا حدیث بیان کی ہمسے حسین بن اسمٰعیل بن حماد نے اپنے والد سے اُنہوں نے زیاد بن المنذر سے اُنہوں نے محمد بن علی (امام باقرؑ) سے اُنہوں نے علی ابن الحسینؑ سے اُنہوں نے امام حسینؑ سے اُنہوں نے حضرت علیؑ سے اُنہوں نے آنحضرتؐ سے کہ فرمایا آپنے میں اور علی حضرت آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا کئے گئے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور اُنکی صلب میں رہا پھر اللہ اُسکو ایک صلب سے دوسری میں منتقل کرتا رہا یہانتک کہ وہ صلب عبد المطلب میں جاگزیں ہوا پھر اُسکے دو حصہ ہوئے ایک حصہ صلب عبد اللہ میں رہا اور دوسرا صلب ابوطالب میں پس علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اُسکا گوشت میرا گوشت اور اُسکا خون میرا خون ہے جسنے اُس سے محبت کی میری وجہ سے اُس سے محبت کی اور جس نے اُس سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے اُس سے بغض رکھا۔

---

(۵) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ معروف بہ ابن عبد البر نمری قرطبی۔ انکی روایت بہجۃ المجالس میں ہے اس کتاب کا تذکرہ کشف الظنون میں بھی ہے

(۶) ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی۔ انکی روایت کو محمد بن یوسف گنجی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب باب السابع والثمانون میں اس طرح لکھا ہے جسکے رواۃ یہ ہیں۔ خطیب (۱) ابراہیم بن برکات خشوعی (۲) حافظ علی بن الحسن (۳) ابو القاسم ہبۃ اللہ (۴) حافظ ابو بکر (۵) علی بن محمد بن عبد اللہ العدل العدلی (۶) ابو علی حسن بن صفوان (۷) محمد بن سہل عطار۔

(۸) ابوذکوان (۹) حرب بن بیان (۱۰) احمد بن عمرو (۱۱) احمد بن عبداللہ (۱۲) عبیداللہ بن عمرو (۱۳) عبدالکریم جزری (۱۴) عکرمہ (۱۵) ابن عباس رضی اللہ عنہم۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ تعالیٰ قضیبا من نور قبل ان یخلق الدنیا باربعین الف عام فجعلہ امام العرش حتی کان اول مبعثی فشق منہ نصفا فخلق منہ بینکم فالنصف علی ابن ابی طالب اخرجہ الخطیب البغدادی فی تاریخہ

ابن عباس سے مروی ہو کہ آنحضرت فرماتے تھو کہ دنیا کی پیدائش سے چالیس ہزار سال قبل اللہ نے ایک نور کی چھڑی پیدا کرکے عرش کے سامنے نصب کردی جب مجھے پیدا کرنا چاہا تو اس چھڑی کو توڑ کر نصف سے تمہارے نبی کو اور نصف سے علی کو بنایا (خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن یوسف گنجی اور شہاب الدین احمد نے اسکی تخریج کی)

(۷) ابوالحسن علی ابن محمد بن الطیب البلابی معروف بہ ابن المغازلی الشافعی نے تین طریقوں سے اسے روایت کیا ہے اول کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابوغالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابوالحسن علی ابن منصور جلبی (۳) علی بن محمد عدوی (۴) حسن بن علی بن زکریا (۵) احمد بن مقدام (ملاحظہ ہوں رواۃ حدیث نمبر ۳ و نمبر ۱ بروایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔)

دوم کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان (۲) محمد بن الحسن بن سلیمان (۳) عبداللہ بن محمد عکبری (۴) عبداللہ بن محمد بن حسان (۵) جابر بن سہل (۶) سہل بن عمرو (۷) اعمش (۸) سالم بن ابی الجعد (۹) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم

عن ابی ذر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت انا وعلی نورا عن یمین العرش بین یدی اللہ عزوجل یسبح اللہ ذلک النور ویقدسہ قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلم یزل انا وعلی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبدالمطلب فجزء انا وجزء علی (ینابیع المودۃ صفحہ ۱)

ابوذر غفاری سے مروی ہو کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا کہ میں اور علی ایک نور تھا عرش کی داہنی جانب خدا کے سامنے یہ نور اللہ کی تسبیح اور تقدیس قبل خلقت آدم چودہ ہزار سال کرتا رہا پس میں اور علی ایک ہی چیز رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں ہم متفرق ہوگئے ایک جزو میں ہوں اور دوسرا علی۔

سوم کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابو عبد اللہ محمد بن علی واسطی (۳) احمد بن علی قواریری (۴) محمد بن عبد اللہ بن ثابت (۵) محمد بن مصفا (۶) بقیہ بن الولید (۷) سوید بن عبد العزیز (۸) جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہم

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل انزل قطعۃ من نور فاسکنہا فی صلب آدم فسا قہا حتی قسمہا جزئین جزء انی صلب عبد اللہ وجزء انی صلب ابی طالب فاخرجنی نبیا واخرج علیا وصیا (ارجح المطالب صفحہ ۴۷۶)	جابر بن عبد اللہ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور کا ٹکڑا نازل فرمایا اور اُسکو حضرت آدم کے صلب میں رکھا پھر اُسکے دو جزء کیے ایک جزء عبد اللہ کے صلب میں رکھا اور دوسرا ابو طالب کے صلب میں اور مجھکو نبی بنا کر اور علی کو وصی بنا کر ظاہر کیا

(۸) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی نے فردوس الاخبار میں بروایت حضرت سلمان فارسیؓ لکھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱) دیلمی کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق آدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم نزل فی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ	میں اور علی آدم کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا ہوئے جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور اُنکی صلب میں رہا یہانتک کہ عبد المطلب میں آکر تفریق ہوئی مجھ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت

(۹) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی فی سورۃ ہل اتی میں بطریق زیاد ابن المنذر روایت کیا جو حدیث نمبر ۴ میں بروایت ابن مردویہ گذر چکی۔ اُنہوں نے حدیث محمد بن زکریا سے اُنہوں نے محمد بن عبد اللہ سے اُنہوں نے اسحٰق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی سے روایت کی تا آخر۔

(۱۰) ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص علویہ میں ابو علی حسن بن احمد حداد سے اُنہوں نے ابو نعیم احمد بن عبد اللہ سے اُنہوں نے احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی سے اُنہوں نے حارث بن اسامہ سے اُنہوں نے داؤد بن المجر بن محمد سے اُنہوں نے قیس ابن الربیع سے اُنہوں نے عباد بن کثیر سے اُنہوں نے ابو عثمان رازی سے اُنہوں نے حضرت سلمان فارسی سے اُنہوں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ

خلقت انا وعلی من نور عن یمین العرش نسبح
اللہ ونقدسہ من قبل ان یخلق اللہ عزوجل
آدم باربع عشرۃ الاف سنۃ فلما خلق آدم
نقلنا الی اصلاب الرجال وارحام النساء الطاھرات
ثم نقلنا الی صلب عبد المطلب وقسمنا بنصفین
فجعل النصف فی صلب عبد اللہ وجعل النصف فی
صلب ابی طالب فخلقت من ذلک النصف وخلق
علی من النصف الاخر واشتق لنا من اسمائہ اسماء
واللہ محمود وانا محمد واللہ الاعلی وانی علی واللہ فاطر وابنتی
فاطمۃ واللہ محسن وابنائی الحسن والحسین فکان
اسمی فی الرسالۃ وکان اسمہ فی الخلافۃ والشجاعۃ فانا
رسول اللہ علی سیف اللہ (ارجح المطالب صفحہ ۴۴۶)

آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل میں اور علی ایک نور کی
پیدا ہوئے اور ہم عرش کے داہنی طرف خدا کی تسبیح اور تقدیس
کیا کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ہمکو اصلاب طاہرہ
سے ارحام طیبہ میں منتقل کرتا رہا یہانتک کہ ہم عبد المطلب تک
پہونچی پھر ہم کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ کو صلب عبد اللہ
میں اور دوسری حصہ کو صلب ابو طالب میں رکھا ایک
حصہ سے مجھکو اور دوسرے سے علی کو پیدا کیا اور ہمارے
لئے اسمائے حسنہ سے نام مشتق کئے اللہ تعالی محمود ہے میں
محمد ہوا اور وہ اعلی ہے میرا بھائی علی ہوا اور وہ فاطر ہے
میری بیٹی فاطمہ ہوئی اور وہ محسن ہے میرے بیٹے حسن وحسین
ہوئے میرا نام بہ زمرۂ نبوت اور علی کا نام بہ زمرۂ خلافت و
شجاعت درج ہوا میں خدا کا رسول ہوں اور علی اسکی تلوار ہیں

(۱۱) ابو منصور شہر دار بن شیرویہ دیلمی۔ انکی روایت کو اخطب خوارزم نے صفحہ ۸۷ مناقب خوارزمی میں لکھا

(۱۲) ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی میں لکھا

(۱۳) علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن عساکر۔ انکی روایت کو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایۃ
الطالب میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۱۴) ابو الرجا نور الدین محمود بن محمد صالحانی۔ انکی روایت کو شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل علی
ترجیح الفضائل میں لکھا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۱۵) ابو الفتح ناصر بن ابو المکارم مطرزی انکی روایت کو حموینی نے فرائد السمطین میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)
مطرزی اخطب خوارزم سے روایت کرتے ہیں آن سے محب الدین بخار آن سے ابو طالب زینبی

اُن سے حموینی۔

(۱۶) ابو محمد قاسم بن الحسین بن محمد خوارزمی (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۱۷) ابو القاسم امام الدین عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی نے حدیث نور روایت کی شیخ عبد الغفار بن ابی صالح جیلی سے اُنہوں نے ابو البرکات ہبۃ اللہ بن موسیٰ سے اُنہوں نے قاضی ابو المظفر ہناد بن ابراہیم سے اُنہوں نے ابو الحسن محمد بن موسیٰ سے اُنہوں نے محمد بن الفرحان سے اُنہوں نے قاضی محمد بن یزید سے اُنہوں نے لبیب بن سعید سے اُنہوں نے علا بن عبد الرحمٰن سے اُنہوں نے عبد الرحمٰن سے اُنہوں نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لما خلق الله ابا البشر و نفخ فيه من روحه التفت آدم يمينة العرش فاذا نور خمسة اشباح سجدا و ركعا قال ادم يا رب هل خلقت احدا من طين قبلی قال لا يا ادم قال فمن هولاء الخمسة الذين اراهم فی هيئتی و صورتی قال هؤلاء خمسة من ولدك لولاهم ما خلقتك هولاء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی لولاهم ما خلقت الجنة و لا النار و لا العرش و لا الكرسی و لا السماء و لا الارض و لا الملائكة و لا الانس و لا الجن فانا المحمود و هذا محمد و انا العالی و هذا علی و انا الفاطر و هذه فاطمة و انا الاحسان و هذا الحسن و انا المحسن و هذا الحسين اليت بعزتی انه

ابو ہریرہ سے مروی ہے اور وہ آنحضرتؐ سے روایت کرتی ہیں کہ جب اللہ نے ابو البشر کو پیدا کیا اور انکی جسم میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدم نے عرش کو داہنی بازو کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو پانچ جسم نورانی رکوع و سجود میں نظر آئے پوچھا کہ خداوندا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی کو خاک سے پیدا فرمایا ہے ارشاد ہوا کہ نہیں عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جنکو میں اپنی صورت اور ہیئت پر دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں جن کے لیے میں نے اپنے ناموں میں سے پانچ نام مشتق کیے اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ عرش و کرسی آسمان و زمین و فرشتے و جن و انسان وغیرہ پیدا نہ کرتا میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے میں عالی ہوں اور یہ علی۔ میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے میں احسان ہوں یہ حسن میں محسن ہوں اور یہ حسین ہے مجھے اپنی عزت کی قسم اگر کوئی ایک بائی کو برابر بھی انکا

لا یاتینی احد بمثقال حبة من خردل من بغض احدهم الا ادخلته ناری ولا ابالی یا آدم هؤلاء صفوتی بهم انجیهم وبهم اهلکهم فاذا کان لك الی حاجة فبهؤلاء توسل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحن سفینة النجاة من تعلق بها نجی ومن حاد عنها هلك فمن کان له الی اللہ حاجة فلیسئل بنا اهل البیت (اخرجه ابو القاسم عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم الرافعی وابراهیم بن الحموینی)

(ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

بغض لیکر میری پاس آئیگا تو میں اُسکو دوزخ میں ڈالوں گا اے آدم یہ میری برگزیدہ ہیں انکی وجہ سے بہتوں کی نجات دونگا اور بہتوں کو ہلاک کرونگا جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آئے اُنکو وسیلہ بنا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم نجات کی کشتی ہیں جس نے اس کشتی کیساتھ اپنا تعلق اختیار کیا وہ نجات پاگیا اور جس نے اعراض کیا وہ ہلاک ہوگیا جس کسی کو خدا سے اپنی حاجت روائی منظور ہو اُسکو چاہئے کہ ہم اہلبیت کو خدا کی جناب میں وسیلہ گردانے (ابو القاسم عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم رافعی وابراہیم بن الحموینی نے اسکی تخریج کی۔

(۱۸) ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم کلاعی معروف بہ ابن سبوع اندلسی نے کتاب الشفا میں لکھا (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

(۱۹) محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب باب ۶۷ صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ میں لکھا۔ انکی روایت ابن عباسؓ کی مرویہ ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱ میں بھی ہے۔

(۲۰) ابو العباس محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ باب ۱۲ فصل پانچویں)

(۲۱) ابراہیم بن محمد بن محمد ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ الجوینی الحموینی نے اس حدیث کو فرائد السمطین میں شیخ العدل بہاء الدین محمد بن یوسف برزالی سے اُنہوں نے شیخ احمد اموی سے اُنہوں نے جمال الدین احمد قزوینی سے اُنہوں نے ابو القاسم امام الدین عبد الکریم رافعی قزوینی سے اُنہوں نے شیخ عالم عبد القادر بن ابی صالح جیلی سے تا آخر روایت کیا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱ و نمبر ۱۷ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۰)

(۲۲) جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن مدنی زرندی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

(۲۳) سید محمد بن یوسف حسینی معروف بہ گیسو دراز (کتاب الاسمار قلمی سمر چہل و ہفتم)

(۲۴) سید محمد بن جعفر مکی - بحر الانساب (مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴)

(۲۵) جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیان - خزانۂ جلالی (مناقب مرتضوی صفحہ ۴)

(۲۶) سید علی بن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ القربی مشمولہ ینابیع المودۃ مودۃ ثامنہ صفحہ ۲۵۴)

(۲۷) جلال الدین احمد خجندی (توضیح الدلائل قلمی)

(۲۸) سید شہاب الدین احمد - توضیح الدلائل (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۲۹) ملک العلما شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی - ہدایۃ السعداء (مناقب مرتضوی صفحہ ۴)

(۳۰) ابن حجر عسقلانی - تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس قلمی

(۳۱) احمد بن محمد حانی حسینی شافعی تبر المذاب قلمی بروایت امام احمد بن حنبل

(۳۲) ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی - کتاب الاکتفاء (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۵)

(۳۳) جمال الدین محدث عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمن شیرازی نیشاپوری - کتاب الاربعین قلمی

(۳۴) شیخ محمد واعظ ہروی - ریاض النفضائل قلمی فصل الحادی عشر -

(۳۵) سید محمد بن سید جلال ماہ عالم - تذکرۃ الابرار قلمی

(۳۶) محمد صدر عالم - مناہج العلی قلمی

(۳۷) شیخ محمد صالح کشفی - مناقب مرتضوی صفحہ ۳۹ بروایت کتاب اربعین ابوالمکارم حسن وامعانی ونزل السائرین وغیرہ

(۳۸) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی - ینابیع المودۃ صفحہ ۹

(۳۹) مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری - (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۴۰) شیخ فریدالدین محمد عطار نیشاپوری - اسرار نامہ ؎

تو نور احمد و حیدر یکے دان کہ تا گردد بتو اسرار آسان

مثنوی الٰہی نامہ ؎

پیمبر گفتہ است اے نور دیدہ ز یک نوریم ہر دو آفریدہ

علی چوں بانبی آمد زیک نور یکے باشند ہر دو از دوئی دور

اس حدیث نور سے جس طرح کا شرف و قرب و معیت و اتحاد بہ حسب ظاہر و باطن حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اس میں اہلبیت عظام و صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا (مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۳۷)

امامت

مولوی سید انوار الرحمٰن سہل رسالہ ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ مراتب قرب الٰہی میں نبوت سے فروتر دوسرا درجہ امامت کا ہے اسکے بھی دو رخ ہیں امام من وجہ الی الخلق و من وجہ الی الحق متوجہ ہوتا ہے۔ جس طرح انبیا میں بعض صاحب جبر اولوالعزم ہوتے ہیں اور انکی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں پر وہ مامور بالقتال ہوتے ہیں اور بعض مامور بالقتال نہیں ہوتے اسی طرح امام بھی اپنی امامت کے اظہار پر مامور ہوتے ہیں مگر بعض کی دعوت خفی اور بعض کی جلی ہوتی ہے اور جس طرح انبیا کی نبوت سے انکار مستلزم کفر ہے اسی طرح امام کی امامت سے انکار بھی مستلزم عصیان ہے اسی فضل و شرف کا اظہار تھا جو جناب امیر نے انعقاد خلافت صدیقی و عثمانی پر فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ کی خلافت پر عدم اظہار کا یہ سبب تھا کہ ان کی خلافت خلافت صدیقی کا جزو تھی اور بطریق استخلاف واقع ہوئی تھی اور یہ بزرگوار آپ کے اس فضل کا اعتراف بھی فرماتے رہے اور امامت و نبوت مستلزم خلافت و سلطنت نہیں ہے اور نہ نبی و امام کی موجودگی میں اس کی نبوت اور امامت کے اعتراف کے باوجود خلافت و سلطنت قبول کرنے سے خلیفہ عاصی سمجھا جا سکتا ہے۔ جناب امیر امام تھے اور اپنی امامت کے اظہار پر مامور۔

سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ

عن فاطمۃ بنت رسول اللہ قالت قال رسول اللہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ سے مروی ہے کہ

صلی اللہ علیہ وسلم من کنت ولیہ فعلی ولیہ و من کنت امامہ فعلی امامہ

آنحضرت نے ارشاد فرمایا جسکا میں ولی ہوں علی بھی اُسکے ولی ہیں اور جسکا میں امام ہوں علی بھی اُسکے امام ہیں

حافظ عبدالرحمٰن امرتسری رسالہ "المرتضیٰ" صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں کہ

علی مرتضیٰ کے حق میں خلیفہ کے علاوہ امام کا لقب بھی استعمال کیا جاتا ہے جسکے معنی پیشرو کے ہیں قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے چنانچہ اُن سے مخاطب ہوکر اُنکی اور اُنکی اولاد کی بابت اس طرح ارشاد کیا ہے۔

انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین۔ (پ۱ بقرہ آیت ۱۴۴)

میں تم کو لوگوں کا امام (پیشوا) بنانیوالا ہوں ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے فرمایا ہاں مگر میرا قرار میں وہ لوگ داخل نہیں جو ناحق پر ہوں۔

فرقہ امامیہ لفظ امام کو علی مرتضیٰ اور اُنکی اولاد سے مختص قرار دیتے ہیں اور صوفیائے کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

ز مشرق یا بمغرب گر امام است علی و آل و اولادش تمام است

مگر علمائے اہلسنت کے نزدیک یہ لفظ عام ہے۔ امت محمدیہ میں سے ہر شخص جس کو کسی دینی معاملہ میں کمال حاصل ہو امام کہلانے کا مستحق ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے بزرگوار ایسے ہو گذرے ہیں جن کو قوم نے خاص خاص کمالات کے باعث امام کا خطاب عطا کیا ہے مضمون مندرجۂ ذیل سے معلوم ہوگا کہ امام کا لفظ کن اشخاص پر اور کن وجوہات سے استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں پر اُسکے احکام کس درجہ تک واجب التعمیل ہیں۔ اس مقام پر امام کے لفظ سے ہماری مراد اُس شخص سے نہیں ہے جو سب کے آگے کھڑا ہوکر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے بلکہ ایسے شخص سے مراد ہے جو بہ سبب کمال نفسی و روحانی یا علمی و عملی امام کے لفظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں علاوہ نبوت اور نفاذ احکام اور محافظت مسلمین کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شان خلافت سے متعلق ہیں ذاتی کمالات اور اعلیٰ درجہ کی صفات

بھی تھیں۔ پس اُن صفات کمال میں مشابہت پیدا کرنا اس کمال میں امامت کے درجہ پر پہنچا ہے مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دین میں محققاً بذریعۂ وحی یا الہام کے جو مقتضائے فطرت نبوت تھا اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا۔۔ جو اس درجہ کا کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا مگر جن لوگوں نے علم دین اور احکام شریعت کے سمجھنے اور نکالنے میں نہ بطور تقلید بلکہ بطور اجتہاد کوشش کی اور اسکو حاصل کیا اور جم غفیر مسلمانوں نے اُن کو قبول و تسلیم کیا گو کہ اس میں خطا کا احتمال بھی ہو اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال دینی سے ایک قسم کی مشابہت پیدا کی اور اس کمال میں درجۂ امامت حاصل کیا اور تمام لوگوں نے اس فن میں اُن کو تسلیم کیا جیسے کہ مجتہدین اربعہ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔

یا مثلاً جو تقدس ذاتی اور صفات روحانی اور علم دینی و روحانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا اسکو ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے حاصل کیا خواہ تعلیماً خواہ وہبیاً اور اس کمال میں رسول خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کی اس لئے جم غفیر مسلمانوں نے اُن کو اس کمال میں امام تسلیم کیا اور ائمہ اہلبیت کے لقب سے ملقب ہوئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عقائد تحقیقاً یا از روے وحی یا الہام کے حاصل تھا جو دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ پس اس میں مشابہت کا حاصل کرنا صرف استدلال پر منحصر تھا پھر جس نے استدلال سے اسکو حاصل کیا گو کہ اس میں غلطی کا بھی احتمال ہو اور جم غفیر مسلمانوں نے اسکو تسلیم کیا اس نے اس فن میں امام کا درجہ پایا جیسے کہ امام غزالی اور امام فخر الدین رازی و دیگر علمائے علم کلام اس فن میں درجۂ امامت کو پہونچے تھے۔

علاوہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بہت سے کمالات ذاتی تھے جیسے تقدس روحانی استغراق فی ذات اللہ۔ توجہ الی اللہ تسلیم حکم ربانی۔ حلم۔ رحمت۔ شفقت علی المسلمین وغیرہ وغیرہ پس جو شخص کمالات مصطفوی کے کسی کمال سے اپنے کو مشابہ کرتا ہے وہی اوس کمال کا امام ہوتا ہے خواہ وہ امام کے نام سے مشہور ہوا ہو یا نہیں۔

اور جس نے تمامی روحانی اور اخلاقی صفات محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں مشابہت پیدا کی ہو اور ملک بھی اُسکی حکومت میں ہو جس میں اُس کو احکام شرعی کے نفاذ اور مسلمانوں کی ہدایت اور حفاظت کا اختیار حاصل ہو۔ بلاشبہ وہ شخص بھی اُس ملک کے لئے جو اُسکی حکومت میں ہے خلیفہ رسول اللہ اور امام کے لقب سے ملقب ہونے کا مستحق ہے اور اگر اُس نے اپنے کو اُن صفات کمال کے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں مشابہ نہیں کیا اور کسی ملک کی حکومت حاصل کی جیسا کہ بنی امیہ بنی عباس نے تو وہ درحقیقت اُس ملک کے مسلمان رہنے والوں کے لئے سلطان ہے نہ امام اور نہ خلیفہ رسول اللہ گو کہ اُس نے فخریہ طور پر خلیفہ کا لقب اختیار کیا ہو اور بزور حکومت اپنے کو خلیفہ کہلوایا ہو۔ اسی لئے اُس نے اپنے اجتہاد سے جو احکام متعلق بہ مذہب دئے ہوں وہ وقعت سے نہیں دیکھے جاتے۔

اور اگر اُس نے اپنے کو صفات کمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کیا ہے اور کوئی ملک اُسکے حکومت اور قبضۂ اقتدار میں نہیں ہے جس میں وہ احکام شرعی کو نافذ اور وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کر سکے تو وہ صرف اُنہی امور میں جنہیں اُس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت پیدا کی ہے امام ہے مگر اُس پر خلیفۂ رسول اللہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے ائمہ اہلبیت علیہم السلام امام کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں مگر فرق اسلامیہ میں امام کا مرتبہ قرار دینے میں اختلاف ہے شیعہ تو امام کو معصوم اور منصوص من اللہ اور مفترض الطاعت قرار دیتے ہیں اور یہ کہ امامت حضرت امام مہدی علیہ السلام پر جو ائمہ اہلبیت کے اخیر امام ہیں ختم ہو گئی وہ پیدا ہوئے تھے اور سرّ من رائے کے غار میں غائب ہو گئے ہیں مگر اب تک زندہ ہیں اور امام العدل الزمان ہیں اور قیامت کے قریب ظاہر ہونگے اور اس لئے کوئی دوسرا شخص امام نہیں ہو سکتا مگر اہلسنت وجماعت کسی امام کو منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطا قرار نہیں دیتے۔ بلکہ وہ سوائے پیغمبر کے کسی کو گو وہ کیسا ہی مقدس ذی علم اور صاحب فضل وکمال ہو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے۔ باوجود رسول اللہ کے [illegible]

نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ شیعہ تو امام کے حکم کو تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر بچوں وچراواجب التعمیل

سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ اُن کے امام دنیا کی آنکھوں سے غائب ہیں اس لئے اس زمانہ میں کوئی ایسا حکم اُنکے لئے وجود پذیر نہیں ہوسکتا جس کی اطاعت تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر واجب ہو۔ مگر یہ کہ مجتہد ہو

اہل سنت والجماعت کسی امام موجودہ یا گذشتہ کا حکم تمام دنیا کے سُنی مسلمانوں پر بے چوں و چرا واجب التعمیل نہیں سمجھتے۔ جو لوگ بے پڑھے یا کم استعداد ہیں وہ تو جس امام کے معتقد ہیں یا جس کے اُنکے باپ دادا معتقد تھے اُسی کی پیروی کرتے ہیں اور جو لوگ ذی استعداد اور قابل ہیں وہ جب تک اس بات کو نہ سمجھ لیں کہ وہ حکم امام کا صحیح اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہے اُسکو واجب التعمیل نہیں جانتے

مولانا سید صدرالدین احمد موسوی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضیٰ صفحہ میں لکھتے ہیں

باید دانست کہ امام بہ چند معنی استعمال میشود اول خلافت کہ آنرا امامت کبریٰ گویند چوں امامت خلفائے راشدین دوم امام فی العلم مانند امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد حنبل و مالک و محمد بن اسمٰعیل بخاری و نسائی وغیرہم سوم امام فی الصلوٰۃ کہ او را امام مسجد نیز گویند پس مراد از ائمہ اثنا عشر کدام امام است بدانکہ نزد امامیہ امامت کبریٰ مراد است و نزد اہلسنت و جماعت بعد حضرت مرتضیٰ و حسنین با وصف استحقاق و قابلیت خلافت امامت فی العلم والتقوےٰ مراد است ائمہ اثنا عشر بعد از حسنین تا حسن کہ ماند اول ایشان علی بن الحسین و آخر ایشان محمد بن الحسن العسکری است اگر ایشان امام فی العلم بودند پس در کدام فن امام بودند و تعداد ایشان در کدام طبقات است جواب ازین است کہ چوں ایشان در جمیع علوم دینی افضل وقت خود بودند لہذا ایشان را علی العموم امام

جاننا چاہیے کہ لفظ امام چند معنی پر مستعمل ہوتا ہے اول خلافت کہ اُسکو امامت کبریٰ کہتے ہیں مثل امامت خلفائے راشدین دوسرے امام فی العلم مثل امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد حنبل و مالک و محمد بن اسمٰعیل بخاری و نسائی وغیرہ تیسرے امام فی الصلوٰۃ جس کو امام مسجد بھی کہتے ہیں پس ائمہ اثنا عشر سے کون امام مراد ہیں واضح ہو کہ امامیہ کے نزدیک امامت کبریٰ مراد ہے اور اہلسنت و جماعت کے نزدیک بعد حضرت مرتضیٰ و حسنین باوصف استحقاق و قابلیت خلافت امامت فی العلم والتقوےٰ مراد ہے بعد حضرات حسنین ائمہ اثنا عشر سے نو حضرات ہیں جنمیں اول علی بن الحسین اور آخر محمد بن الحسن العسکری ہیں اگر یہ امام فی العلم تھے تو کس فن میں امام تھے اور کس طبقہ میں شمار کرنے کے قابل اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام علوم دینی میں اپنے وقت میں افضل تھے لہذا اُن کو علی العموم امام کہیں گے۔

گویند و ابو حنیفہ و امثال ایشان را امام فی الفن گویند
چنانچہ شاہ عبد العزیز در تحفۂ اثنا عشریہ تصریح بدان نمودہ
بالجملہ اہلسنت بدان قائل اند کہ ایشان بعد از صحابہ کبار
افضل بشر اند در وقت خود چنانچہ در مقام خود مذکور خواہد
شد و استحقاق خلافت در ایشان بروجہ اتم و اکمل
حاصل بود مگر ایشان دعوے امامت نکردند و
بیعت ایشان نیز واقع نشدہ و قاطبتہً نزد امامیہ
و بعض اہلسنت ایشان امام بودند مگر از تصرف
ممنوع بودند چنانچہ ابن صباغ مالکی کتابی در
این امر تالیف نمودہ و آنرا فصول المہمہ فی معرفۃ
الائمہ نام نہادہ و آن کتاب را دوازدہ باب قرار
دادہ ہر بابے برائے اثبات امامت و مناقب
یکے از ائمہ دوازدہ گانہ کہ اول آن مرتضیٰ و آخر
آن محمد بن الحسن العسکری است مقرر داشتہ۔

اور ابو حنیفہ اور اُن کے مثل کو امام فی الفن کہیں گے
جیسا کہ شاہ عبد العزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس کی
تصریح کی ہے بالجملہ اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ یہ تو
حضرات بعد صحابہ کبار افضل خلق اپنے وقت میں ہیں جیسا کہ
اپنے مقام میں مذکور ہوگا اور استحقاق خلافت اُن میں
بروجہ اتم و اکمل حاصل تھا مگر ان حضرات نے دعوے
امامت نہ کیا اور بیعت انکی بھی نہ واقع ہوئی یقیناً امامیہ و
بعض اہلسنت کے نزدیک یہ امام تھے مگر تصرف سے ممنوع
تھے جیسا کہ ابن صباغ المکی نے اس امر میں ایک کتاب
تالیف کی اور اُس کا نام فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ رکھا اور
اُس کتاب کے بارہ باب قرار دئے ہر باب علیحدہ علیحدہ
ائمہ اثنا عشر کی امامت کے اثبات میں اور مناقب میں
لکھا جن کے اول حضرت مرتضیٰ اور آخر محمد الحسن عسکری کو
مقرر کیا۔

ارباب کشف کے نزدیک امامت سے قطب الارشادی مراد ہے۔ اکابر اولیاے امت کو کشف
صریح معلوم ہوا کہ فیض و برکات ولایت جو اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں وہ اولاً ایک شخص پر نازل
ہوتے ہیں پھر اُسکے ذریعہ سے اوروں کو بقدر استعداد و مرتبہ عطا ہوتے ہیں بغیر اُسکے توسط کے کسی کو
فیض نہیں پہونچتا اور نہ درجہ ولایت حاصل ہوتا ہے۔ ایسے ہی شخص کو امام اور قطب الارشاد
بالاصالۃ کہتے ہیں۔ یہ منصب عالی حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے لئے مقرر تھا۔ قبل از نشأۂ عنصری حضرت ولایت مآب امم سابقہ میں بھی جو کوئی درجۂ
ولایت پر پہونچتا تھا وہ بتوسط روح حضرت علی پہونچتا تھا۔ پھر آپ کے حیات میں تمام صحابہ و

تابعین کو یہہ دولت آپ ہی کے ذریعہ سے پہونچی۔ بعد رحلت یہہ مرتبہ حضرت امام حسنؑ کو پھر حضرت امام حسینؑ کو پھر یکے بعد دیگرے اور حضرات ائمہ کو یہہ منصب عالی تفویض ہوتا چلا آیا۔ بعد وفات امام حسن عسکری تا ظہور حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی حسنی حسینی حضرت امام حسن عسکری کی روحانیت سے متعلق رہا جب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی پیدا ہوئے تو یہہ منصب اُن سے متعلق ہو گیا اور تا ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام اُنہیں کے متعلق رہے گا (ماخوذ از روض الازہر صفحہ ۳۷ و شہادت نامہ صفحہ ۱۱)

قصیدہ

علی امام و علی ہادی و علی مولا — علی وصی نبی و علی ولی خدا
علی قسیم و علی قاسم و علی مہدی — علی حبیب و علی ایلیا علی اولیٰ
علی شفیع و علی عابد و علی طاہر — علی امین و علی صادق و علی دنیٰ
علی صفی و علی عابد و علی زاہد — علی رضی و علی راضی و علی ارضی
علی شہید و علی شاہد و علی مشہود — علی کریم و علی ساقی و علی آقا
علی است راکب دوش پیمبر امی — علی خلاصۂ آل عبا علی اعلا
علی ابو الحسنین و علی است نفس نبی — علی است زوج بتول و علی است شیر خدا
علی امام نخستین خلیفۂ چارم — علی سعید و علی سید و علی والا
علی برادر ختم الرسل علی ہارون — علی چراغ ہدایت علی امام ورا
علی است آنکہ عبادت بیادش گردید — علی است کرّم اللہ وجہہ البیضا
علی است باب علم کہ شہر است نبی — علی است جامع ایمان صدق و عدل و حیا
علی زراکع و ساجد شار رب کریم — علی زلحمک لحمی مراد شاہ ہدا
علی خود است امامت علی خود است امام — علی خود است ولایت علی خود است ولیا
علی خود است کرامت علی خود است کریم — علی خود است ہدایت علی خود است ہدا
علی خود است حسین و علی خود است حسن — علی خود است علی و علی خود است علا

علی است قاسم مینای شوق جان بازی — علی است ساقی صہبای صبر و درد و رضا
علی چہ نام مبارک علی چہ اسم لطیف — ہزار جان بہ این نام نامی تو فدا
مرا بس است بہ محشر اضافت نامت — مرا بس است بہ محشر غلامیت آقا
مرا کہ ہست اضافت بہ نام پاک تو بس — غریق بحر گناہم بگیر دست مرا
مریض درد فراقم علی طبیب من است — علیلم از غم ہجران علی دواو شفا
علی است جان من و جان جاں جانانم — نظر کن و گرہ از کار بستہ ام بکشا
خطا شعاری من رنجہ کرد یارم را — گناہکاری من کرد مبتلائے بلا
فغان زدرد و فراق و فغاں ز سوز نہاں — بگیر دست من ناتوان اغث غوثا
شدہ است فی ذات تو حلال مشکل عالم — منم بمشکل و غیر تو نیستم ماوا
رسید جاں بلب از دست ہجر ہوش ربا — تو خود بیا ز نجف یا مرا طلب فرما
تو ئی کہ جرعۂ دادی ز جام صدق مرا — تو ئی کہ روزی من کردۂ ز خوان ولا
ز نور روئے نگار این دلم منور کن — طلوع ساز ز جیب من آفتاب ولا

ولایت

ولایت کے لغوی معنی قرب کے ہیں اور اصطلاحی معنی تخلق باخلاق کے۔ لفظ ولایت ولی سے مشتق ہے۔ ولی اُسکو کہتے ہیں جو ذات و صفات الٰہی کو اپنے امکان بھر جانتا ہو اور عبادت میں مداومت رکھتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اور اپنے آپ کو لذات و شہوات سے بچاتا ہو۔

شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو چونکہ ذکر (یعنی خدا کی یاد) سب سے بڑی عبادت ہے اور اولیا اللہ کے جمال باکمال کا مشاہدہ اس نعمت کے حصول کا موجب ہوتا ہے اس لئے اولیا اللہ کی زیارت عبادت الٰہی ہے۔ حدیث نبوی

النظر الی وجہ علی عبادۃ (ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۹) علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس مضمون کی حدیث کا کسی اور صحابی کے شان میں وارد ہونا

اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی ہی منصب ولایت پر بالاصالت فائز ہوئے۔ حدیث ولایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور حدیث موالات

ان اللہ عزوجل مولای وانا ولی کل مومن ثم یاخذ بید علی فقال من کنت ولیہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ .....

اللہ عزوجل میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولیٰ ہوں پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس شخص کا میں ولی ہوں یہ بھی اسکا ولی ہے خدایا جو اسکو دوست رکھے اسکو دوست رکھ اور جو اسکو دشمن رکھے

بھی اسی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

مولوی انوار الرحمٰن بسمل اپنے رسالہ ائمۃ الہدیٰ کے حصہ اول صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ نبوت اکمل ترین مراتب قرب الٰہی کا نام ہے اور نبی منجانب اللہ عالم خلق و عالم امر دونوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے عالم خلق کی تہذیب نبی کے نبوت سے متعلق ہے اور عالم امر کی اصلاح نبی کی ولایت سے متعلق ہوتی ہے۔ اصلاح عالم خلق اصالتاً نبی پر ختم ہو جاتی ہے اور ولایت علیٰ حالہ جاری رہتی ہے اور کسی شخص سے بالاصالت اسکا تعلق ہو جاتا ہے۔ چونکہ حضرت علی کا رخ توجہ الی الخلق مغلوب اور رخ توجہ الی الحق غالب تھا آپ سے عالم امر کی اصلاح نہایت اکمل طریقہ سے ہوئی ایسا کہ آپ ہی فائز بمرتبۂ ولایت ہوئے اور تمام صحابہ ولایت میں آپ کے تابع ہوئے۔ ولایت کا کام بغیر سلطنت و خلافت کے بھی انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ خلفائے ثلثہ فیضان نبوت میں آنحضرتؐ سے ملکہ پاتے اس لئے اصلاح عالم خلق جو نبوت سے متعلق ہے ان حضرات سے خوب ہوئی اور مقامات ولایت محمدی میں چونکہ اکتساب حضرت علی کو تھا اصلاح عالم خلق تو آپ سے علیٰ وجہ الکمال نہ ہو سکی۔ مگر قیامت تک حصول ولایت آپ کے ابتداع پر مربوط رکھا گیا اور اولیائے امت آپ کے سرکار سے وابستہ اور آپ کے خوان فیض کے محتاج قرار دئے گئے۔"

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ شیخین کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت علی کمالات ولایت کے اسی لئے جہاد با کفار و ترویج احکام شریعت و اصلاح امور ملت خلفائے ثلثہ کی ذات سے زیادہ ہوئے۔ اور تعلیم طریقت و ارشاد احوال و مقامات

سالکین نیز غوائل نفس پر تنبیہ و ترغیب زہد یہ سب امور حضرت علی سے زیادہ جاری ہوئے شیخین کا کا زمانہ بقیۂ زمانہ نبوت تھا فقہائے شریعت و مجتہدین ملت کے سلاسل تلمذ شیخین و نائبین شیخین پر زائد منتہی ہوے۔ حضرت علی کا زمانہ ابتدائی دور ولایت ہوا آپ چونکہ پرتو اور صورت کمال علی آنحضرتؐ کے تھے لہذا شیوخ طریقت و اصحاب معرفت و حقیقت نے آپ کو فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیا لکھا ہے۔ اسی سبب سے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل آپ پر منتہی ہوتے ہیں آپکو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو آپ سے وابستہ جانتی ہے فاتحہ درود و صدقات نذر و منت آپ ہی کے نام سے رائج ہے ان امور میں شیخین کا نام کوئی زبان پر نہیں لاتا اور فاتحہ درود و صدقات نذر منت عرس و مجلس میں اُن کو کوئی شریک نہیں کرتا اور نہ امور تکوینیہ کو اُن سے وابستہ جانتا ہے باوجودیکہ اُنکے فضل و کمال کا قائل ہوتا ہے (شہادت نامہ صفحہ ۱۵ باختصار العبارت)

رباعی

اے بحر عجائب و غرائب مددے — اے شاہ مشارق و مغارب مددے
عمریست کہ گم نمودہ ام راہ طلب — اے باب مدینۂ مطالب مددے

خصائل حضرت علیؑ

امور معاش یعنی طرز زندگی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خانگی زندگی کا دور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کیساتھ نکاح ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ کسب معاش کے لئے کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ بعد ہجرت جب حضرت فاطمہ سے شادی ہوئی تو ولیمہ کی فکر دامنگیر ہوئی قرب و جوار کے جنگل سے اونٹ پر گھاس لاکر بیچنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت حمزہؓ نے ایک روز بغیر انکی اجازت کے اُس اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا

بالآخر زرہ فروخت کی جس کی قیمت روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ نہ تھی اور اُس سے سامان فراہم کیا۔

حضرت علی جب شادی کے بعد علٰحدہ مکان میں رہنے لگے تو حصول معاش کی فکر لاحق ہوئی چونکہ شروع سے اُس وقت تک تمام زندگی سپاہیانہ کاموں میں بسر ہوئی تھی۔ اس لئے کسی قسم کا سرمایہ پاس نہ تھا۔ محنت مزدوری اور جہاد کے مال غنیمت پر گذر اوقات تھی۔ خیبر جب فتح ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علی کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر عنایت کیا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں باغ فدک کا انتظام بھی آپ کے حوالہ کر دیا اور دوسرے صحابہ کی طرح آپ کے لئے بھی پانچ ہزار درہم (ایک ہزار روپیہ) سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔

حضرت عثمان رضؓ کے بعد جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر ہو گیا اور اسی پر آخری لمحۂ حیات تک قانع رہے۔

حضرت علی نے تنگی اور تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا جو سادہ طریقہ اختیار کیا تھا وہ آپ کی زندگی تک قائم رہا۔ جب آنحضرت کی صاحبزادی حضرت فاطمہ آپ کے نکاح میں آئیں تو اُسوقت والدہ کے سوا کوئی گھر میں نہ تھا اور نہ کوئی لونڈی یا غلام خدمت کرنے کو تھا اُس زمانہ میں آپنے خانگی معاملات کو جس طرح تقسیم کر رکھا تھا اُسکی مختصر کیفیت یہہ ہے کہ آپنے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد سے کہا کہ باہر کے کاروبار مثل آب کشی و دیگر ضروریات کا میں انصرام کروں گا اور گھر کا کام مثل آٹا گوندھنا روٹی پکانا چکی پیسنا فاطمہ بنت رسول اللہ کیا کرینگی (خلفائے راشدین صفحہ ۲۲۵ والمرتضیٰ صفحہ ۹۹)

کیفیت طعام

غیر معمولی زہد و ورع نے حضرت علی مرتضیٰ کی معاشرت کو نہایت سادہ بنا دیا تھا۔ کھانا عموماً آپ روکھا پھیکا نوش فرمایا کرتے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی سوائے اُس چیز کے جو مدینہ سے آپ کے پاس آتی تھی اور کچھ نہ نوش فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا آپنے

نہ کھایا پینے پوچھا کہ کیا حرام ہے فرمایا حرام تو نہیں ہے مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر کرنا نہیں چاہتا جس کو آنحضرتؐ نے نوش نہ فرمایا ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۴)

عدی بن ثابت کہتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے جب فالودہ رکھا گیا تو آپ نے اسکے کھانے سے انکار کر کے یہہ فرمایا کہ مجھکو اس چیز کا کھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے نہ کھایا ہو ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہہ دیکھ کر فرمایا واللہ اسکی خوشبو بہت اچھی ہے رنگ بھی خوش آیند ہے مزہ بھی اچھا ہے لیکن مجھے اپنے نفس کو اسکا عادی بنانے سے کراہت ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۳۳)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمت میں دار الامارۃ میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا ہے روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ اس کو ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنوں سے توڑتے تھے یہہ دیکھ کر مجھکو تاسف ہوا میں نے آپ کی لونڈی فضہ سے کہا کہ تو ان پر ترس نہیں کھاتی اور ان کے لئے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی یہہ نہیں دیکھتی کہ اس پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس سخت روٹی کے توڑنے میں ان کو کیسی سخت مشقت ہوتی ہے۔ فضہ نے کہا کہ میں مجبور ہوں انھوں نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ انکے لئے ہم روٹی چھان کر نہ پکائیں۔ اس کے بعد حضرت علی نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن غفلہ تم اس لونڈی سے کیا کہہ رہے ہو میں نے تمام تقریر بیان کی اور عرض کیا اے امیر المومنین آپ اپنی جان پر رحم فرمایئے اور اتنی مشقت نہ اٹھایئے حضرت علی نے فرمایا اے سوید تجھ پر افسوس ہے رسول اللہ اور انکے اہل و عیال نے کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی آسودہ ہو کر نہیں کھائی اور نہ کبھی چھان کر انکے لئے آٹا پکایا گیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں سخت بھوکھا تھا۔ مزدوری کرنے کو نکلا دیکھا کہ ایک عورت مٹی کے ڈھیلے جمع کر کے بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول کھینچکر میں نے مٹی بھگوئی پھر وہ کھجوریں آنحضرتؐ کے حضور میں لایا اور واقعہ عرض کیا آنحضرتؐ نے بھی ان کھجوروں کو نوش فرمایا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۱۴۵ بروایت امام احمد و تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۵)

ملا عمر سیرت میں زید سے ناقل ہیں کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز تم میرے ساتھ پڑھنا اور کھانا بھی کھانا دوسرے روز میں حاضر ہوا تو اُن کے دروازہ پر کوئی حاجب نہ تھا۔ جو مجھکو جانے سے روکتا میں گیا دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا پانی آپ کے پاس رکھا ہوا ہے پھر آپ ایک بند برتن جس پر مہر لگی ہوئی تھی لائے میں نے خیال کیا کہ شاید اس میں جواہرات ہوں گے آپ اس میں سے غالباً کچھ مجھکو عطا فرمائینگے۔ جب اُسکی مہر توڑی اور کھلا تو میں نے دیکھا کہ اس میں ستو ہیں آپنے ایک مٹھی بھر نکالے اور پیالہ میں ڈالکر پانی ملایا اور پیا اور مجھکو بھی پلایا میں صبر نہ کر سکا میں نے عرض کیا اے امیر المومنین عراق میں ہر قسم کے کھانے ہوتے ہیں آپ یہاں رہ کر یہ کیا کھاتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں بخل کی وجہ سے اُس پر مہر نہیں لگاتا بلکہ اس خوف سے کہ اس میں سوائے ستو کے کہیں اور کوئی چیز نہ رکھ دی جائے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرا پیٹ سوائے پاک چیزوں کے اور کسی چیز سے بھرے اس لئے اس قدر احتیاط کرتا ہوں (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲ و تذکرۂ خواص الامہ صفحہ ۲۵)

شیخ سلیمان ملجی قندوزی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن ابی رافع سے منقول ہے کہ میں عید کے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے میرے سامنے چمڑے کا ایک تہیلہ رکھ دیا میں نے اُس کو کھولا اُسمیں جو کی روٹیوں کے خشک ٹکڑے تھے۔ آپ اُس میں سے کھانے لگے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ نے اس پر مہر کیوں لگائی فرمایا میں لڑکوں سے ڈرتا ہوں کہ کہیں روغن یا زیت سے اسکو چرب نہ کر دیں (ینابیع صفحہ ۱۵)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی ہمیشہ سرکہ اور نمک کیساتھ کھانا نوش فرمایا کرتے۔ جب کبھی اُس سے ترقی فرماتے تو بعض ترکاریاں استعمال فرماتے اور اگر اس سے بھی بڑھتے تو کبھی اوٹنی کا دودھ تھوڑا سا نوش فرمالیا کرتے۔ معمولاً گوشت نوش نہ فرماتے اگر کھاتے بھی تو بہت کم اور فرماتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ مت بناؤ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵)

علی بن ربیعۃ الرائی سے منقول ہے کہ حضرت علی کی دو بیبیاں تھیں جب ایک کی باری ہوتی تو نصف درہم کا گوشت خرید فرماتے اور جب دوسری کی باری ہوتی تو بھی یہی کرتے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

ابو صالح سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ام کلثوم (حضرت علی کی صاحبزادی) کی خدمت میں گیا وہ کنگھی کر رہی تھیں میرے اور انکے درمیان صرف ایک پردہ تھا اتنے میں حضرت حسینؓ انکے پاس تشریف لائے۔ حضرت ام کلثوم نے اُن سے فرمایا ابو صالح کو آپ کچھ کھلاتے نہیں وہ میرے پاس ایک شوربہ کا پیالہ لائے جس میں دال پڑی ہوئی تھی میں نے کہا آپ حضرت امیر ہو کر ایسا کھانا کھاتے ہیں حضرت ام کلثوم نے فرمایا اے ابو صالح اگر تم امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کے طعام کو دیکھو تو تم کو یہ شوربا غنیمت معلوم ہو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

شیخ سلیمان بلخی قندوزی نیابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹ میں لکھتے ہیں کہ

واما الزھد فی الدنیا فھو سید الزھاد ما شبع من طعام قط وکان اخشن الناس ما کلا و ملبسا۔	زہد فی الدنیا کے متعلق یہ ہے کہ آپ سید الزہاد تھے اور آپنے ہرگز کبھی آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا آپ لوگوں میں بہت سخت موٹا جھوٹا کھانا اور کپڑا استعمال کرنے والے تھے

کیفیت لباس

عمدہ لباس اور قیمتی پوشاک سے حضرت علی کو بالکل ذوق نہ تھا۔ اور ظاہری نمائش اور طمطراق کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لباس میں عمامہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے کہ العمائم تیجان العرب یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ کرتہ کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ آدھا ہاتھ کھلا رہتا۔ تہمد بھی نصف ساق تک ہوتا تھا۔ کبھی صرف ایک چادر اور ایک تہمد ہی پر قناعت کرتے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے جس پر للہ الملک منقوش تھا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۲۷)

ہارون ابن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس قصر خورنق میں گیا موسم سرما تھا سردی شدت سے پڑ رہی تھی حضرت علی صرف ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپکے اور آپ کے اہل و عیال کیلئے بیت المال میں حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے

مالوں میں سے کسی چیز کو نہیں پسند کرتا یہہ میرا وہی کمیس ہے جو مدینہ سے لایا ہوں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ و تذکرۂ خواص الامہ صفحہ ۶۶ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱ بروایت امام احمد ابن اثیر)

زید ابن وہب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی گھر سے باہر تشریف لائے تہمد میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ابن نجبہ خارجی اس لباس کو دیکھ کر بُرا کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا تم کو میرے لباس سے کیا سروکار میرا یہہ لباس غرور سے بالکل دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اسکی پیروی کریں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۲ و ریاض النضرہ بروایت احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی سے عرض کیا اے امیر المومنین آپ اپنے کرتہ میں پیوندکیوں لگایا کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ یہہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اسکی پیروی کریں (کنز العمال بروایت ھناد وحلیۃ الاولیا جلد ۶ صفحہ ۴۰۹ و ریاض النضرہ بروایت امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ام سلیم سے حضرت علی کے لباس کے متعلق پوچھا گیا وہ کہنے لگیں کہ سنبلانی کملی تھی ضحاک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کی اُس قمیص کو دیکھا تھا جس پر آپ کی وفات ہوئی وہ سنبلان کا ردی ٹاٹ تھا میں نے اُس میں خون کا اثر بھی دیکھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

شیخ سلیمان بلخی لکھتے ہیں کہ کتاب المناقب میں ہے کہ جو قمیص آپ وقت شہادت پہنے ہوئے تھے وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تھی اُس کا طول ۱۲ بالشت اور عرض تین بالشت تھا اور اُس میں خون کا اثر تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵)

ابو ملیکہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے مجھکو یعاقیب میں حضرت علی کی خدمت میں بھیجا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنی ردا کا تہمد باندھے اور اُس پر رسّی لپیٹے ہوئے اونٹ پر بدبودار روغن مل رہے ہیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ابی بحر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ایک موٹا تہمد باندھے ہوئے دیکھا جسکی قیمت پانچ درہم تھی اور پانچ درہم اُن کے پاس تھے آپ فرمانے لگے کہ یہہ ہمارا نفقہ ہے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

اسد الغابہ میں ہے کہ ابی البحر نے اپنے شیخ سے روایت کی کہ میں نے حضرت علی کو ایک موٹا تہمد باندھے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا میں نے اسکو پانچ درہم کو خریدا ہے اگر کوئی اسمیں مجھکو ایک درہم نفع دے تو میں اسکو بیچ ڈالوں راوی کا قول ہے کہ میں نے آپ کو بحالت خلافت چادر کا تہمد باندھے رسّی سے بہت سخت کسے ہوئے اونٹ پر روغن ملتے ہوئے دیکھا ہے (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

حافظ سلفی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب خلیفہ تھے تو انہوں نے ایک قمیص تین درہم کو مول لی اور اسکی آستینوں کو ہاتھ کے جوڑ کے پاس سے کتروا دیا اور فرمایا کہ الحمد للہ الذی ھذا من ریاسۃ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰) اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو یہ لباس فاخرہ عطا کیا

ابو سعید ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ بازار میں کھڑے فرما رہے تھے کہ کیا کسی کے پاس تین درہم کی قیمت کا اچھا کرتہ ہے ایک شخص نے کہا میرے پاس ہے آپنے کرتہ دیکھ کر پسند فرمایا اور اس کو تین درہم کو خرید کر لیا۔ جب پہنا تو اسکی آستین انگلیوں سے بڑی نکلی آپنے اسکو ترشوا دیا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

عبد اللہ ابن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو گھر سے تشریف لاتے دیکھا آپ ایک موٹا کرتہ پہنے ہوئے تھے اگر اسکی آستین کھینچی جاتی تو وہ ہاتھ کے ناخن تک پہونچ جاتی اور اگر چھوڑ دیجاتی تو سکڑ کر نصف کلائی تک رہجاتی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۶۹)

حسن بن جرموز اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے دیکھا دو چادریں قطری انکے پاس تھیں ایک کا تہمد باندھے ہوئے تھے اور ایک اوڑھے ہوئے تہمد نصف ساق تک تھا بازاروں میں گشت فرما رہے تھے اور ہاتھ میں درّہ تھا لوگوں کو خدا کے خوف اور سچ بولنے اور کم سود بیچنے اور ناپ تول درست رکھنے کی نصیحت فرما رہے تھے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

ابی النوار کرپاس فروش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی میرے پاس قنبر کو ساتھ لئے تشریف لائے اور دو موٹے کپڑے خریدے پھر قنبر سے فرمایا کہ اس میں سے ایک جو تجھکو پسند ہو وہ تو لے لے قنبر نے ایک کو پسند کیا دوسرا آپنے لے لیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۳)

ابو جہان تمیمی اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ممبر پر فرماتے سنا ہے کہ کون میری یہہ تلوار خریدتا ہے اگر میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو نہ بیچتا۔ عبدالرزاق اپنے مصنف میں لکھتے ہیں کہ یہہ حال حضرت علی کا اُس وقت تھا جب ملک شام کے سوا تمامی اسلامی دنیا اُنکے قبضہ میں تھی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بغیر دھلا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

علی ابن ارقم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بازار میں تلوار فروخت کرتی وقت یہہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے اس تلوار کو خریدے اُس خدا کی قسم جو دانہ کو پھاڑتا ہے میں نے اس تلوار سے آنحضرتؐ کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا ہے اگر اس وقت میرے پاس تہمد کی قیمت ہوتی تو میں اسکو ہرگز نہ بیچتا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۶)

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ جوتا سی رہے ہیں میں نے کہا کہ یہہ آپ کا جوتا کون ایسا قیمتی ہے جسے آپ درست کر رہے ہیں فرمایا کہ بخدا مجھکو یہہ جوتا بہت پسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتا سیتے تھے کپڑوں کو پیوند لگاتے تھے اور حمار پر سوار ہوتے تھے اور اپنی پشت پر دوسرے کو بھی بٹھا لیتے تھے (تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۶۷)

کیفیت فرش

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو میرے پاس کوئی فرش نہ تھا صرف ایک بکرے کی کھال تھی جس پر رات کو ہم لیٹتے اور صبح کو ہمارا اونٹ اسپر چارا کھاتا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

سوید ابن غفلہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک پرانے بورئے پر تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے امیر اور بیت المال کے مختار ہیں بادشاہوں کے ایلچی آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے گھر میں اس پرانے بورئے کے سوا کچھ نہیں فرمانے لگے عاقل کبھی ایسے گھر سے اُنس نہیں کرتا جس سے کہ نقل کرنا ضروری ہے۔

ہمارے پیش نظر دار آخرت ہے ہم اپنے سامان کو وہاں منتقل کر چکے ہیں اور خود بھی عنقریب وہیں جانیوالے ہیں۔ میں یہ سن کر رو دیا (تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۷)

خصائص حضرت علیؑ

سید انوار الرحمٰن بسمل جلد اول رسالہ ائمۃ الہدیٰ صفحہ ۱۰۵ میں حضرت علی کے خصائص حسب ذیل لکھتے ہیں

آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آنحضرتؐ کے آغوش رحمت میں تربیت پائی۔ سابق الاسلام ہوئے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ سب سے پہلے آنحضرت کیساتھ نماز ادا کی۔ خلعت وزارت منصب وصایت حاصل فرمایا۔ شب ہجرت میں جان نثاری کے لئے آنحضرتؐ کے بستر پر سوئے۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح فرمایا۔ آپکا گھر ازواج مطہرات کے حجروں کے درمیان بنایا گیا۔ مسجد میں آپ کے گھر کا دروازہ رہا۔ بحالت جنابت آپ کو مسجد میں آنا جائز تھا۔ آنحضرت نے عقد مواخات کے موقع پر آپ کو اپنا بھائی بنایا۔ بدر میں آپ سے خاص شجاعت ظاہر ہوئی۔ احد میں علاوہ ثابت قدمی کے حضرت جبرئیلؑ جنگ میں بصورت وحیہ کلبی آپ کے معین ہوئے۔ فرشتوں نے آپ کی شان میں لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار پکارا۔ قصہ مظاہرہ میں اللہ تعالیٰ نے بہ لقب صالح المومنین آپ کو یاد فرمایا۔ غزوہ خندق میں شجاعت ایسی آپ سے ظاہر ہوئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی کی کارگذاری میری اُمت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک کریں افضل ہے صلح حدیبیہ میں کاتب صلح نامہ آپ ہی تھے۔ فرامین رسالت بنام شاہان عالم و دیگر امور میں اکثر آپ ہی کاتب رہے۔ غزوہ خیبر میں فتح کا سہرا آپ کے سر رہا۔ فتح مکہ کے دن آپ راکب دوش نبیؐ ہوئے۔ غزوہ حنین میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔ محاصرہ طائف میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے سرگوشی کی۔ سال نہم میں بحکم الٰہی آپ حامل سورہ برات ہوئے۔ غزوہ تبوک میں آپ کو منزلت ہارونی عطا ہوئی۔ عام الوفود میں بروز مباہلہ آپ نفس نبی قرار پائے۔ یمن بھیجے گئے تو آپ کو منشور قضا ملا۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر مولائے مومنین ہوئے۔ آپ کی ولا سے لوگ ولی اللہ اور عداوت سے عدو اللہ ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہتمم غسل و تجہیز و تکفین جناب طہر

ٹھہرے۔ آپ سے آنحضرتؐ نے آخر وقت تکلم فرمایا۔ آپ کو غسالہ رسول بینا نصیب ہوا۔ آنحضرتؐ کے نماز جنازہ کی دعا آپ نے تعلیم فرمائی۔ آنحضرتؐ نے قربانی کی دعا میں آپ کو اپنا شریک فرمایا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حسب ارشاد آپ اپنی شہادت تک آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کرتے رہے۔ آپنے گھروں سے فرشتوں کے نزول کی آواز سنی اور فرشتوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ اسبق الایمان ہوئے۔ ایمان کی ٹھنڈک قلب جبرئیل علیہ السلام میں پہونچی۔ ایمان کا پلہ آسمان اور زمین سے زیادہ بھاری ہوا۔ ذات الٰہی میں دیوانگی۔ احکام کی پابندی میں سختی۔ گوشت اور خون کا ایمان میں مخلوط ہونا۔ دل کا امتحان الٰہی میں ثابت قدم ہونا۔ دل کا ہدایت یافتہ وہدایت کرنیوالا ہونا اور زبان کا تابع ہونا۔ آپ کے وجود کا بمنزلہ کعبہ کے ہونا۔ آپ کے ذکر و محبت کا عبادت میں شمار ہونا۔ آپ سے علیحدہ ہونا رسول اللہؐ سے علیحدہ ہونے کے مساوی ہونا۔ آپ سے حسد کرنا رسول اللہؐ سے حسد کرنے کے برابر ہونا۔ آپ کی مدد کرنے والے کی خدا کی جانب سے امداد ہونا آپ سے جنگ کرنا آنحضرتؐ سے جنگ کرنے کے مساوی ہونا۔ آپ سے بغض کرنا علامت نفاق ہونا۔ آپ کی ایذا آنحضرتؐ کی ایذا کے مساوی ہونا۔ آپ کا سبّ سبّ رسول ہونا۔ آپ کا غضب غضب رسول ہونا۔ آپ کی تولا کے بغیر خوشبوئے جنت سے محروم رہنا۔ آپ کی محبت اور رفاقت کا موجب صدہزار فضائل ہونا آپ کی تولا کے بغیر پل صراط سے گذر کا دشوار ہونا۔ آپ کے گوشت اور خون کا آنحضرتؐ کا گوشت اور خون ہونا۔ قرآن اور حق کا آپ کے ساتھ ہونا۔ آپ کا ناکثین و قاسطین و مارقین سے جہاد کرنا۔ آپ کے قاتل کا بدبخت ترین خلائق ہونا۔ آپ کا جنت میں آنحضرت کے ساتھ ایک گھر اور ایک درجہ میں ہونا۔ آپکا اہل جنت پر مثل ستارۂ صبح کے چمکنا۔ آپ کا ساقی کوثر ہونا۔ آپ کی ملاقات کا اشتیاق انبیا علیہم السلام کو ہونا وغیرہ اس قسم کے آپ کے خصائص صدہا ہیں۔ احادیث اُن سے بھری ہوئے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے ہمنے ناظرین کے سامنے پیش کردئے ہیں تاکہ اس سے اس امر کا اندازہ ہوجائے کہ عند اللہ وعند الرسول حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ کس قدر عالی ہے اور امتیانِ محمدی کو آپکے بارے میں کسقدر احتیاط و ادب و احترام لازمی ہے۔ کیا خوب کہا ہے ؎

ایکہ از نور ولایت می نگنجی در جہات — ذات پاک تست الحق فخر فخر کائنات
نقشہا بستند گرچہ بعد پیغمبر بسے — ہمچو تو نقشے نزد ممکن ہم اندر ممکنات
گرچہ حق را بندگی مخصص و بے تعظیم را — بر عباد الصالحین واجب سلامت فی الصلوٰۃ
ذات پاکت را چہ تو ان گفت آخر یا علی — بودۂ معروف از اسما حسنی فی الصفات
بندۂ افتادۂ بر عتبۂ پاکیِ توام — اے خدا و ند نعم من ذرۂ خاکِ توام
سایہ افگن بر سرم ای مصطفےٰ را دنہال — کیف مد الظل را کن در حق من عین حال (آمین)

اولیات حضرت علی ؓ

مولوی سید صدر الدین احمد علوی موسوی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضیٰ صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اولیات حسب ذیل ہیں (۱) آپ سب سے اول ہیں جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے (اسطور سے کہ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور آپکی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں آپ سے قبل کسی کو یہہ شرف حاصل نہیں ہوا) (۲) آپ بنی ہاشم میں سب سے اول خلیفہ ہوئے (۳) آپ بہ قول مرجح بعد حضرت خدیجہ ؓ سب سے اول سلام لائے (۴) آپ نے رسول اللہ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی (۵) آپنے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا (۶) آپ ہی سے اولاً نکث بیعت کیا گیا (۷) آپنے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا (۸) آپنے سب سے پہلے قید خانہ بنایا (۹) آپنے سب سے پہلے سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی الْعَرْشِ فرمایا[1] (۱۰) آپنے سب سے پہلے مسئلہ عائلہ کا استخراج کیا (۱۱) آپنے سب سے پہلے میراث خنثیٰ مشکل میں فتوے دیا (۱۲) آپنے سب سے اول آنحضرت ؐ کے حضور میں قضایا کے فیصلہ کئے اور آنحضرت ؐ نے آپ کے قضایا کو برقرار رکھا (۱۳) آپ سب میں اول ہیں جن کے بیٹے باپ کے بعد خلیفہ ہوئے (۱۴) آپ سب سے اول ہیں کہ آپ کی خلافت میں تحکیم ہوئی

[1] مجھ سے پوچھو عرش کے بعد جتنی چیزیں ہیں ۱۲

(۱۵) آپ کلام عرب مین اصول وقواعد عربیہ کے بنانے میں اول ہیں (۱۶) آپ اول ہیں جنھوں نے دارالامارت مدینہ سے منتقل کرکے کوفہ کو دارالامارت بنایا (۱۷) آپ اول ہیں جن سے طرق الی اللہ جاری ہوئے تمام اولیاء اللہ کے سلاسل آپ کی طرف منتہی ہوتے ہیں (۱۸) آپ اول ہیں اُن میں کہ جنھوں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں فروخت کیا (۱۹) آپ اول ہیں بنی ہاشم کے امداد میں (۲۰) آپ اول ہیں جو قیامت میں خدا کے سامنے دونوں زانو توڑکر خصومت کریں گے (۲۱) آپ اول ہیں جو حوض پر وارد ہوں گے (۲۲) آپ اول ہیں جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کریں گے (۲۳) آپ سب سے اول ہیں جن کی نعش ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی گئی (۲۴) آپ اول ہیں جو قیامت میں اُٹھیں گے۔

پھر صفحہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی عشرۂ مبشرہ میں سے ایک اور خلفائے راشدین میں سے ایک اور شوریٰ میں سے ایک (جو حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے مقرر فرمایا تھا) اور خطبائے معروف میں سے ایک اور زہاد مشہور میں سے ایک اور سابقین اسلام میں سے ایک ..... (کہ بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسی کو آپ پر سبقت نہیں) اور منتظرین خلافت میں سے ایک ہیں کہ آنحضرتؐ نے آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کیساتھ کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں ؎

در فضائل بے نظیر آمد علی	بر ہمہ عالم امیر آمد علی
آن علی کو با محمد در شکم	داشت ایمان بلکہ در بطن قدم
آن علی کو مادرش در کعبہ زاد	آنکہ بر دوش پیمبر پا نہاد
آن علی کو چون بیامد در جہان	شست او را سر پیغمبران
آن علی کو ناش از غیب آمدہ	انچہ از غیب است بے عیب آمدہ
آن علی کز علم بر سر تاج یافت	آن علی کو خرقۂ معراج یافت
آن علی کو انس و جاں را رہ نمود	گوے میدان سلوتی در ربود

آن علی کو واقف راز خداست — آن علی کو سرور اہل صفاست
آن علی کو خاتم خود در نماز — کرد با سائل زبہر حق نیاز
آن علی کو انما در شان اوست — ہر دو عالم تابع فرمان اوست
آن علی کو مجتبیٰ و مرتضیٰ است — آن علی کو راز دار مصطفےٰ است
آن علی کو ہست امیر المومنین — آن علی کو ہست امام العارفین
آن علی کو اولین اولیا است — آن علی کو بہترین اوصیا است
آن علی کو قطب وقت خویش بود — در ہمہ وادی ز جملہ پیش بود
آن علی کو ساقی کوثر بود — رتبۂ او از ہمہ برتر بود
آن علی کو را اویس آمد مرید — آن اویسی کو بصفین شد شہید
آن علی کو شاہ دل درویش بود — مدحت او در دل مستی فزود

مراتب حضرت علیؑ

مراتب میں محبوبیت سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہیں۔ ارباب کشف و عرفان و علمائے عالی شان کی مصنفہ کتابیں اُس کی شاہد ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مرتبۂ محبوبیت علیٰ وجہ الکمال حاصل تھا اور یہہ محبوبیت دو طرح پر تھی۔ محبوبیت حق و محبوبیت رسول۔

(۱) محبوبیت حق

عن سفینۃ مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اھدت امرأۃ من الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ وسلم طیرا بین رغیفین فقال رسول اللہ اللھم ائتنی باحب خلقک الیک فاذا الباب یفتح فدخل علی فاکل معہ۔ رواہ احمد (تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۳ بروایت کتاب الفضائل امام احمدؒ)

حضرت سفینہ مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا مرغ دو روٹیوں کے درمیان میں بطور ہدیہ کے لائی آنحضرتؐ نے دعا فرمائی خداوندا جو شخص مخلوقات میں تیرے نزدیک سب سے زائد محبوب ہو اُسکو میرے پاس بھیجدے

وریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ وینابیع المودۃ بروایت مسند امام احمد صفحہ ۵۶ وغیرہ۔

ناگہاں دروازہ کھول کر حضرت علی داخل ہوئے اور آنحضرت کیساتھ کھانے میں شریک ہوئے امام احمد نے اسکی تخریج کی

عن انس بن مالک قال کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیر فقال اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاء علی ابن ابی طالب فاکل معہ اخرجہ الترمذی قال غریب والبغوی فی المصابیح فی الحسان

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک بھنا ہوا مرغ تھا آپنے فرمایا خداوندا تو بہ مخلوقات میں سب سے زائد تجھکو محبوب ہو اُسکو میرے پاس بھیجدے کہ وہ میرے ساتھ کھائے پھر علی ابن ابیطالب آئے اور اُنکے ساتھ کھایا ترمذی نے اُسکی تخریج کی اور کہا کہ غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں حسان میں لکھا

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

اس حدیث کو حدیث طیر کہتے ہیں۔ اسکے متعلق ابن کثیر کا قول ہے کہ میں نے ایک کتاب مؤلفہ علامہ ابن جریر طبری دیکھی جس میں اُنہوں نے حدیث طیر کے طرق کو جمع کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے منتقاح کنز الروایۃ میں بذیل ذکر صحیح عبد اللہ بن حاکم لکھا ہے کہ حدیث طیر کے بہت سے طرق ہیں اُن سب طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اس واقعہ کی اصلیت ہے (مدارج المطالب صفحہ ۵۱۳)

حدیث طیر کا تفصیلی بیان معہ طرق مرویہ واسامی صحابہ کرام وتابعین عظام ومحدثین اعلام وجرح وقدح واثبات بوجہ احسن ناظرین حصہ سوم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ملاحظہ کریں گے۔

عن سھل ابن سعد الساعدی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یرجون ان یعطاھا فقال این علی ابن ابی طالب

حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے یوم خیبر ارشاد فرمایا کل ہم یہ علم ایک ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ سے اللہ فتح دیگا وہ شخص اللہ اور اُسکا رسول اُسکو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں جب صبح ہوئی تو سب لوگ آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے ہر ایک شخص کو علم ملنے کی آرزو تھی آنحضرت نے

فقالوا هو یا رسول الله یشتکی عن عینیه
قال فارسلوا الیه فاتی به فبصق رسول
الله صلی الله علیه وسلم فی عینیه فبرء حتی
کان لم یکن به وجع فاعطاه الرایة فقال
علی یا رسول الله اقاتلهم حتی یکونوا
مثلنا قال انفذ علی رسلك حتی تنزل
بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام واخبرهم
بما یجب علیهم من حق الله فیه فوالله لا
یهدی الله بك رجلا واحدا خیر لك من ان
یکون لك حمر النعم متفق علیه۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

پوچھا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکی
آنکھوں میں سخت آشوب ہے فرمایا اُنکو بلا بھیجو وہ بلائے گئے
آنحضرت نے اپنا لعاب دہن اُنکی آنکھوں میں لگایا آنکھیں
بالکل چھی ہوگئیں گویا کہ کبھی درد تھا ہی نہیں پھر آنحضرت
نے اُنکو علم دیا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں
ان سے یہاں تک لڑوں کہ یہ مثل ہمارے مسلمان ہو جائیں
آنحضرت نے فرمایا سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ تم اُنکے میدان
میں جا کر اُترو پھر اُنکو اسلام کی دعوت دو اور جو کچھ اُنپر
خدا کا حق واجب ہے اُس سے اُنکو مطلع کرو خدا کی قسم اگر تمہارے
ذریعہ سے خدا ایک شخص کو بھی ہدایت کریگا تو تمہارے لئے
سُرخ بالوں والے اونٹ سے بہتر ہوگا۔

یہہ حدیث بھی کئی طریقوں سے مروی ہے اکثر طرق اسکے ناظرین مناقب المرتضےٰ من مواہب المصطفےٰ میں ملاحظہ کریں گے۔ یہاں حسب ضرورت ایک ہی حدیث متفق علیہ بخاری و مسلم پر اکتفا کی گئی۔

اِن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے اور محبت من اللہ سے کثرت ثواب مراد ہے امام نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ بندہ کے ساتھ خدا کی محبت کرنے سے یہہ مطلب ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندہ کو عبادت پر قدرت دیتا اور تشریف عصمت سے مشرف فرماتا اور امتثال اوامر کی توفیق دیتا اور اپنی مہربانیاں اُسکے حق میں سہل کر دیتا اور راہ ثواب کی ہدایت کرنا اور اپنی رحمت کا اُس پر اضافہ فرماتا ہے یہہ تمام امور مبادی محبت الٰہی ہوتے ہیں اور غایت محبت یہہ ہوتی ہے کہ حق اُسکے دل کے پردوں کو کھول دیتا ہے یہانتک کہ وہ اپنی بصیرت سے اپنے معبود کو دیکھتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه

ہمیشہ رہتا ہے میرا بندہ جو بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل

فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به (ارجح المطالب صفحہ ۵۰۳)

کرتا ہو یہانتک کہ میں اُسکو دوست رکھتا ہوں اور جب اُسکو دوست رکھتا ہوں تو میں اُسکی سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے۔

(۲) محبوبیت رسول

(۱) عن عائشۃ سئلت ای الناس احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فاطمۃ فقیل من الرجال قالت زوجھا (ریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اُنسے پوچھا گیا کہ آنحضرت کے یہاں کون محبوب تر ہیں تھا کہا فاطمہ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں کہا اُنکے شوہر

(۲) عن عروۃ قلت لعائشۃ من کان احب الناس الی رسول اللہ قالت علی فقلت ای شیء کان سبب خروجہ علیہ قالت لہ تزوج ابوک امک قلت ذلک من قدر اللہ وقالت کان ذلک من قدر اللہ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲)

(۲) عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آنحضرت کو کون محبوب تھا کہا علی میں نے کہا آپنے اُنپر خروج کیوں کیا فرمایا تیری ماں سے تیرے باپ نے کیوں شادی کی تھی میں نے کہا کہ یہہ خدا کی قدرت اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ بھی خدا کی قدرت

(۳) عن مجمع قال دخلت مع ابی علی عائشۃ فسالتھا عن مسراھا یوم الجمل فقالت کان قدرا من اللہ وسالتھا عن علی قالت سئلت عن احب الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

(۳) مجمع کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ کے یہاں آیا میں نے اُنسے جنگ جمل کے بارہ میں پوچھا اُنھوں نے کہا یہہ خدا کی تقدیر تھی پھر میں نے علی کے متعلق پوچھا فرمایا تم ایسے شخص کے بارہ میں دریافت کرتے ہو جو آنحضرت کو سب سے زائد محبوب تھے۔

(۴) وعن نعمان بن بشیر قال استاذن ابوبکر علی النبی فسمع صوت عائشۃ عالیا وھی تقول واللہ لقد علمت ان علیا احب الیک من ابی فاھوی ابوبکر لیلطمھا وقال یا بنت فلانۃ اراک ترفعین صوتک علی رسول اللہ فامسک رسول اللہ وخرج ابوبکر مغضبا فقال رسول اللہ قد رأیتنی انقذک من الرجل ثم استاذن ابوبکر بعد ذلک فوجدھما قد اصطلح رسول اللہ و

(۴) نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عائشہ کو بہ آواز بلند باتیں کرتے سُنا وہ آنحضرت سے کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ میرے باپ سے زیادہ علی آپکو عزیز ہیں حضرت ابوبکر نے بڑھکر قصد کیا کہ اُنکو ایک طمانچہ ماریں اور ڈانٹ کر حضرت عائشہ سے فرمایا کہ اے فلاں کی بیٹی تو آنحضرت پر چلاتی ہے آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو روکا وہ

عائشۃ فقال ادخلانی فی السلم کما ادخلتمانی
الحرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قد فعلنا اخرجہ النسائی فی الخصائص
(ارجح المطالب صفحہ ۵۰۳)

خفا ہو کر چلے گئے آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا
کیوں ہنسو تمکو اس شخص کے غصہ سے بچایا پھر حضرت ابوبکر
نے اسوقت حاضر ہونیکی اجازت چاہی جبکہ آنحضرت و حضرت
عائشہ سو صلح ہو چکی تھی حضرت ابوبکر نے عرض کیا جسطرح
میں آپکے جھگڑے میں دخیل ہوا تھا اسی طرح آپ مجھکو اس
صلح میں بھی شریک کریں آنحضرت نے فرمایا ہنسو شامل کیا نسائی
نے خصائص میں اس کو لکھا۔

(۵) عن بریدۃ قال احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ ومن الرجال علی اخرجہ

(۵) بریدہ کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب آنحضرت کو فاطمہ اور مردوں میں علی تھے ترمذی نے اسکی تخریج کی۔

(۶) عن معاویۃ بن ثعلبۃ قال جاء رجل الی ابی ذر وھو فی مسجد رسول اللہ فقال یا ابا ذر الا تخبرنی باحب الناس الیک احبھم الی رسول اللہ قال ای ورب الکعبۃ احبھم الی احبھم الی رسول اللہ ھو ذاک الشیخ و اشار الی علی۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

(۶) معاویہ بن ثعلبہ سو مروی ہو کہ ایک شخص نے مسجد نبوی میں ابوذر غفاری سو پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو کہ سب سے زیادہ تمہیں محبوب کون ہو یہ میں اسلئے پوچھتا ہوں جو تمکو سب سے زیادہ محبوب ہوگا وہی آنحضرت کو سب سے زاید محبوب ہوگا ابوذر کہنے لگے برب کعبہ مجھکو سب سے زائد محبوب اور آنحضرت کو سب سے زائد محبوب یہ بزرگ ہیں یہ کہکر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا۔

(۷) عن عائشۃ قالت لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الموت قال ادعو لی حبیبی فدعوت لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوا لی حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثوبہ وضع راسہ فقال ادعوا لی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا لہ علیا فواللہ ما یرید غیرہ فلما راٰہ اخرج

(۷) حضرت عائشہ سو مروی ہو کہ جب آنحضرت کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میرے محبوب کو بلا دینے حضرت ابوبکر کو بلایا آنحضرت نے اپنا سر بالین پر رکھدیا پھر فرمایا میرے محبوب کو بلاؤ مینے حضرت عمر کو بلایا آنحضرت نے انکو بھی دیکھکر سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ میرے محبوب کو بلاؤ میں نے کہا لوگو تم پر افسوس ہو علی کو بلاؤ خدا کی قسم آنحضرت سوا انکے

الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل یحتضنہ حتی قبض ویداہ علیہ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ بروایت رازی و ارجح المطالب صفحہ ۵۵ بروایت طبرانی)

اور کسی کو طلب نہیں کرتی جب آنحضرت نے انکو دیکھا تو اُن کو اپنی چادر کے اندر کر لیا اور وقت انتقال تک انکو سینہ سے لگائے رہے آپ کا ہاتھ ان پر تھا۔

ان بیانات سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی محبوبیت کا اثبات ہوتا ہے مدارج اور مراتب کی اس سے بڑھکر اور کون دلیل ہو سکتی ہے ؎

صورت گرے کہ نقش جمال ترا کشید — موئے قلم کند مژۂ آفتاب را

ظہور معجزات نبوی درحق حضرت مرتضوی

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات سراپا بہجت و کمالات انوار و برکات کے ظہور کے لئے بنائی گئی مخلوقات میں انکی ذات ستودہ صفات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین معجزہ تھی۔ انوار و برکات کا ظہور ائمہ کرام کا وجود باجود ہے جس کا منشا ظہور حضرت علی ہیں آپ پر کمالات و برکات کا جیسا کچھ ورود ہوا وہ ناظرین تواریخ و سیر پر مخفی نہیں۔ یہاں پر مقصود صرف وہ معجزات ہیں جو حضرت علی کے لئے ظاہر ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ بارہا آپ کے نفس قدسی پر شعاع نبوی کا پرتو پڑا اور بڑے بڑے معجزات آپ کے حق میں ظاہر ہوئے اور فیض الٰہی نے ہمت نبویہ کو آپ کے کام میں صرف کیا جس سے آپکے بہت سے مقامات قوت سے فعلیت میں آئے۔

(۱) وقت روانگی بطرف یمن

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکو یمن کی جانب بھیجنے لگے آپنے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو سن رسیدہ لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ میں کم سن ہوں اور مجھے قضا کا علم بھی نہیں ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنے دست مبارک کو میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا خدا تم کو ہدایت کریگا اور تمہاری زبان کو قابو میں رکھیگا۔ پھر حضرت علی نے فرمایا مجھ پر فیصلہ کرنا دشوار نہیں ہوا ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو فیصلہ کرنے میں شبہ نہیں ہوا اسکی بعد میں برابر فیصلے کرتا رہا (جلد سوم ترجمہ ازالۃ الخفا صفحہ ۳۲۶

(۲) حفظ قرآن مجید

ایک مرتبہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا آپنے ایک نماز نفل تعلیم فرمائی۔ جامع ترمذی کے ابواب الدعوات و مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے۔ حضرت علی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرے سینہ سے کلام اللہ نکل جاتا ہے مجھکو اس کے یاد رکھنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک نماز تمکو تعلیم کرتا ہوں جس سے تم کو بہت نفع ہوگا اور جس کو تم تعلیم کرو گے اسکو بھی فائدہ ہوگا وہ نماز یہہ ہے کہ شب جمعہ میں اگر تم سے ہو سکے تو رات کی اخیر تہائی میں اور اگر نہ ہو سکے تو اول رات میں چار رکعت بہ نیت نفل پڑھو پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ یٰسین دوسری رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ دخان تیسری رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ الم سجدہ چوتھی رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ ملک پڑھو۔ سلام کے بعد خدا کی حمد و ثنا کرو اور مجھ پر اور تمام انبیائے کرام پر درود بھیجو اور جملہ مومنین کے حق میں استغفار کر کے یہہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ۔ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

پھر فرمایا اے ابوالحسن یہہ دعا تین جمعہ یا پانچ یا سات جمعہ تک پڑھو اللہ تعالیٰ دعا قبول کرے گا خدا کی قسم جو دیندار اسکو کریگا اسکا مقصد حاصل ہوگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پانچ یا سات جمعہ نہ گذرے تھے کہ حضرت علی نے آکر آنحضرتؐ سے بیان کیا کہ اس سے قبل تین یا چار آیتیں روز یاد کرتا تھا وہ بھی بھول جاتا تھا اب چالیس آیتیں جس وقت پڑھتا ہوں اس طرح یاد ہو جاتی ہیں کہ گویا دیکھ کر پڑھتا ہوں اس سے قبل ایک بات بھی یاد نہ رہتی تھی اب جو کچھ سنتا ہوں وہ بجنسہ یاد رہتا ہے حاکم و مستدرک

میں بھی اس روایت کو لکھا (ترمذی والی روایت ازالۃ الخفا جلد سوم صفحہ ۳۲۷ سے ماخوذ ہے)

(۳) حفظ احادیث

آنحضرتؐ نے حفظ احادیث کے لئے حضرت علیؑ کے حق میں دعا فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت وتعیھا اذن واعیہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ علیؑ کو یاد رکھنے کے کان عطا فرما۔ (اس آیت کا شان نزول مع دیگر متعلقات مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں بالتفصیل بیان ہوگا۔

(۴) دفع درد چشم

جنگ خیبر میں جب حضرت علیؑ کی آنکھیں آشوب کرآئی تھیں تو آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا مانگی آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا اُسوقت سے میری آنکھیں نہیں دُکھیں (امام احمد ابو یعلیٰ و ابو العیر قزوینی نے اسکی تخریج کی یہ روایت کتب احادیث صحاح وحسان میں بروایت سعدؓ ابن ابی وقاص وسلمہ بن الاکوع وسہل بن سعد مرقوم ہے)

(۵) دفع تکلیف صیف وشتا

حضرت علیؑ گرمی وسردی کی تکلیف سے محفوظ ہوگئے تھے اسی جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے آپ کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدایا علیؑ سے سردی وگرمی کی مضرت کو دفع فرما۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ گرمیوں میں جاڑوں اور جاڑوں میں گرمیوں کے کپڑے پہنے رہتے تھے سردی یا گرمی کی تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ امام احمد وبزار وابن جریر بادنیٰ اختلاف اس روایت کو صحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ جاڑوں میں صرف تہمد اور ایک ہلکی چادر اوڑھکر نکلا کرتے تھے اور گرمیوں میں روئی دار موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے والد کے ذریعہ سے اسکا سبب دریافت کرو انہوں نے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین آپ بے خوف وخطر سردی میں گرمی کے کپڑے اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے ہیں آپ کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی اسکی کیا وجہ ہے فرمایا اے ابو لیلیٰ کیا تم ہمارے ساتھ خیبر میں موجود نہ تھے انہوں نے کہا

میں موجود تھا۔ فرمایا کہ جب آنحضرتؐ نے خیبر فتح کرنے کے لئے حضرات شیخین کو بھیجا اور وہ شکست کھا کر واپس آئے تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم یہ علم ایسے شخص کو دینگے جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اسکو دوست رکھتے ہیں وہ بھاگنے والا نہیں پھر آنحضرتؐ نے مجھکو بلوایا میری آنکھیں آشوب کر رہی تھیں آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی کہ خداوندا اس سے سردی و گرمی کی تکلیف دور کر اسکے بعد پھر مجھکو سردی و گرمی نے نہ ستایا اسی لئے میں ایسا کرتا ہوں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ و ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں یہ تینوں واقعہ بھی موجود ہیں)

(۶) دفع درد پا

حضرت علی کے پاؤں میں آنحضرتؐ نے جب سے اپنا لعاب دہن لگایا تب سے آپ کے پاؤں میں درد نہیں ہوا چنانچہ ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے وقت ہجرت حضرت علی کو امانات وغیرہ ادا کرنے کیلئے مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ بعد ادائے امانات مدینہ چلے آنا آپ تعمیل ارشاد کر کے مدینہ روانہ ہوئے رات کو چلتے اور دن میں کفار کے خوف سے پوشیدہ ہو جاتے۔ جب مدینہ شریف پہونچے اور آنحضرتؐ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ علی کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چل نہیں سکتے۔ آنحضرتؐ خود اُن کے پاس تشریف لے گئے دیکھا اُن کے پاؤں متورم تھے اور اُن سے خون ٹپک رہا تھا آپنے اپنا لعاب دہن اُن کے پاؤں پر ملا اور اُنکے لئے عافیت کی دعا مانگی اُنکے پاؤں بالکل اچھے ہو گئے اور انتقال کے وقت تک پھر نہ دکھے (ارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۶۹۰)

(۷) دفع اوجاع

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید درد میں مبتلا تھا آنحضرتؐ کے حضور میں آیا آپنے اپنی جگہ پر مجھے کھڑا کیا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اپنا کپڑا میرے اوپر ڈالدیا اور فرمایا کہ اے ابن ابی طالب اب تم اچھے ہو گئے اب درد وغیرہ کچھ نہیں میں نے اللہ سے جو کچھ اپنے لئے مانگا وہی تمہارے لئے بھی مانگا سب کچھ مجھے عطا ہوا البتہ صرف یہ ارشاد ہوا کہ تمہارے بعد نبوت نہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں کھڑے کھڑے ایسا اچھا ہوا کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ تھا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۶)

بروایت ابن ابی عاصم وابن جریر وابن شاہین وغیرہ)

(۸) شفائے امراض

حضرت علی کو آنحضرتؐ کی دعا کی برکت سے پھر کوئی بیماری نہیں ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت علی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا آنحضرتؐ بغرض عیادت تشریف لائے میں کہہ رہا تھا کہ خداوندا اگر میری موت آگئی ہے تو مجھکو نجات دے اور اگر موت نہیں آئی ہے تو اس مرض سے شفا دے اور اگر امتحان ہے تو مجھے صبر عطا کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم یہہ کیا کہہ رہے تھے میں نے اُسکا اعادہ کیا آنحضرتؐ نے اپنے پائے مبارک سے مجھے ٹھوکر کر فرمایا اے اللہ اسکو شفا وعافیت دے حضرت علی فرماتی ہیں کہ اسکے بعد سے میں بیمار ہی نہیں ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۹ وازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

(۹) برکت اولاد

حضرت علی کا نکاح جسوقت آنحضرتؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ کیا تو یہہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کثرت سے پاک اور پاکیزہ پیدا کرے اور اُس میں برکت عطا فرمائے حضرت انس فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اولاد پاکیزہ اور بکثرت دی (ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۸)

(۱۰) معجزۂ رد الشمس

باسانید صحیحہ وطرق متعددہ حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ بعد فتح خیبر منزل صہبا میں فروکش تھے ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر آنحضرتؐ نے حضرت علی کو کسی کام کیلئے بھیجا اس اثنا میں آنحضرتؐ نے عصر کی نماز بھی پڑھ لی۔ بعد نماز عصر جب حضرت علی آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آنحضرتؐ لیٹ گئے اور اپنا سر مبارک حضرت علی کے گھٹنہ پر رکھ لیا اسی حالت میں وحی نازل ہوئی وقت نزول وحی آنحضرتؐ کی حالت قریب بغشی ہوجاتی تھی حضرت علی جس طرح بیٹھے تھے اُسی طرح خاموش بیٹھے رہے آفتاب غروب ہوگیا۔ بعد نزول وحی آنحضرتؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا اے علی کیا تم نماز عصر پڑھ چکے ہو آپنے عرض کیا کہ ابھی نہیں آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خداوندا تیرا بندہ علی تیرے نبی کے کام میں رُکا ہوا تھا اس لئے اسکی نماز فوت ہوگئی ہے اُسکے لئے تو آفتاب کو

پھیر دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آفتاب بعد غروب پھر مغرب سے لوٹ آیا اور اسقدر بلند ہوا کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ پھیل گئی حضرت علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر ادا کی تب آفتاب غروب ہوا شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۷۷ میں اس حدیث رد الشمس کو بروایت حضرت علی کتاب رد الشمس مؤلفہ ابو الحسن سادان فضلی عراقی سے لیکر لکھا۔

علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ میں اس حدیث کو کئی طریقہ سے بروایت حضرت امام حسن و حضرت اسماء بنت عمیس دولابی وحاکمی سے لیکر لکھا (جلد ۲ باب ۱۴ فصل سادس صفحہ ۱۷۹)

ابو المظفر شمس الدین سبط ابن الجوزی اس حدیث رد الشمس کو بہ اسناد بروایت حضرت اسماء بنت عمیس لکھ کر لکھتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ میرے جد ابن الجوزی نے اسی موضوعات میں لکھا اس دلیل سے کہ یہ روایت مضطرب ہے جسکے رواۃ میں احمد بن داؤد مجہول ہیں اور اسی طرح فضل بن مرزوق بھی ضعیف ہیں اور عبد الرحمن بن شریک بھی جن کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن عقدہ کو ہم متہم نہیں کرتے صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ رافضی تھا اگر یہ روایت تسلیم بھی کی جائے تو نماز عصر کا قضا ہونا تو ثابت ہے آفتاب کے غروب کے بعد پھر لوٹ آنے سے ادا نہیں ہو گئی اور صحیح حدیث میں صاف طور پر ہے کہ آفتاب سوائے یوشع بن نون کے اور کسی کے لئے نہیں رُکا۔

اس سب کا جواب یہ ہے کہ میرے جد ابن الجوزی کا اس حدیث کو یقیناً موضوع کہنا یہ تو دعوٰی بلا دلیل ہے رواۃ پر قدح کے متعلق تو جواب یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو ثقات اور عدول لوگوں سے روایت کیا اس طرح سے کہ مجھے خبر دی ابو القاسم عبد المحسن بن عبد اللہ بن احمد طوسی نے اُن سے اُن کے والد عبد اللہ نے اُنسے اُنکے والد ابو نصر احمد نے اُن سے ابو الحسین نے اُن سے ابو جبانہ نے اُن سے بغوی نے اُن سے طالوت بن عباد نے اُن سے ابراہیم بن الحسن بن الحسن نے اُن سے فاطمہ بنت الحسین نے اُن سے اسماء بنت عمیس نے بیان کیا۔

اس روایت میں ایک بھی ضعیف نہیں ہیں۔ ابو ہریرہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جسکی تخریج ابن مردویہ نے کی ممکن ہے کہ اُنکا یہ قول ابو ہریرہ والی روایت کے متعلق ہو ابن عقدہ کے

متعلق اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ اُنکی عدالت مشہور ہے وہ فضائل اہلبیت روایت کرتے تھے اور اسی پر اقتصار کرتے اور دیگر صحابہ کے بارہ میں مدح و ذم پر کوئی تعرض نہ کرتے اس لئے وہ رفض کی طرف منسوب ہوئے۔ نماز عصر کے قضا ہونے کے متعلق یہہ ہے کہ ارباب عقول سلیمہ اسکی معتقد نہیں کہ آفتاب نے غائب ہوکر پھر عود کیا حقیقتاً وہ سیر معتاد سے رُکا رہا لوگوں نے غائب ہونے کا خیال کرلیا اُسکی سیر تھوڑی تھوڑی ہوتی ہے اور اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ حقیقتاً آفتاب لوٹ آیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علی کی کرامت کہی جاسکتی ہے جس طرح حضرت یوشع کے لئے آفتاب کا رُکنا بالاجماع ثابت ہے اور یہہ حضرت موسیٰ کا معجزہ یا حضرت یوشع کی کرامت کہی جاتی ہے اگر حضرت موسیٰ کا وہ معجزہ مانا جائے تو آنحضرتؐ اُن سے زائد افضل ہیں اور اگر حضرت یوشع کی کرامت مانی جائے تو حضرت علی بھی حضرت یوشع سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے علما انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہیں جب یہہ ارشاد عوام علما کے لئے ہے تو حضرت علی کے متعلق بہتر بطریق اولےٰ ہوگا اور اس سے زائد بہترین دلیل یہہ ہے کہ امام احمد فضائل میں محمد بن یونس سے اور وہ حسن ابن عبدالرحمٰن انصاری سے اور وہ عمر بن جمیع سے اور وہ ابن ابی لیلےٰ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون حبیب نجار مومن الیاسین۔ علی بن ابیطالب یہہ اُن سے افضل ہے۔ حزقیل بھی انبیائے بنی اسرائیل میں مثل حضرت یوشع کے ایک نبی تھے اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت انبیائے بنی اسرائیل پر نکلتی ہے اس بارہ میں ایک عجیب غریب حکایت مجھ سے میرے شیوخ عراق کی ایک جماعت نے بیان کی کہ ابو منصور مظفر بن آردشیر قبادی واعظ بغداد کے مدرسۂ باب ابرز مین وعظ کہہ رہے تھے اور ہم لوگ بھی موجود تھے حدیث رد الشمس کا نہایت نفیس بیان ہو رہا تھا اسی کے ساتھ اہلبیت کے فضائل بھی بیان ہوتے جاتے تھے آسمان پر اسقدر ابر محیط ہوگیا کہ جس سے آفتاب بالکل چھپ گیا حاضرین جلسہ یہہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہوگیا ابو منصور مظفر دفعتاً ممبر پر چڑھ گئے اور آفتاب کو مخاطب کرکے بکمال جذب کہنے لگے اشعار

لا تغربی یا شمس حتی ینتھی　　مدحی لآل المصطفٰی ولنجلہ

اے آفتاب جبتک کہ مدح آل مصطفٰے ختم نہ ہو غروب نہ ہونا

وانثنی عنانک ان ارد ثناءھم　　انسیت ان کان الوقوف لاجلہ

واپس ہو میں اُنکی ثنا میں مصروف ہوں تو کیا بھول گیا کہ اُنکے سبب سے رکا رہا تھا

ان کان للمولی وقوفک فلیکن　　ھذا الوقوف لخیلہ ولرجلہ

اگر مولیٰ (علی) کیلئے تیرا وہ وقوف تھا تو یہ وقوف اُنکے غلاموں اور مداحوں کیلئے ہو

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابر ہٹگیا اور آفتاب نظر آنے لگا (تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں حدیث رد الشمس کو بہ اسناد اپنے اُستاد شیخ ابوطاہر کردی سے اخذ کرکے اس حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد الشمس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے کہ اُنھوں نے اُسکو کتاب موضوعات میں داخل کردیا اُنکے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس کے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اسمأ بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اُنکے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اسکو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب الزہر الباسم میں درج کیا ہے اور ابوالفتح ازدی نے اُسکی تصحیح کی ہے اور ابوزرعہ و ابن عراقی اسکے حسن ہونے کے قائل ہیں اور ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں بیان کیا ہے اور حافظ احمد بن صالح نے کہا ہے یہہ تم کو کافی ہے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے اُس کو اسمار کی حدیث سے اختلاف نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ہے اور اُنھوں نے ابن جوزی پر انکار کیا ہے کہ اُنھوں نے اس حدیث کو

موضوعات کی کتاب میں داخل کر دیا ہے میں کہتا ہوں طحاوی نے اسکو دو طرح سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں محمد بن موسیٰ وہی ہیں جو قطری کے نام سے مشہور ہیں اور انکی روایت پسندیدہ ہے اور وہ عون بن محمد حضرت علی بن ابیطالب کے پوتے ہیں اور انکی والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابیطالب تھیں پھر طحاوی نے اس حدیث کے معارضہ میں اس حدیث کو پیش کیا جو چند طرق سے ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یوشع کے سوا کسی کیلئے آفتاب نہیں رکا پھر خود ہی اسکا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ یوشع کیساتھ جو بات مخصوص تھی وہ یہ ہو کہ انکے لئے آفتاب غروب ہونیکے بعد لوٹایا گیا ہو پھر خود ہی اس جواب کو رد کر دیا ہے۔ کہ ایک حدیث میں ہے فحسبها الله عليه اى على يوشع (یعنی خدا نے آفتاب کو یوشع کے اوپر غروب ہونے سے روک دیا) طحاوی کا کلام ختم ہوا۔ (ترجمہ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ کارخانہ وطن لاہور)

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی لکھتے ہیں کہ حدیث رد الشمس کو حضرت ام سلمہ و اسماء بنت عمیس و جابر ابن عبداللہ و ابوسعید خدری اور جماعت صحابہ نے روایت کیا۔ بروایت اسماء بنت عمیس طبرانی نے معجم کبیر میں لکھا جیسا کہ جمع الفوائد میں ہے اور ابن المغازلی و حموینی و موفق بن احمد نے بروایت اسماء اپنے اپنے اسناد سے بھی لکھا ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے بھی اسکو روایت کیا ہے ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ میں حضرت علی کے کرامات میں درج کیا ہے حسان ابن ثابت کے اس بارہ میں حسب ذیل اشعار ہیں ؎

يا قوم من مثل على وقد ... ردت عليه الشمس من غائب

اے قوم علی کے مثل کون ہے جنکے لئے آفتاب غروب ہو کر واپس ہوا

اخو رسول الله وصهره ... والاخ لا يعدل بالصاحب

وہ رسول اللہ کے بھائی اور داماد ہیں اور بھائی دوست کی برابر نہیں ہوتا

موفق بن احمد خوارزمی اپنی سند سے مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے لوگوں نے کہا کہ آپ علی بن ابی طالب کی شان میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ

والله احد الثقلين سبق بالشهادتين و ... خدا کی قسم وہ ثقلین (قرآن و اہلبیت) میں سے ایک ہیں جو سب سے

صلی القبلتین وبایع البیعتین وھوابو السبطین الحسن والحسین ورمت علیہ الشمس مرتین فمثلہ فی الامۃ مثل ذی القرنین وھو مولای ومولی الثقلین (ینابیع المودۃ باب ۴۷ صفحہ ۱۳۷)

اول شہادتیں (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ) ادا کرنیوالے ہیں اُنھوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبہ) کی طرف نماز پڑھی اور دو بیعتیں (بیعت اول قبل ہجرت بیعت عقبہ و بیعت دوم بیعت الرضوان) کیں ہیں اور وہ سبطین جو حسن و حسین ہیں اُنکے باپ ہیں اُنکے لئے آفتاب کو دو مرتبہ رجعت ہوئی اس امت میں وہ مثل ذوالقرنین کے ہیں اور وہ میرے اور تمام جن وانس کے مولا ہیں۔

واقعۂ ردالشمس کو اکثر لوگوں نے حضرت علی کے کرامات میں شمار کیا ہے۔ لیکن درحقیقت یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ ترین معجزہ ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے علو مرتبت و رفعت منزلت کی بدیہی اور واضح دلیل ہے۔

اخبار عن الغیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق جو امور کہ ہونے والے تھے اُسکی بھی اطلاع دیدی تھی یہہ آپکی پیشگوئی بطور اخبار عن المغیبات تھی

حضرت علی کے مشکلات

خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمت میرے بعد تم سے بیوفائی کرے گی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ بروایت دارقطنی وحاکم وخطیب)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا تم کو میرے بعد مصیبت پیش آئیگی حضرت علی نے پوچھا کہ یہہ مصیبت میری سلامتی دین کیساتھ پیش آئیگی فرمایا ہاں تمہاری سلامتی دین کے ساتھ پیش آئیگی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ بروایت حاکم)

اطلاع جنگ جمل

حضرت علی و حضرت عائشہ کے درمیان جو لڑائی پیش آئی اُس کو جنگ جمل کہتے ہیں اُسکی خبر آنحضرتؐ نے یوں دی کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات کے مجمع میں تشریف فرما تھے آنحضرتؐ فرمانے لگے تم میں سے ایک پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور وہ ناحق پر ہوگی حضرت عائشہ کیساتھ یہہ معاملہ پیش آیا۔ یا حضرت زبیر سے فرمایا تھا کہ تم علی پر ناحق خروج کروگے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۳ و ۸۵ کتاب الفتن من قسم الافعال)

اطلاع جنگ صفین و شہادت حضرت عمار بن یاسرؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تمکو گروہ باغی قتل کریگا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا تم اُسکو جنت کی طرف دعوت دوگے اور وہ تمکو دوزخ کی طرف بلاویں گے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عمار بن یاسر نے بمعیت حضرت علی جنگ صفین میں معاویہ بن ابی سفیان کے لشکریوں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

خوارج کی اطلاع

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے بنو تمیم کا ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف سے مال تقسیم فرمایئے آپنے فرمایا کہ میں انصاف کرونگا تو کون کریگا اُسکی گستاخی پر حضرت عمر فاروقؓ سخت برہم ہوئے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اسکی گردن اڑادوں۔ آنحضرت نے فرمایا جانے دو اسکے رفقا ایسے ہونگے جن کے نماز روزہ کے مقابل تم کو اپنی نماز اور روزہ حقیر معلوم ہونگے وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرینگے لیکن قران حلق کے نیچے نہ اُترے گا مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائینگے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ اُن میں ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونوں بازوؤں میں عورت کے پستان کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اس گروہ سے جنگ

کی اور میں انکے ساتھ موجود تھا اُس سیاہ فام کی تلاش کی گئی تو جو علامات آنحضرتؐ نے بتائے تھے وہ اُس میں پائے گئے (اس قسم کی تمام حدیثیں کنز العمال جلد ۷ کتاب الفتن میں ہیں)

شہادت کی اطلاع

حضرت علی اور بعض اصحاب کسی سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے آنحضرتؐ نے فرمایا میں بتاؤں کہ وہ سب سے بدبخت انسان کون ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ بتایئے فرمایا کہ ایک قوم ثمود کا بدبخت سُرخ رنگ والا جس نے ناقۂ ثمود کو قتل کیا اور اے علی دوسرا وہ جو تمہاری گردن پر تلوار ماریگا (احادیث مذکورۂ بالا سمہ تمام طرق احسن الانتخاب میں بالتفصیل آچکی ہیں یہاں مختصراً حسب ضرورت لکھی گئیں)

جناب خان بہادر عمی منشی تاج الدین جذب مغفورکاکوروی نے اپنے مسدس میں کیا خوب کہا ہے ؎

آنکہ قدرگوہرش پیش خدا بودہ عزیز — خود شدے ماؤ شمارا از تواضع دستیاب

برسماءِ عزو تمکین علیے یزدان رسوخ — درجہانِ قدرگویا چوں محمد لاجواب

یا علی گشتہ محمد یا محمد شد علی — باکہ یک یک شانِ حق واللہ اعلم بالصواب

کرامات حضرت علیؓ

اگرچہ صدور خرق عادات وکشف وکرامات حضرت علی ہی ذات کے لئے کوئی بڑی بات نہیں آپکی کرامت درحقیقت وہی ہے جو عند اللہ آپ کو حاصل ہوئی اور عند الرسول آپ کے مناقب فاخرہ و فضائل متکاثرہ ومدائح عظیمہ وخصائل حمیدہ ظاہر ہوئے۔ ان سب کے علاوہ جو کچھ کرامتیں آپ کی اولاد کرام نیز تمام اہل اللہ سے صادر ہوئیں وہ سب بھی درحقیقت آپ ہی کی کرامتیں ہیں اس لئے کہ مرجع الکل آپ کی ذات مبارک ہی علماً وفضلاً واولیاء اللہ وعرفاً آپ کے خوان نعمت کے ریزہ چین وذرہ رُباہین ؎

فروغ چشم آگاہی امیرالمومنین حیدر — نرانگشت یداللہی امیرالمومنین حیدر

مداح آل سید المرسلین مولانا محمد مبین فرنگی محلی رسالۂ وسیلۃ النجات صفحہ ۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔

اما کرامات وے وکشف مغیبات وخوارق عادات — آپ کے کرامات اور کشف مغیبات اور خوارق عادات

مانند معجزات سرور کائنات بعید و بعید مشہور ومعروف — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے مثل بعید وبعید مشہور

بدرجۂ تواتر رسیدہ وکم کسے است کہ جوع بخلوص و نیاز بجناب آن مشکلکشا دی راہ ہدا علی مرتضیٰ داشت واز بلا و محن نجات نیافت

معروف و مشہور ہیں اور درجۂ تواتر کو پہونچ چکے ایسا کوئی شخص کم ہو کہ اُس نے خلوص و نیاز کیساتھ حضرت علی مرتضیٰ مشکلکشا کی جناب میں جوع کی ہو اور رنج و بلا سے نجات پائی ہو

اُس ذات گرامی کے کرامات اور خرق عادات کی کیا انتہا کہ جس کے چہرۂ اقدس پر نظر کرنا عبادت ہو۔ جس کا ذکر عبادت کا ثواب رکھتا ہو جسکو بارگاہ نبوت سے اپنی اخوت کی خصوصیت اور انبیائے اولوالعزم سے تمثیل کا شرف عطا ہوا ہو۔ جو منزلت ہارونی و مرتبت عیسوی سے سرفراز ہو۔ جس کا ہر فعل کرامت ہر قول حجت اور ہر عمل لائق تبعیت ہو۔ مگر بمتابعت اکابر قوم چند واقعات تیمناً و تبرکاً لکھے جاتے ہیں تاکہ یہی ذریعۂ آمرزش و باعث توجہ حضرات ائمہ اہلبیت قرار پائیں بقول حضرت میرزا مظہر جانجاناںؒ ؎

نکرد مظہر ما طاعتے و رفت بخاک ۔۔۔ نجات خود بہ تولائے بوتراب گذاشت

(۱) منقول ہے کہ جب حضرت علی کوفہ میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اکثر لوگوں نے کوفہ میں بود و باش اختیار کر لی۔ اُن میں سے ایک جوان آپ کے محبین میں داخل ہو گیا لڑائیوں میں برابر حاضر رہا اور وہیں کوفہ میں نکاح کیا۔ ایک روز حضرت علی بعد نماز صبح ایک شخص سے فرمانے لگے کہ فلاں محلہ میں جاؤ وہاں مسجد کے قریب ایک مکان ہی اُس میں تمکو ایک مرد اور ایک عورت کے لڑنے کی آواز سنائی دے گی تم اُن کو میرے پاس لے آؤ وہ اُن دونوں کو آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپنے اُن سے پوچھا تم رات بھر کیوں لڑتے رہے اُس نے عرض کیا اے امیرالمومنین میں نے اُس عورت سے نکاح کیا ہے جب خلوت کا وقت آیا تو مجھ کو اُس سے ایسی نفرت ہو گئی کہ میں اُس سے صحبت نہ کر سکا اگر مجھکو استطاعت ہوتی تو میں اُسی وقت اُسکو گھر سے نکال دیتا۔ اسی خاص وجہ سے ہم دونوں میں تکرار ہو رہی تھی کہ آپکا خادم ہمارے پاس پہونچا ہم دونوں حاضر ہیں۔ حضرت علی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا اکثر ایسی باتیں ہوتی ہیں جو غیر کے سامنے نہیں بیان کیجا سکتیں سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے اُس عورت سے فرمایا تجھکو معلوم ہے کہ یہ جوان کون ہے۔ اُس نے عرض کیا مجھ کو

نہیں معلوم آپنے فرمایا اگر ہم تجھکو تیری کسی پوشیدہ بات سے مطلع کریں تو انکار مت کرنا اُس نے اقرار کیا آپنے فرمایا کہ کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے وہ کہنے لگی ہاں میں وہی ہوں پھر فرمایا کہ کیا تیرا چچازاد بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبت نہیں تھی اُس نے عرض کیا صحیح ہے پھر فرمایا تیرا باپ اُس سے تیرا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا اور تیرے پڑوس سے اُس کو نکالدیا تھا اُس نے عرض کیا بجا ہے پھر فرمایا کہ تو ایک رات قضاء حاجت کے لئے باہر نکلی تھی اُس مرد نے تجھ سے وطی کی تھی اور تو اُس سے حاملہ ہوگئی تھی پھر تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپایا تھا تیری ماں کو یہہ بات معلوم ہوگئی تھی وضع حمل کے وقت رات میں وہ تجھکو گھر سے لیکر باہر نکلی تھی اور تیرے لڑکا پیدا ہوا تھا تو نے اُسکو کپڑے میں لپیٹ کر دیوار پر سے پھینکدیا تھا ایک کتا آیا تھا اور وہ اُس کو سونگھنے لگا تھا تجھکو خوف پیدا ہوا کہ کہیں اسکو کتا نہ کھا جائے اسلئے تو نے کتے کے پتھر کھینچ کر مارا تھا وہ پتھر اس لڑکے کے سر پر لگا اور اُس کا سر زخمی ہوگیا تھا تو نے اور تیری ماں نے لوٹ کر اُس کے سر پر پٹی باندھ کر چھوڑ دیا پھر تجھکو اُس کا حال معلوم نہیں ہوا وہ عورت یہہ سب سُن کر خاموش کھڑی رہی آپنے فرمایا کہ سچ بول اُس نے عرض کیا اے امیرالمومنین سچ ہے میری ماں کے سوا اور کسی کو اس بات کی خبر نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا نے مجھکو اس سے مطلع کردیا ہے۔ پھر فلاں قوم کے لوگ صبح کو اُس لڑکے کو اُٹھالے گئے وہ لڑکا اُن لوگوں میں پرورش پاکر جوان ہوا اور اُن کیساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ دیکھ یہہ وہی تیرا بیٹا ہے۔ پھر حضرت علی نے اُس جوان سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر کھول اُس نے کھولا زخم کا نشان دکھائی دیا آپنے فرمایا کہ یہہ تیرا بیٹا ہے خدا نے اُسکو حرام سے بچالیا اپنی بیٹی کو لے اور گھر لوٹ جا تیرا اور اسکا نکاح نہیں ہوا (مطالب السئول صفحہ ۴۰)

(۲) حسن ابن رکذان فارسی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھا کہ لوگ فرات کی طغیانی کی شکایت لیکر آئے اور کہنے لگے کہ فرات کا پانی اتنا بڑھ گیا ہے کہ جس سے ہماری کھیتوں کے تلف ہوجانیکا خوف ہے ہماری استدعا ہے کہ آپ خدا کی جناب میں دعا فرمائیں کہ فرات کا پانی کم ہوجائے۔ آپ یہہ سُن کر گھر میں تشریف لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبہ عمامہ اور ردا پہنکر

ہاتھ میں عصا لئے برآمد ہوئے اور سوار ہو کر چلے لوگوں کو ساتھ لیا فرات پر پہونچکر آپ ٹھہر گئے اور گھوڑے سے اُتر کر دو رکعتیں پڑہیں پھر اُٹھے اور عصا ہاتھ میں لیکر پُل کی طرف تشریف لے گئے حضرات حسنین علیہما السلام کے سوا اور کوئی ہمراہ نہ تھا عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی بقدر ایک گز کے کم ہو گیا آپنے لوگوں سے دریافت کیا کہ اسقدر پانی کافی ہے لوگوں نے عرض کیا زیادہ ہے آپنے دوبارہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہو گیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب کافی ہے لوگوں نے کہا اب بھی زیادہ ہے آپنے تیسری مرتبہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہو گیا لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین اب اسقدر کافی ہے (مطالب السئول صفحہ ۴۶)

(۳) اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت فاطمہ نے بیان کیا کہ جس رات حضرت علی میرے پاس آئے مینے زمین کی آواز سُنی کہ وہ اُن سے باتیں کرتی تھی صبح کو مینے اسکا تذکرہ آنحضرتؐ سے کیا آنحضرتؐ سجدہ میں گئے دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا اے فاطمہ تجھکو پاکیزہ نسل مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام سب پر فضیلت دی اور زمین کو حکم دیا کہ تمام باتوں سے اُسکو مطلع کردے (ارجح المطالب صفحہ ۶۷۵ و وسیلۃ النجات صفحہ ۱۷۶)

(۴) شیخ ابو عبداللہ خطیب خوارزمی روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان نے اپنے چند ہمنشینوں سے بیان کیا کہ میں تم کو علی کا امتحان لیکر دکھاتا ہوں کہ وہ کبھی حرف باطل زبان پر نہیں لاتے اُنھوں نے اپنے تین معتبر آدمیوں سے کہا کہ تم کوفہ میں جاکر میرے مرنے کی خبر اُڑا دو۔ جب کوفہ ایک منزل رہ جائے تو تم یکے بعد دیگرے جانا اور میری موت کی خبر منتشر کرنا۔ یہ ضروری ہے کہ میری بیماری اور وقت موت اور جائے قبر اور نماز پڑھانے والے کے متعلق بیان میں اختلاف ہو پہلے ایک شخص جاکر بیان کرے پھر دوسرا اور تیسرا جاکر تصدیق کرے دیکھو علی کیا کہتے ہیں۔ تینوں شخص حسب الحکم معاویہ کوفہ گئے۔ جب کوفہ ایک منزل رہ گیا تو پہلے ایک شخص آیا لوگوں نے اُس سے شام کا حال پوچھا اُس نے بیان کیا کہ معاویہ مر گئے اُسکو لوگ حضرت علی کے پاس لے گئے۔ آپنے اُسکے قول پر کچھ اعتنا نہ کی دوسرے روز دوسرے سوار نے بھی آکر یہی بیان کیا اُسکو بھی لوگ حضرت علی

کے پاس لے گئے اُس نے بھی یہی بیان کیا تب بھی حضرت علی ساکت رہے تیسرے روز پھر تیسرا سوار آیا اُس نے بھی یہی بیان کیا لوگ اُسکو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا اے امیر المومنین یہہ خبر اب پایۂ ثبوت کو پہونچگئی ہے یہہ بھی اُن دونوں کی تصدیق کرتا ہے۔ آپنے فرمایا معاویہ ہرگز نہیں مرے پہلے یہہ داڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوگی اور وہ ابن آکلۃ الاکباد (ہندہ جگرخوار جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا اوس کا بیٹا) اس سے بازی کریگا یہہ سُن کر وہ لوگ واپس گئے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۷۸ و وسیلۃ النجات صفحہ ۱۷۷)

(۵) منقول ہے کہ حضرت علی جب خوارج کے قتل سے فارغ ہوکر کوفہ واپس تشریف لائے تو رمضان کا مہینہ تھا مسجد میں بعد نماز ممبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اثنا رخطبہ میں حضرت امام حسنؑ سے پوچھا اے ابا محمد ہمارے مہینہ کے کتنے روز گذر چکے ہیں حضرت امام حسن نے فرمایا تیرہ روز پھر حضرت امام حسینؑ سے پوچھا اے ابا عبداللہ ہمارے مہینہ کے اب کتنے روز باقی ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ سترہ روز پھر آپنے اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لیکر فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم اس امت کا بدبخت اسکو خون سے رنگین کریگا۔ پھر آپنے یہہ شعر پڑھا ؎

اریدُ حیاتہ ویریدُ قتلی ۔۔۔ خلیلی عن غدیری من مرادی

میں اُسکی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے میرا دوست مجھسے بیوفائی کرنیوالا فیصلہ سے کوہے

ابن ملجم نے جب یہہ کلام سُنا تو اُسکا دل کانپ اُٹھا اور سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگا اے امیر المومنین میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں میرے یہ دونوں ہاتھ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اپ ان کو کاٹ ڈالیں یا مجھکو مار ڈالیں آپ نے فرمایا تیرا کیا گناہ ہے کہ میں تجھکو مار ڈالوں اگر مجھکو اسکا علم بھی ہو جائے کہ تو میرا قاتل ہے تو بھی میں تجھکو نہ ماروں لیکن ایک یہودن نے تجھ سے بغلگیر ہوکر کہا تھا کہ اے شقیق کے باپ ثمود کی اونٹنی کے پاؤں کاٹنے والے۔ ابن ملجم نے کہا یہہ بات تو ضرور ہوئی پھر آپ خاموش ہو رہے۔ رمضان میں ایک روز آپ صبح کی نماز کے لئے اُٹھے اور گھر سے مسجد کو تشریف لے چلے فرمایا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں اسی مہینہ میں شہید ہونگا۔ جب دروازہ کھولا تو

آپ کا تہمد دروازہ سے اٹک گیا آپنے فرمایا موت کے واسطے میں آمادہ ہوں کیونکہ موت مجھ سے ملاقات ضرور کرے گی قتل ہونے میں فریاد نہیں کرنا چاہئے جبکہ قاتل سامنے آجائے پھر آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور شہید ہوئے (مطالب السئول صفحہ ۴۶)

(۶) بروایت ابن مردویہ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضرت علی نے لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جس نے آنحضرتؐ کے زبان مبارک سے حدیث غدیر من کنت مولاہ فعلی مولاہ سنی ہو کھڑا ہو جائے اور بیان کرے چنانچہ بارہ بدری اصحاب چھ ممبر کے داہنی جانب اور چھ بائیں جانب کھڑے ہوئے اور انھوں نے اسکی گواہی دی۔ زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ میں اُن لوگوں میں تھا جنھوں نے آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے اس حدیث کو سنا تھا میں نے اس حدیث کے بیان کرنے سے اغماز کیا اس لئے اللہ نے مجھکو اندھا کر دیا۔ زید بن ارقم اس گواہی کے نہ دینے پر تمام عمر نادم رہے (ارجح المطالب صفحہ ۶۶۹)

(۷) ابن مردویہ بروایت طلحہ بن عمر لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک مرتبہ ممبر پر فرمانے لگے میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی وارث نبی الرحمت وزوج سیدۃ نساء اہل الجنت سید الوصلین اور تمام انبیا کے وصیوں کا آخر وصی ہوں میرے سوا کوئی اس کا دعوی نہیں کر سکتا اگر کریگا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ بہ بدی پیش آئے گا اسپر قوم عبس کے ایک شخص نے کہا کہ اپنی زبان سے یہہ کہنا کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں کسقدر بُری بات ہے۔ یہہ کہے ہوئے اُسکو کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دیوانہ ہو گیا ایسا کہ لوگوں نے اُسکی ٹانگ پکڑ کر دروازہ سے باہر کر دیا طلحہ بن عمر کا قول ہے کہ ہمنے اُس کی قوم سے پوچھا کہ کیا اس سے پہلے بھی اُس کو کبھی ایسا عارضہ ہوا تھا انھوں نے کہا کہ کبھی نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۶۸)

(۸) اور اُن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے جن لوگوں نے حدیث غدیر سنی تھی حضرت علی نے اُن سے قسم لے کر پوچھا تھا انصار کے بارہ آدمیوں نے گواہی دی تھی۔ حضرت انس ابن مالک اُس مجمع میں موجود تھے انھوں نے گواہی نہیں دی تھی حضرت علی نے اُن سے فرمایا اے انس تم کو کس بات نے شہادت دینے سے روکا اُن لوگوں نے جو کچھ سنا وہی تم نے بھی سنا تھا

حضرت انس نے اپنی کبرسنی ونسیان کا عذر کیا۔ حضرت علی نے جوش میں فرمایا خداوندا اگر یہ جھوٹ کہتے ہوں تو اُن کی پیشانی پر برص کا ایسا داغ لگا دے جو عمامہ سے بھی نہ چھپ سکے۔ طلحہ بن عمر قسم کھا کر کہتے کہ میں نے برص کا داغ اُنکی پیشانی پر دیکھا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸)

(۹) ایک مرتبہ حضرت علی نے ایک شخص غرارنامی سے کہا کہ تو معاویہ کو خبریں پہونچایا کرتا ہے اُس نے انکار کیا آپنے فرمایا تو قسم کھا سکتا ہے اُس نے قسم کھا کر انکار کیا آپنے فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو خدا تجھے اندھا کردیگا ایک جمعہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ اندھا ہوگیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸)

(۱۰) امام احمد مناقب میں اور طبرانی معجم اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں بروایت علی بن زاذان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی ایک بات بیان فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی تکذیب کی آپنے فرمایا اگر تو سچا ہے تو میں تجھ پر دعا کرتا ہوں وہ کہنے لگا بہتر ہے آپنے دعا فرمائی وہ لوٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اندھا ہوگیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸ وازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۶ وریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

(۱۱) مروی ہے کہ آپ جب صفین کی طرف لشکر لے کر چلے راستہ میں پانی ختم ہوگیا اِدھر اُدھر پانی کی تلاش ہوئی پانی کہیں نہ ملا آپنے لکڑی سے اشارہ کرکے فرمایا کہ اُس طرف چلو کچھ دور چلکر میدان میں عیسائیوں کا ایک کلیسا ملا لوگوں نے وہاں جاکر راہب سے پانی کے متعلق پوچھا اُس نے کہا پانی یہاں سے دو فرسخ پر ہے جس طرف میں بتاتا ہوں اُس طرف چلے جاؤ یقین ہے کہ تمہیں پانی ملجائے گا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ راہب کیا کہتا ہے لوگوں نے عرض کیا وہ دو فرسخ پر پانی کا پتہ بتاتا ہے ہم میں اب وہاں تک چلنے کی طاقت نہیں آپنے فرمایا تم کو اُس طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں قبلہ کی طرف منہ پھیر کر آپنے اُس دیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہاں کھودو لوگ کھودنے لگے تو ایک وزنی چٹان نظر آئی۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین اس چٹان میں اب کام نہیں ہوسکتا آپنے فرمایا کہ یہ چٹان پانی کے اوپر ہے لوگوں نے اُسکے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر اُسکو جنبش تک نہ ہوئی جب سب عاجز ہوگئے تو خود آپنے گھوڑے سے اُتر کر اور آستین پلٹ کر اُس چٹان کے نیچے ہاتھ ڈال کر اُسکو اکھاڑ لیا اُس کے نیچے سے نہایت شیریں پانی کا چشمہ نکل آیا

کہ لوگوں کو تمام سفر ایسا سرد اور شیریں پانی کہیں نہ ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ ساری کیفیتیں دیکھ رہا تھا لوگوں سے آواز دے کر کہنے لگا مجھکو نیچے اتارو جب اُس کو جہت سے نیچے اتارا تو وہ حضرت علی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگا کیا آپ نبی مرسل ہیں آپنے فرمایا نہیں کہنے لگا آپ فرشتۂ مقرب ہیں آپنے فرمایا نہیں پوچھا پھر آپ کون ہیں آپنے فرمایا میں خدا کے رسول محمد بن عبداللہ خاتم النبیین کا وصی ہوں راہب نے کہا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور اسلام لاؤں گا۔ حضرت علی نے ہاتھ بڑھایا راہب آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱ و روائع المصطفےٰ صفحہ ۳۲)

(۱۲) براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا اے براء افسوس ہے کہ میرا بیٹا حسین قتل ہوگا۔ تم زندہ ہوگے اور اُسکی مدد نہ کروگے۔ جب حضرت امام حسین شہید ہوگئے تو براء بن عازب کہنے لگے کہ حضرت علی نے سچ فرمایا تھا امام حسین شہید ہوگئے میں نے اُن کی مدد نہ کی تمام عمر اس کا اظہار حسرت و ندامت کرتے رہے (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۲)

(۱۳) اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ساتھ جارہے تھے آپ اُس جگہ پر (کربلا) جہاں اب حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار ہے ہو کر گذرے آپنے فرمایا کہ یہاں اُن کے (شہیدان کربلا) اونٹ بیٹھیں گے اور یہاں اُن کا اسباب ہوگا یہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہیگا اور اُن پر زمین و آسمان روئیں گے (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

(۱۴) مروی ہے کہ حجاج ایک روز کہنے لگا کہ میری یہ خواہش ہے کہ اگر کوئی دوست حضرت علی کا مجھکو ملجاتا تو میں اُسکو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کرتا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی کی خدمت میں قنبر سے زیادہ حاضرباش آپ کوئی نظر نہیں آتا اُس نے قنبر کو بلوایا جب قنبر آئے تو اُس نے کہا تو ہی حضرت علی کا غلام ہے اور تیرا ہی نام قنبر ہے۔ قنبر نے کہا میرا مولیٰ خدا ہے اور امیرالمومنین میرے ولی نعمت تھے حجاج نے کہا تو اُنکے طریق پر تبرا کہ قنبر نے کہا کہ مجھکو اُنکے طریقہ سے بہتر کوئی طریقہ دکھادے تو میں ایسا کروں حجاج نے کہا میں تجھکو مار ڈالوں گا تو جس طرح قتل ہونا

پسند کرتا ہو بیان کر قنبر نے کہا تجھے اختیار ہے۔ حجاج نے کہا یہہ کیوں قنبر نے کہا سوائے ذبح کرنے کے جس طرح مجھکو مارنا چاہیگا نہ مار سکیگا کیونکہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم بلا وجہ ظلم سے ذبح کئے جاؤگے۔ چنانچہ حجاج نے انکو ذبح کرڈالا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳ بروایت کفایۃ الطالب)

(۱۵) مروی ہے کہ حجاج نے حضرت کمیل بن زیاد کو بلا بھیجا وہ خوف سے بھاگ گئے۔ حجاج نے اُن کی قوم کی تنخواہ بند کردی جب حضرت کمیل کو معلوم ہوا کہ میری قوم کی تنخواہ بند ہوگئی ہے تو وہ خود حجاج کے پاس چلے گئے وہ کہنے لگا میں تمہاری انتظار میں تھا حضرت کمیل کہنے لگے کہ میری عمر اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے مجھے اپنے سامنے سے مت ہٹاؤ جو جی چاہے وہ کرو کل ہی خدا کے وعدہ کا دن ہے اور قتل کے بعد حساب ضرور ہوگا مجھ سے امیرالمومنین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تو میرا قاتل ہے یہہ سُن کر حجاج نے انکو قتل کرادیا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳)

(۱۶) جندب ابن عبداللہ ازدی ناقل ہیں کہ میں جمل اور صفین میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھا مجھکو ان لڑائیوں میں سے کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں پیدا ہوا جب نہروان پر جاکر اترا۔ تب میرے دل میں یہہ شبہ پیدا ہوا کہ بڑی بڑی نیک بندوں اور قاریوں کو قتل کرنا پڑے گا یہہ بات مجھ کو بہت سخت معلوم ہوئی دوسرے روز میں ٹہلتا ہوا صفوں سے دور نکل گیا وضو کا لوٹا میرے ہاتھ میں تھا میں نے اپنا نیزہ گاڑدیا آفتاب کی تمازت کی وجہ سے ڈہال کا سایہ کرکے بیٹھ گیا ناگاہ حضرت علی بھی وہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی لوٹا ہے میں نے وہ لوٹا انکو دیدیا وہ لے کر چلے گئے پھر طہارت کرکے واپس آئے اور ڈہال کی آڑ کرکے اُس کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں ایک سوار آپ کو پوچھتا ہوا آیا آپنے اشارہ سے اسکو اپنے پاس بلایا وہ کہنے لگا نہروانی دریا کے اُس پار چلے گئے۔ آپنے فرمایا نہیں اُس پار نہیں گئے اتنے میں دوسرے سوار نے آکر بھی یہی کہا پھر آپنے فرمایا کہ وہ پار نہیں ہوئے ہیں وہ سوار کہنے لگا بخدا جبتک میں نے یہہ دیکھ نہیں لیا کہ علم دریا سے پار ہوگئے ہیں تب تک میں وہاں سے نہیں لوٹا آپنے فرمایا واللہ وہ دریا سے پار نہیں اترے دریا کا کنارہ اُن کے لوٹ پوٹ ہونے کی

جگہ ہے اُسی جگہ اُن کا خون بہے گا یہہ فرما کر حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے میں نے کہا یا تو یہہ جھوٹ بولتے ہیں یا اُن کے پاس کوئی دلیل موجود ہے پھر اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر میں نے نہروانیوں کو دریا سے پار اُترا ہوا دیکھا تو سب سے پہلے میں اِن سے (حضرت علی) سے جنگ کرونگا اور اگر نہ گذرے ہوں گے تو ان کی طرف سے لڑنے میں کوتاہی نہ کرونگا اتنے میں آپ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا جب دریا کے قریب پہونچے تو خوارج کے علم دریا کے اسی طرف ملے اور اُن کا سامان بھی وہیں ملا جہاں کہ آپنے فرمایا تھا اتنے میں آپنے پشت سے میری گردن پکڑ کر فرمایا اے اخی ازداب تجھے اصل حقیقت معلوم ہوگئی میں نے عرض کیا بیشک امیرالمومنین (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۴)

(۱۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ وعلی آبائہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے اپنا جھگڑا حضرت علی کے سامنے پیش کیا آپ ایک دیوار کے نیچے تصفیہ کیلئے بیٹھ گئے ایک شخص کہنے لگا اے امیرالمومنین یہہ دیوار گر رہی ہے آپ نے فرمایا خدا نگہبان ہے جب آپ اُن کا تصفیہ کر کے اُٹھے تب وہ دیوار گری (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۴۵)

(۱۸) حارث کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کیساتھ صفین میں موجود تھا کیا دیکھتا ہوں کہ شامیوں کا ایک اونٹ اپنے سوار اور بوجھ کو پھینک کر صفیں چیرتا ہوا آیا اور حضرت علی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور اپنا منہ اُنکے کندھے پر رکھ کر اپنے ہونٹوں کو ہلانے لگا گویا وہ کچھ خبریں بیان کر رہا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا یہہ ایک نشانی ہے جو آنحضرتؐ نے بتائی تھی لوگوں نے اُس روز بہت مستعدی کی اور سخت معرکہ ہوا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

(۱۹) ملا ابو عمر اپنی سیرت میں ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مجھے حضرت علی کے بلانے کو بھیجا میں نے اُنکے گھر میں آواز دی مجھکو کوئی جواب نہ ملا میں آنحضرتؐ کے حضور میں واپس آیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم پھر جاؤ علی گھر میں موجود ہیں میں نے پھر جاکر آواز دی اور چکی کے پیسنے کی آواز سُنی جہانک کر دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے میں نے حضرت علی کو بلایا وہ ہنستے ہوئے آئے اور میرے ساتھ آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ میں آنحضرتؐ

کی طرف دیکھنے لگا آنحضرتؐ بھی مجھکو بار بار دیکھتے رہے پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر خدا کے فرشتے سیر کرتے پھرتے ہیں اور وہ آل محمد کی مدد کیلئے مامور ہیں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ اسی مضمون کی حدیث امام احمد نے مناقب میں بھی علی ابن زاذان سے روایت کی ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۶)

(۲۰) ایک مرتبہ حجر ابن عدی کندی سے حضرت علی نے فرمایا کہ عنقریب تم مجھ پر لعنت کرنے کے لئے مجبور کئے جاؤ گے اگر ایسا موقع آئے تو لعنت کرنا مگر تبرا نہ کرنا۔ چنانچہ چند روز کے بعد حجاج کے بھائی نے اُن کو اس پر مجبور کیا اُنہوں نے کہا کہ مجھکو حضرت علی پر لعنت کرنے کے لئے حجاج کا بھائی مجبور کرتا ہے میں اُس پر لعنت کرتا ہوں اللہ اُس پر لعنت کرے اُس کو صرف ایک آدمی سمجھا (وسیلۃ النجات صفحہ ۱۷۵ و جلاء العیون تاریخ صفحہ ۹۵ بحوالہ صواعق محرقہ)

(۲۱) حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں آپ کی دعا سے ردّ شمس ہوا۔ شواہد النبوت میں ہے کہ جب آپ بابل سے گذرے اور لوگوں کی نماز قضا ہوگئی تو آپ کی دعا سے ردّ شمس ہوا اور لوگوں نے نماز ادا کی پھر جب سورج غروب ہوا تو ایک وحشت ناک آواز پیدا ہوئی جس سے لوگ خائف ہوگئے (روائح المصطفےٰ صفحہ ۳۴ و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)

(۲۲) منقول ہے کہ جب حضرت علی گھوڑے پر سوار ہونے کا قصد فرماتے تو ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے سواری کی پشت پر سنبھل کر بیٹھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے کی نوبت نہ آتی کہ آپ تمام قرآن مجید ختم کر دیتے (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۹۰ و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)

(۲۳) جنگ نہروان میں حضرت علی نے فرمایا کہ خوارج میں دس آدمیوں سے کم زندہ رہیں گے اور ہمارے رفقا میں سے دس آدمیوں سے کم مارے جائینگے۔ چنانچہ بعد فراغ جنگ نو خارجی زندہ بچے اور نو رفقائے حضرت علی شہید ہوئے (ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۵)

(۲۴) جنگ جمل میں جب حضرت علی کی امداد سے ابوموسیٰ اشعریؓ نے پہلوتہی کی آپنے حضرت امام حسنؑ کو کوفہ روانہ کیا تو فرمایا بارہ ہزار کوفی میری مدد کرینگے۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے شمار کیا تو

پورے بارہ ہزار تھے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ (ائمۃ الہدیٰ حصۂ اول صفحہ ۱۱۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب قرآن وحدیث وارشادات صحابہ سے ناظرین جلد ثالث کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں مطالعہ کریں حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ذات مجمع الصفات شخص کا عالم وجود میں آنا ہی اتنی بڑی عنایت خلق کے حال پر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور موہبت الٰہی ومعجزہ وکرامت رسالت پناہی اور کیا ہوسکتا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

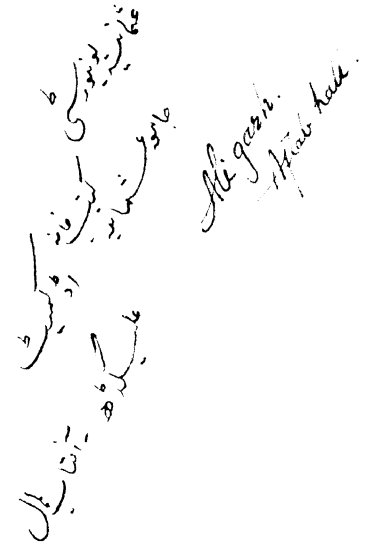
لمعات وجہک اشرقت سطعات حسنک اعتلا — بطلوعِ عارضِ شمسِ تو شبِ تارا قمر الدجیٰ
درِ بحرِ فضل وکرامتی گلِ باغِ حسن و لطافتی — چہ بہارِ رحمتِ آیتی بولاے دولتِ ہل اتیٰ
نفحات قدسک فرحۃ نسمات انسک راحۃ — طلعات نورک شعشع درجات فضلک منتہا
بہ نگاہِ لطف وکرم بہ بین کرمے بکن بہ من حزیں — کہ سزد ترا ہمہ ایں چنیں دل وجاں حضرت مصطفےٰ
تو انیس خاطرِ بیدلی تو نصیبِ عاشق بسملی — گرہے کشا کہ تو کاملی مثل السفینۃ للنجا
نظرے بعبد شباب کن تو خراب بادۂ ناب کن — بکمال لطف خطاب کن تو امیر کشور لافتےٰ

تو ولیؔ وسرور اتقیا تو حبیب احمد مجتبیٰ
بفروع آیتِ انما تو علی حیدر مرتضیٰ

ولقد استراح القلم من تسوید الجزء الثانی من الکتاب السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویہ المسمی بنفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن فی الخامس والعشرین من شہر ربیع الآخر یوم الخمیس وقت الصبح سنۃ الف وثلثمائۃ وثمان و اربعین من الہجرۃ واخر دعوانا ان الحمد للہ الذی ہو ولی فی الدنیا والآخرۃ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ ونبیہ سیدنا ومولانا محمد الذی ہو امام البررۃ وقاتل الفجرۃ وعلیٰ اٰلہ

واصحابہ الذین ھم خیر الخیرۃ المنطوق فی حقہ اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ فاغفر
الانصار و المھاجرۃ صلوٰۃ و سلامًا و تحیۃً و عظامًا مادامت الدنیا الفانیۃ ۵

تمّت



قطعاتِ تاریخ طبع کتاب ہذا

از نتیجۂ فکر بلند آسمان پیوند صدف بحر سخنوری را بے بہا در منشی معراج الدین صاحب المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر و المتخلص بہ خسرو مد اللہ ظلہ العالی

حبیب جان علی حافظ علی حیدر — بفیضِ ساقی کوثر چہ لعل و گوہر سُفت
زہے کرشمۂ قدرت کہ خسروِ مضطر — حیات حیدر مشکلکشا بسالش گفت

۱۳-۵۲ھ

دیگر

صوفی بصفا علی حیدر — مرہم نہ زخم خستہ حالاں
فرخندہ قدح بدست آمد — ساقی بہار نونہالاں
تحریر نفائس المنن کرد — از سُرمۂ دیدہ غزالاں
توصیف علیت حاصل عشق — مراۃ کمال باکمالاں
تنقید و روایت احادیث — ترتیب خیالِ نوخیالاں
تفسیر محاسن و فضائل — در انجمن ملک خصالاں

خسرو بنوشت سال تاریخ
تصویر نفوس خوش جمالاں

۳۳-۱۹ھ

از نوکر یزخامہ مشکیں ختامہ رشک عرفی و ظہوری منشی تقی حیدر صاحب المتخلص بہ انوری کاکوروی ادام اللہ لقوی

اے علی حیدر تو ئی فرمانروائے ملکِ دل — وارث شاہِ نجف لختِ دل شاہ تراب

جمع کردی گوہر مقصود در گنجینہ
گشت آں مشہور در عالم بہ احسن انتخاب

باز کردہ باز دستت بابِ آں گنجینہ را
بار دیگر دیدہ افروز جہاں شد یک کتاب

بے گماں از روئے تحقیقات علمی مستند
بے نظیر و بعدیل و بیمثال و لاجواب

دادۂ تطبیق تحقیقات خود را اے فتیٰ
با حدیث مصطفےٰ با آیتِ اُم الکتاب

شاہ اقلیم ولایت زور بازوئے رسول
گشتہ رطب اللساں در وصف آں گردوں جناب

حیف گر فضل و کمالش ہست محتاج ثبوت
گفت روی آفتاب آمد دلیل آفتاب

شیر یزداں شاہ دیں چوں پانہادی بر زمین
عرش نعرہ می زدی یا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تراب

طبع شد ایں نسخہ بہر قوت ایمان ما
وا رہاند دیدنش از سختیٔ روز حساب

سال طبعش انوری از روئے جودت گفتہ ام
بحر اندر کوزہ و مدح علی اندر کتاب

۱۳۴۹+۳ = ۵۲ — ۱۳ھ

دیگر

چوں علی حیدر شہ عالی مقام
کاندراں تنزیہہ و تشبیہست جفت

از کمالات جناب مرتضیٰ
در کتابے گوہر معنی بسفت

ملہم اسرار سال طبع آں
شاہ مرداں خواجۂ کونین گفت

۵۲ — ۱۳ھ

دیگر

زہے شاہ علی حیدر زہے تصنیف لاثانی
بود در کار خیرش مصطفےٰ حامی خدا یاور

کتابے لاجوابے شد نظر افروز مشتاقاں
چو سال طبع آں جستم ندائے شد بگوشم در

بگفتم انوری من بے سر اندیشہ و وقفہ
علی یاور علی حیدر علی انور علی اکبر

۵۹-۱۳ = ۵۲ — ۱۳ھ

از طراوش طبع خامۂ گہربار رامین سخن راویس مولوی محمد عاصم صاحب متخلص بہ قیس کاکوروی ابقاہ اللہ تعالیٰ

صلوٰۃ حق بر محمدؐ و ہم بر آلِ پاک مجداد — کہ بودہ ہر فرد شان موید بصورت و سیرت و شمائل
برادر و صہر پاکمالش علیؑ با ہیبت و جلالش — کہ بودہ پروانۂ جمالش تمام اصحاب ذی وسائل
ز جاہ و قدرش رسول داند ز سر پاکش بتول داند — کہ دل بحسن قبول داند نبی چو قرآں علی حمائل
خدا شناسی و چشم پوشی ز کوثر عشق بادہ نوشی — گدا نوازی کہ ہفت کشور بیک اشارت دہد بسائل
ز فضل او جمع کرد دفتر ز آل پاکش علی حیدر — خجستہ پیکر خجستہ منظر خجستہ حالات و خوش خصائل
زہی روایات و ہم روا تش زہی درایات و ماخذ اتش — زہی رموزات و ہم نکا تش زہی براہین زہی دلائل
حدیث ہائے رسول مطلق ہمہ صحیح و حسن ہمہ حق — بذکر فضل علی است برحق فللہ الحق و رقائل
چو گشت مطبوع نقش اول زہے مرصع زہی مکلل — چہ نقش ثانی شدہ مؤجل بعالم رسل جم رسائل
چہ نقش ثانی کہ بہ ز اول زہے مشرح زہی مفصل — عیون عشاق شد مکمل بجلوہ گاہش چو گشت مائل
نسیم طبعش چو مشکبو شد ز قیس مضطر بجستجو شد — بسال طبعش بگفتگو شد بگو شیم گل فضائل

۱۳۵۲ھ

دیگر

زہے حافظ علی حیدر قلندر — فدا جانم بہر نقش خیالش
ز آل بوتراب عاشق او — حماہ اللہ زہے شان جلالش
چہ دُر ہا ریختہ از کنز مخفی — ز درج فضل جدّ باکمالش
مبارک باد و را حبّ جدّش — مبارک جدّ او را نو نہالش
خوش آمد قیس را ایں نقش رنگیں — کہ حالات فضائل گفت سالش

۱۳۵۲ھ

دیگر

حضرت حافظ علی حیدر — در فضائل چہ خوش جواہر سفت

قیس بے مایہ راچو پرسیدند — سال او۔ دولت فضائل گفت
۱۳۰۲ھ

از طبع سخنور بلاغت ممتلی مولوی اصطفیٰ علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

ز فیض حبیب خداوند نعمت — جہاں شد منور ز نور حقیقت
ز لطفش برآمد برائے ہدایت — علی حیدر شمع راہ صداقت
چرا خاک پایش بنوشند مرداں — کہ زیبد بہ او اسم شاہ ولایت
کتابے نوشتہ بحالات حیدر — ولیّ و وصیّ پناہِ رسالت
چہ تحریر دلکش۔ چہ ترتیب موزوں — چہ توصیف اعلیٰ سراسر حقیقت
ہر آنکس کہ بیند کتاب معلیٰ — بداند علی را سراپا کرامت
ز ہاتف رسیدہ صدائے بگوشم — کہ سالِ طباعت۔ گواہ فضیلت
۱۳۰۲ھ

از فکر گلدستہ بند گلہائے مضامین بطرز نوی مولوی مکرم احمد عرف میر نذر علی در دعلوی سلمہ اللہ الولی

اے خامۂ عنبریں شمامہ — حمدے بخیاب سرمدی گو
نعتیکہ سزد بسرورِ دیں — بر خواں صلّوا علی النبی گو
وصفیکہ سزد بآل و اصحاب — پیوستہ بجانِ خرّمی گو
ہمنام علی۔ علی حیدر — از بخت چہ کردیا وری گو
ایں بلبل باغ کاظمی را — ہمراز نوائے حیدری گو
در صورت و شکل جلد ثانی — بنوشت فضائل علی گو
چوں طبع بشد بحسن و خوبی — مطبوع قلوب ہر ولی گو
ہم جدول او ست کہکشانے — ہر صفحہ ز حسن منجلی گو

ہم جملہ دوائر و نقطرا — نجم فلک ثنا گری گو
بہر سن عیسوی بہ طبعش — تنجیم فضیلت علی ۔ گو
۱۳۳۱-۱۹ء
اے درد مگر بسال ہجری — معیار فضائل علی گو
۱۳۵۲ھ

دیگر

سیرت علی کا ہے۔ سلسلہ ابھی قائم — دوسری کڑی یہ ہے۔ سیرت معظم کی
پھر لکھی گئی سیرت۔ پھر چھپی بصد عظمت — کیا بیاں کروں لذت جلوہ ہائے پیہم کی
سچی بات لکھنے میں۔ کیا کسی کا ڈر ناصح — سب وشتم اعدا کی تو نہ دے ہمیں دھمکی
فکر جب ہوئی اے درد۔ سال طبع لکھنے کی
بول اٹھے ملک پھر وہ تیغ حیدری چمکی
۱۳۳۱-۱۹ء

از شاعر دلپذیر منشی مصلح الدین احمد اسلمہ اللہ القدیر

چشم عرفاں کھول مرد باصفا — آشکارا ہے جمال کبریا
جگمگا اٹھا علی کے نور سے — ذرہ ذرہ آسمانِ حسن کا
مشرق دل سے جو چمکا آفتاب — مغرب جانیں غروب اسکا ہوا
جس سے روشن ہیں زمین و آسماں — جس سے پُر ہے ہر خلا و ہر ملا
وہ علی نفس نبی شیر خدا — دستِ بازوئے محمد مصطفےٰ
لمعہ لمعی ہے جس کی شان میں — عینیت سے جسکو یہ حصہ ملا
وہ علی جس کی ہے یہ فتح باب — فتح باب علم و حکمت بر ملا
زور و قوت سے ہے جس کی آج بھی — خیبر نفس و طبیعت کوفنا
ملت عارف ہمہ عرفان و علم — مذہب عاشق ہمہ شوق و لقا
خدمت ساقی کی ہمت چاہیئے — کوثر و تسنیم کے دریا بہا

مستی صہبائے اُلفت مول لے — توڑ دے قلعہ طلسم عقل کا
پڑھ کتاب معنوی کا ایک حرف — مکتب عشق و محبت میں در آ
اس رباب زندگی کو چھیڑ کر — مرغ جاں کو بے چھری بسمل بنا
تار سے ذوق مغنی ہے عیاں — زیر و بم سے ہے حرارت جانفزا
شاہد معنی یہاں ہے بے حجاب — کر نظارہ اُس کے جوش حُسن کا
درس لے اے تنگ دامانی اسیر — بھر وہاں کوزہ میں یہ بحر عطا
صاحب خلق حسن فیض عظیم — منبع جود و سخا صدق و صفا
وہ علی حیدر قلندر بادشاہ — مظہر ذات علی مرتضےٰ
جب اٹھایا ہاتھ میں اُس نے قلم — لوح دل پر نقش ایماں بن گیا
روح معنی کا تھا جلوہ آشکار — حرف تھے یا صورت و صوت و صدا
ہو گئے ہم آج پھر مست الست — پھر وہی نغمہ جنوں افزا ہوا
پھر وداع ہوش کا سامان ہے — پھر سرور بیخودی پیدا ہوا
نقش ہو کر صفحۂ قرطاس پر — یہ صحیفہ تا ابد باقی رہا
سال ہجری اور سال عیسوی — یک بیک دل پر مرے القا ہوا
مرآۃ مشکلکشا ہے ۱۳۵۲ھ — عکس افشاں مرآۃ مشکلکشا ۱۹۳۳ء

از نکتہ سنج فصاحت پرور منشی حیدر حسن نشتر سلمہ اللہ تعالیٰ الاکبر

رُباعی

بیواسطہ انسان نہیں ہوتا کامل — ملتا ہے خدا جو ہوں محمدؐ حاصل
ہے ذکرِ علی عبادتِ حق نشتر — بس ہے یہ کتاب خضر راہ منزل ۱۹۳۳ء

قطعہ

یہ اک کتاب آئینۂ رحمت کہیں جسے
پائی ہے یوں کہ حاصلِ قسمت کہیں جسے

پڑھ لوں نفائس المننِ بے مثال کو
رعنائیوں میں یار کی صورت کہیں جسے

تالیف کی ہوئی ہے یہ اُس ذاتِ پاک کی
مخمور جامِ عشق و محبت کہیں جسے

اک بے خزاں بہار تصور سے کریں
گلہائے انتخاب کی نکہت کہیں جسے

بحرِ قلندری کا شناور سے کہیں
پُرجوش مردِ راہِ حقیقت کہیں جسے

دریائے فضل وجود کا گوہر سے کہیں
گوہر کہ تاجِ فقر کی زینت کہیں جسے

لکھا ہے حالِ حیدرِ مشکلکشا علی
اک مظہرِ کمالِ شجاعت کہیں جسے

آنکھیں ہیں محوِ جلوۂ دیدارِ مرتضیٰ
دیدار وہ کہ حاصلِ قسمت کہیں جسے

قائم ہو اس کے پڑھنے سے ایمان کا وہ رکن
حضرات اہلبیت کی الفت کہیں جسے

نشتر پڑھوں حکایتِ سردارِ اولیاء
نقشِ بساطِ عیشِ محبت کہیں جسے
۱۳۵۲ھ

قطعہ

۱۳۵۲ھ
اے مراۃِ حسنِ شیرِ یزداں
۱۳۴۳-۱۹ء
اے آبِ رواں بلاغِ خوباں

۱۳۴۳ف
مفہومِ صفاتِ شاہِ مرداں
۱۹۹۰ سمیت بکرمی
ہے تجھ سے ظہورِ فردِ ایماں

دیگر

بیٹھا ہوا تھا نشترِ صد خانماں خراب
مخمور و مست و بیخود و سرشار بے حساب

اپنا نہ ہوش تھا نہ زمانے کی تھی خبر
مستی سے چور آنکھوں کی مرکز تھی اک کتاب

تھا قلب اُس کا محوِ جمالِ نظر فروز
آنکھوں میں تھا بہر ولایت کا آفتاب

پوچھا کسی نے ہنسکے کہ کیوں ہیں یہ تیاں
اک بار سر اُٹھا کے دیا اُس نے یہ جواب

پی لی چڑھا کے اور خود اپنے کو کھو دیا
اک طرح کا کرشمہ ہے یہ نشۂ شراب

پڑھ لی سمجھ کے اور خود اپنے کو پا لیا — اک معجزہ کی قسم ہے یہ نشۂ کتاب
پڑھتا ہوں میں فضائلِ شاہِ ابی الحسن — ہوش و حواس و عقل و خرد میں ہے انقلاب
تشریحِ حسنِ ذاتِ علی کر رہا ہوں میں — پیدا ہے جس سے چاروں عناصر میں اضطراب
"اجزائے حسنِ او ہمہ یک یک نگاہ کن" — کوہست نفسِ آں کہ خدا کردش انتخاب
"وانگہ بیا و حالِ منِ بے نوا ببیں" — کانم کہ از منست خرابات ہم خراب

پڑھتا ہوں جب بیانِ صفاتِ علی کو میں
۱۹ء — ۲۳
گھنتی بساطِ دل پہ ہے تصویرِ بوتراب

صحتنامہ کتاب نفائس المنن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۸	ہو	ہوں	۸۵	۲ حاشیہ	فقہاء الشافعیہ	فقہاء الشافعیہ
۸	۱۷	کی کی فضیلت	کی فضیلت	۹۰	۱۵	تحمید و توحید	تمجید و تحمید و توحید
۱۲	۵	واجہم	واجبہم	۱۹	۱۳	قائل ہو	قائل ہوا
۱۷	۱۶	انّی	الیٰ	۹۳	۵	اُس نے	اُس کو
۱۷	۱۷	الی	انّی	۹۷	۲	لوح او قضا	لوحِ قضا
۱۹	۶	عمر ابن العاص	عمرو ابن العاص	۹۸	۱۹	لبیت	لیت
۲۰	۱۷	محقین	محققین	۱۰۰	۱۶	فضل الخطاب	فصل الخطاب
۳۲	۳	استیعاب جلد	استیعاب نے جلد	۱۰۳	۵	ہونا	ہوتا
۳۹	۲	المقدی	المعتدی	۱۰۹	۱۴	تغنیہ	تغنیہ
۴۰	۲۰	〃	〃	۱۱۷	۸	الہ	الٰہ
۴۴	۱۱	〃	〃	۱۱۸	۱۸	مرتضیٰ	المرتضیٰ
۴۶	۸	الیٰ	انی	۱۲۰	۱۹	ہیں	اُس
۴۷	۱۶	(۴) وعند	(۴) وعنہ	۱۲۶	۲۱	لجرم	یجرم
۴۸	۱۸	جوابلک	جوابک	۱۳۰	۱۸	متلق	متعلق
۴۸	۲۰	بغزرہ	یغزرہ	۱۳۱	۱۲	لیالیا	لیا گیا
۴۸	۲۱	جل کے	جس کے	۱۳۴	۱۰	حبیب السیر	حبیب السیر
۶۸	۲۱	ابو ایعلیٰ	ابو یعلیٰ	۱۴۷	۳	نوح	حضرت نوح
۸۵	۱	ہیں	ہے	۱۷۰	۱	عشرہ	عشرۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۲	۸	عطی	اعطی
۱۸۹	۶	الاستیاب	الاستیعاب
۲۰۹	۱۳	جرانی	حرانی
۲۰۹	۱۹	البوردی	الوردی
۲۱۵	۱۱	ھدینہ	ھدیئہ
۲۲۲	۱۲	اندر	انذر
۲۳۱	۱۴	ضجان	ضجنان
۲۳۱	۱۵	بغام	لغام
۲۳۴	۲۱	فاسمعی	فاسمعی و
۲۳۷	۱۱	عمر بن عبد الغفار	عمرو بن عبد الغفار
۲۳۷	۱۸	جلد ۲	جلد ۶
۲۳۸	۱۸	برں	برس
۲۴۰	۲۰	قزعلی	قزغلی
۲۴۴	۱۶	ابوعمر	ابوعمرو
۲۵۲	۱۴	کمام	کمال
۲۵۲	۱۵	ہوگذرے	گذرے
۲۷۵	۹	تزوح	تزوج
۲۷۷	۵	س	اس
۲۹۴	۲۱	اُکھار	اُکھاڑ
۲۹۹	۱۳	السفیتہ	السفینتہ